ایک رفتگاں ضائع

حکایاتِ لقمان

ایسپس فیبلس

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

نایاب کتب رفتگاں کی اشاعت نو

حکایات لقمان

ایسپس فیبلس

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار:

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، نئی دہلی ــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ــــ ۴۰۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ــــ ۲۰۲۰۰۲

۱۹۹۲ء

قیمت : -/۴۵ رُپے

لبرٹی آرٹ پریس دریا گنج میں پرنٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی میں طبع ہوا

عزم الامور

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، وہ اس کو کچھ نصیحتیں کر رہا تھا — کہا:۔

جان پدر! اللہ کے ساتھ کبھی کسی اور کو شریک نہ کیجیو، کہ شرک سے بڑا کوئی ظلم نہیں ہے۔

میرے بچے! کوئی شے رائی کے دانہ برابر بھی کیوں نہ ہو، چٹانوں میں، آسمانوں میں، زمینوں میں کہیں بھی چھپی پڑی ہو، اللہ سے نہیں چھپی، وہ اسے باہر نکال لے آئے گا کہ وہ باریک سے باریک چیز کو دیکھ سکتا ہے، اور ہر شے سے باخبر ہے۔

میرے بیٹے صلوٰۃ قائم کرو، — اچھے کاموں کے لیے کہتے رہو، لوگوں کو آمادہ کرتے رہو، بُرے کاموں سے منع کرو، روکتے رہو — اور کوئی مشکل پڑے تو ڈٹ کے مقابلہ کرو — یہ سب باتیں عزم الامور ہیں۔

اور لوگوں سے منہ پھیر کے، حقارت کے ساتھ، کبھی بات نہ کرنا!

نہ کبھی زمین پر اکڑ کے چلنا!!

اللہ کسی خود پسند، کسی مغرور اکڑنے والے کو پسند نہیں سمجھتا۔

تو، اپنی چال میں ہمیشہ اعتدال رکھنا۔

اور، اپنی آواز بھی دھیمی، نیچی، رکھنا کہ گدھے کی آواز، آوازوں میں سب سے بُری آواز ہے۔

(لقمان / ۱۳، ۱۶ – ۱۹)

حرفے چند

لقمان سے سعدی تک، سعدی سے لاروش فوکو تک، خود ہمارے زمانے تک ہر عصر کی دانش کا نچوڑ ہمیں مقولوں کی شکل میں ملتا رہا ہے۔ یہ مقولے آج بھی ایسے ہی کارآمد ہیں جیسے اس وقت تھے جب یہ پہلی بار کہے یا لکھے گئے تھے، اور وہی قدر و قیمت رکھتے ہیں، شاید کچھ زیادہ ہی، جو قدر و قیمت ان کی اس وقت تھی جب پہلی بار کسی نے انہیں پڑھا یا سُنا تھا!

مدّت ہوئی، غدر سے بھی قبل، کلکتہ سے، انگریزی عمل دخل میں، جو کام ہو رہے تھے ان میں لقمان کی حکمت آموز حکایات کا ایک اردو ترجمہ بھی، ۱۸۵۰ء میں انگریزی متن کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ لسانیات کے طالب علموں کے لیے اردو کی ارتقائی عہد کی مُترجم کتاب کے لحاظ سے تو یہ اہم ہے ہی، خود عالمی تہذیب کے ایک خاص، دُور میں دانش آموزی کے لیے کن نکات اور کیسی اقدار کو کیا اور کتنی اہمیت دی جاتی تھی، اس امر کے مطالعہ کے لیے بھی ان حکایات میں وافر مواد موجود ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ خدا بخش میں محفوظ ہے۔ ہمارا نسخہ اردو کی طرف سے بقدر ایک ورق یا دو صفحوں کے ناقص ہے۔ تیسرا صفحہ "کامل اور سید المرسلین کہلایا" سے شروع ہوتا ہے، یعنی اس کے قبل کے صفحے میں حمد ہوگی، اور اس سے قبل اردو سر ورق رہا ہوگا۔ چونکہ فی الحال ٹائٹل غائب ہے اس سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے اپنی طرف سے اسے 'حکایات لقمان' نام دیدیا ہے کہ ایسپ' مشرق میں حکیم لقمان کے نام سے مشہور ہیں۔

ہمیں اس گوہر کمیاب کی جانب مناظر صاحب نے متوجہ کیا ؛ اس لیے اس کی خدا بخش اشاعت میں ان کے قلم سے ایک مختصر تعارف بھی شامل ہے۔

امید ہے اس کتاب کی اشاعت سے، اُس حکمت کی بازیافت کی طرف ایک قدم اور بڑھ جائے گا جسے مومن کی کھوئی ہوئی میراث کہا گیا ہے۔

ع ر ب

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی
مارواڑی کالج، بھاگلپور (بہار)

حکایاتِ لقمان

ایسپس فیبلس

ایسپس فیبلس کے تین نسخوں کا پتہ چلتا ہے۔ پہلے نسخہ کی نشاندہی اقبال کرشن کے یکم نومبر ۱۹۶۴ء کے ہفتہ وار "ہماری زبان" علی گڑھ میں شائع شدہ ایک مراسلہ سے ہوتی ہے۔ اقبال کرشن تحریر کرتے ہیں:

"یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ کل صفحات ۱۱۴ ہیں۔ اس میں الیسوپ کے پورے ایک سو قصے ہیں۔ اصل انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ نہ سرورق کا پتہ ہے، نہ پشت ورق کا۔ لہٰذا میں آپ کو بتانے سے قاصر ہوں کہ کس نے چھاپی، کب چھاپی، اب اس لیے میں خود ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب کب چھپی، کہاں چھپی، کس نے ترجمہ کیا تھا؟ واضح ہے کہ اردو چھپائی قدیم اردو ٹائپ میں ہے اور ترجمے کی زبان بھی قدامت کا پتہ دیتی ہے۔"

آخری ورق موجود نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ناقص الآخر ہے۔

دوسرے نسخہ کی نشاندہی یکم دسمبر ۱۹۶۴ء کے "ہماری زبان" میں ہی سلیم تمنائی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس کتاب میں الیسوپ کے پورے ایک سو قصے ہیں۔ لیکن صفحات ۱۴۲ ہیں۔ جسے رام نرائن لال نے الہ آباد سے شائع کیا تھا تاکہ ان لوگوں کو فائدہ ہو جو اردو کی مدد سے انگریزی اور انگریزی کے ذریعے اردو سیکھنا چاہتے ہیں۔ رمضان علی شاہ نے نیشنل پریس الہ آباد میں اسے چھاپا تھا۔ سرورق باتصویر ہے۔ کتاب پر تاریخ طباعت نہیں۔"

یہ بہت بعد کی طباعت معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے فی الحال اس نسخے کو زیرِ بحث لانا ضروری نہیں۔

تیسرا اگران دونوں نسخے سے قدیم اور ضخیم نسخہ خدابخش لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کا پہلا اور دوسرا صفحہ غائب ہونے کے باوجود صفحہ ۳ سے آخری صفحے تک دیکھنے سے ساری ضروری معلومات حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کتاب میں اصل انگریزی کا ہی اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

اقبال کرشن نے تعداد اوراق ۱۱۴ اور سلیم تمنائی نے ۱۴۲ صفحات لکھا ہے۔ نیز قصے کی تعداد ایک سو بتائی ہے۔ لیکن خدابخش لائبریری میں محفوظ کتاب میں ضخامت ۱۸۴ صفحات اور چھوٹی بڑی ۱۹۶ کہانیاں ہیں۔ اتنی کہانیاں ہی انگریزی حصے میں ہیں۔

صفحہ ۱۸۴ پر درج ہے:

"الحمد للہ والمنت کہ یہ کتاب مفید و آسان کہ ہر ایک اس کو پڑھ کر فائدہ پاوے، تمام ہوئی مترجم منشی نظام الدین ہندوستانی۔"

"تاریخ گیارہویں ماہ جمادی الاول ۱۲۶۶ ہجریہ مقدسہ مطابق چھبیسویں مارچ ۱۸۵۰ عیسویہ چھاپہ خانے میں فضل الدین صاحب کے چھاپی گئی ۱۸۴"

اس کے بعد ۳ صفحات میں غلط نامہ (صفحہ، سطر، غلط، صحیح) ہے۔ غلط نامہ کے آخری صفحہ پر "تمام شد" درج ہے اور تمام شد کے نیچے "منشی فضل الدین کے چھاپہ خانے میں چھاپی گئی اور ابراہیم صاحب بن محمد فتح نے چھاپی"۔ انگریزی حصہ ۸۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سبھی کہانیوں میں عنوان رکھا گیا ہے۔ جبکہ اردو میں صرف "نقل نمبر" فلاں کر کے درج ہے۔

●●

حکایات لقمان

کامل اور سید المرسلین کہلایا اگرچہ بہت مُرسل اور نبی ہوے
لیکن ایسا کوئی کامل نہ ہوا اور نہ ہوگا زہے سعادت کہ جس نے
ایسے نبی کا کہنا مانا اور حکم بجالایا اور جس نے انکار کیا منکر کافر
مردود کہلایا آخر اُس نے کچھ نہ پایا **بیت** محال است سعدی کہ
راہے صفا، توان رفت جز در پئے مصطفیٰ، الحق وہ ذات ایسا ہی
لاثانی ہے کہ جس کی صفت خدا نے آپ کی پس انسان کی تو
کیا طاقت کہ اُن کی بزرگی اور فضیلت کا بیان کرے **ابیات**
خُدائیت ثنا گفت تبجیل کرد، زمین بوس قدر تو جبرئیل کردہ چہ
نعت پسندیدہ گویم ترا، علیک الصّلوٰۃ ای نبی الوراء صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ اجمعین وسلّم۔ حمد و ثنائے خدائے جہاں آفرین و
نعت سید المرسلین کے بعد کمترین بندگان منشی نظام الدّین ہندستانی
عرض کرتا ہے کہ جب یہہ عاجز نقلیات یوسف کے ترجمے سے
فارغ ہوا باوجود عدم فرصت و تشویش روزگار دل میں یہہ خیال
آیا کہ اگرچہ وہ کتاب چھپ گئی اور مشہور ہوئی لیکن چاہئے کہ اُس کا

ترجمہ اصل انگریزی سے کیا جاوے اور جتنا مطلب انگریزی
میں ہے اُتنا ہی رہے تاکہ طالبان اِس فن کے کام آوے اگر
کوئی ہندوستانی آدمی انگریزی پڑھ سکے تو ہندی کی مدد
سے انگریزی آسان ہو جاوے اور جو انگریزی دان ولایت زاد
طالب ہندی سیکھا چاہے تو انگریزی کی اعانت سے ہندی زبان کا
سیکھنا سمجھنا آسان ہو یہہ بات دل میں رکھہ اُس کا ترجمہ انگریزی
زبان سے کیا مگر خلاصہ نہ لکھا اس لئے کہ اُس سے چنداں کام نہیں
اکثر اہل ولایت نقلیں پڑھتے ہیں اور اِس مُلک کے باشندوں
سے کام لیتے ہیں ؎ رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ ۔ گرد گلہ
توتیای چشم گرگ ۔ مصنف مُنشی نظام الدین ہندوستانی بالفعل ساکن پونہ

نقل ۱

ایک جوان چالاک مُرغ دو تین جوان مُرغیوں کے ساتھ کہیں
گھوڑے پر کھر چتا تھا جو کچھ اُس میں سے ملتا اُن کو کھلاتا اور
رجھاتا اِتفاقاً اُس میں سے ایک جواہر نکلا اگرچہ اُس کی چمک اور

آبداری سے اُس کو خوب معلوم ہوا کہ یہہ جواہر ہے لیکن نہ سمجھا کہ یہہ کس کام کا ہے چاہا کہ اُس کی حقارت کر کے اپنی نادانی چھپاوے یہہ سوچ بازو اُٹھا سر ہلا اور کھیس نکال کر یوں بولا البتہ تو خوب چیز ہے لیکن مجھے معلوم نہیں تیرا یہاں کیا کام ہے میں سچ بولتا ہوں کہ میرا دل دوسری چیز کی طرف مایل ہے میری دانست میں تو ایک جو کا مزیدار دانہ سب دنیا کے جواہرات سے بہتر اور افضل ہے

نقل ۲

گرمی کے موسم میں ایک دن ایک بھیڑیا اور بھیڑ کا بچہ اتفاقاً دونوں ایک ہی وقت ایک ندی پر جس کا پانی بہت صاف سفید اور پہاڑ پر سے گرتا تھا پانی پینے گئے بھیڑیا تیلے پر کھڑا تھا اور بھیڑ کا بچہ ذرہ دور اُس سے نشیب میں بھیڑیئے نے چاہا کہ اُس سے جھگڑا کرے یہہ سوچ پوچھنے لگا

تم کس واسطے پانی کو ہلاتے ہو ایسا میلا کیا کہ میں پی نہیں سکتا اور بولا کہ جلدی جواب دو اور دلیل روشن سے میری خاطر جمع کرو لیلا اِس دھمکی سے بہت ڈرا اور بہت غریبی اور نرم آواز سے آہستہ بولا ای صاحب میرے خیال میں نہیں آتا کہ یہہ کیسی بات ہی اِس لئے کہ پانی جو میں پیتا ہوں آپ کی طرف سے بہتا ہوا آتا ہی ممکن نہیں کہ اتنی دور میرے سبب سے میلا ہو بھیڑئے نے جواب دیا ہوگا لیکن تو بڑا بد ذات ہی چھہ مہینے ہوئے میں نے سُنا کہ تو مجھے گالیاں دیتا تھا اُس نے جواب دیا میں قسم کھاتا ہوں ای صاحب جس وقت کا ذکر آپ کرتے ہیں اُس وقت تو میں پیدا ابھی نہ ہوا تھا بھیڑیے نے جانا کہ سچ کے آگے زیادہ تکرار کرنا کچھہ فایدہ نہیں اِس پر بہت غصے ہوا غراتا منہہ میں کف بھرے جیسا دیوانہ اُس کے پاس آیا اور بولا ای بد ذات اگر تو نہ تھا تو تیرا باپ تو تھا پس تجھہ میں اور

اُس میں کیا فرق ہے یہہ کہتے ہی اُس غریب بیچارے
بے گناہ کو پکڑ کر چیر ڈالا اور کھا گیا

نقل ۳

کئی ایک مینڈک ہر ایک طرف جھیل اور تالابوں میں خوشی
سے رہا کرتے ایک روز بہت شور و شر سے جمع ہوئے
اور جوپتر سے عرض کی ای حضرت ہمارے واسطے ایک
بادشاہ بھیجئے تاکہ وہ ہماری چال چلن درست کرے اور ہم
کو ایمانداری اور دیانت کا رستہ بتاوے جوپتر اُس وقت
خوش تھا اُن کی بیہودہ عرض سنکر بہت ہنسا اور ایک
لکڑی کا ٹکڑا پانی میں ڈال کر بولا یہہ تمھارا پادشاہ ہے لکڑی
جو یکایک پانی میں گری آواز ہوئی اور پانی ہلا اور چھینٹے
اُڑے اِس سے بہت ڈر گئے اور اُس کے پاس نہ آئے
ذرہ دیر کے بعد جب دیکھا لکڑی نہیں ہلتی آہستہ آہستہ اُس
کے نزدیک گئے آخر معلوم کیا کہ اِس میں کچھ خطرہ نہیں تب

تو بے خوف اُس پر چڑھ بیٹھے غرض جیسا چاہا ویسا سلوک اُس سے کیا لیکن چند روز کے بعد ایسے نادان بے جان گھونے بادشاہ سے ناخوش ہوئے اور اپنا نائب حضور میں بھیجا اور کہا کہ ہم ایسا بادشاہ نہیں چاہتے اور کبھی خوش نہ آئیگا اُس پر اُس نے تقلق کو بھیجا وہ آتے ہی ایک ایک کو چُن چُنکر کھانے لگا تب انھوں نے پوشیدہ مرکری سے عرض کی اور کہا کہ آپ ہمارے واسطے جو پتر سے جا کر کہیں کہ مہربانی سے دوسرا بادشاہ عنایت کرے یا ہم کو پہلی حالت میں رکھے اُس نے جواب دیا اب تو میں ایسا نہ کرونگا جب انھوں نے اپنی خوشی سے ایسا کام کیا تو مناسب ہے کہ اپنے گناہ کی سزا پاتے رہیں

نقل ۷

ایک کوّا ایسا مغرور اور حوصلہ مند تھا کہ اپنے ذات بھائیوں میں رہنے سے راضی اور خوش نہ تھا آخر اُس نے موروں

ایک گرے ہوئے پر چنکر اپنے پروں میں لگائے اور بے تکلف اُن خوب صورت جانوروں کی مجلس میں گیا اُنھوں نے جلدی معلوم کیا کہ یہہ کوّا ہے وہیں اُس کے عاریتی پر اُکھاڑ لئے اُس کے بعد اپنی تیز چونچوں سے خوب مارا اور اُس کی گستاخی کی سزا بخوبی دی اِس پر وہ بہت غمگین ہوکر پھر اپنی برادری میں گیا اور چاہا کہ اُن کے ساتھ رہے اور جہاں تہاں اُڑتا پھرے لیکن اُن کو تو اُس کی یہہ بات پہلے معلوم ہو گئی تھی جان بوجھ کر آنکھ چُرائی اور اپنی مجلس میں آنے نہ دیا بلکہ ایک نے اُن میں سے اُسی وقت یہہ ملامت کی اے بھائی اگر تو اپنی حالت میں خوش رہتا اور جس میں خدا نے تجھ کو پیدا کیا اُس سے نفرت نہ کرتا تو موروں سے ایسا فضیحت نہ ہوتا اور نہ ہم سے ہی ایسی ذلت اُٹھاتا

نقل

ایک کُتا گوشت کا ٹکڑا منہہ میں لئے ندی پار جاتا تھا اپنا عکس

پانی میں دیکھ کر جانا کہ یہہ دوسرا کتا ماس منہہ میں لئے جاتا ہے بے قرار ہو کر چاہا کہ وہ ٹکڑا اُس سے چھین لے یہہ سوچ لالچ کے مارے اُس پر دوڑا وہیں وہ گوشت کا ٹکڑا جو اُس کے منہہ میں تھا پانی میں گر پڑا

نقل ۷

ایک شیر اور کئی ایک جانوروں نے آپس میں قرار کیا کہ ہم سب نیک و بد اور ہر ایک لڑائی میں شریک رہیں اور اِس جنگل میں متفق دوستی سے اوقات بسری کریں ایک روز شکار کو گئے اتفاقاً ایک بڑا موٹا ہرن مارا اُس کے چار حصے کئے اُس وقت ایک شیر اور تین اور جانور وہاں حاضر تھے جب حصے ہو چکے اور رکھے گئے شیر دو تین قدم آگے بڑھ کر اور ایک حصے کی طرف اشارہ کر کے بولا یہہ تو میرا حق ہے میں لونگا اِس لئے کہ میں عالی خاندان شیر کی نسل سے ہوں دوسرے حصے کی طرف دیکھ کر کہنے لگا اگر

میں اِس پر دعوی کروں تو بجا ہے اِس لئے کہ دشمن پر غالب ہونا فقط میری دلیری اور ہمت پر موقوف ہے اور تم کو خوب معلوم ہے کہ لڑائی میں بہت خرچ لگتا ہے اور وہ بے سامان ضروری اور بے پیسے ممکن نہیں پھر تیسرے حصے کی طرف سر ہلا کر بولا یہہ حصہ بھی بادشاہی حق ہے میں لونگا مجھے یقین ہے کہ میری نمک حلال و غادار رعیت جو میں چاہوں اور کہوں بے عذر قبول کریگی وہ باقی حصہ بھی میں لونگا اِس لئے کہ ہماری حالت اِس وقت بہت تنگ ہے اور دنیا میں ہمارا اعتبار بھی نہیں تم کو لازم ہے کہ بے عذر اور بے حُجّت یہہ حصّہ بھی مجھہ کو دو خبردار اس بات میں قصور نہ کیجو نہیں تو پشیمان ہوگے

نقل ۴

ایک بھیڑئے کے گلے میں شکار کھانے کے بعد ایک ہڈّی پھنس گئی اِس دُکھہ سے وہ نہایت بے قرار ہوا اور درد

کے مارے جنگل میں اِدھر اُدھر پکارتا پھرنے لگا جو جانور اُس کو ملتا اُس سے کہتا اے یار مہربانی کرکے یہہ ہڈی میرے گلے میں سے نکال بلکہ انعام کا لالچ بتاتا کہ اگر کوئی یہہ کام کریگا تو میں اُس کو بڑا انعام دونگا آخر بگلے نے انعام کے لالچ سے یہہ بات قبول کی لیکن پہلے اُس کو قسم کھلائی اِس کے بعد اُس کے گلے میں اپنی لنبی گردن ڈالی اور وہ ہڈی نکالی پھر انعام مانگنے لگا تب بھیڑیئے نے حقارت سے اُس کی طرف دیکھ کر کہا مجھے معلوم نہ تھا کہ تو ایسا نادان لالچی ہے تیرا سر تو میرے گلے میں تھا اگر میں چاہتا تو چبا ڈالتا میں نے سلامت نکالنے دیا اِس پر بھی تو راضی اور شکر گذار نہیں

نقل ۹

ایک ہرن ندی میں جس کا پانی بہت صاف سفید اور پہاڑ پر سے گرتا تھا پانی پینے گیا اپنی شکل پانی میں دیکھ کر بہت خوش ہوا تھوڑی دیر تک سر سے پاؤں تک اپنی صورت دیکھتا رہا

بولا واہ میرے سر پر کیا ہی خوش نما شاخدار سینگ ہیں جن سے میرا منہہ خوب صورت نظر آتا ہے اگر میرے دوسرے اعضا ویسے ہوتے تو میں کسی کو خاطر میں نہ لاتا اور میرے موافق کوئی نہ ہوتا لیکن میرے پاؤں ایسے خراب ہیں کہ جن سے مجھے شرم آتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ ہرن کے پاؤں اُس کے حق میں کام کے ہیں اکثر اُس کو بچاتے ہیں لیکن میری دانست میں ایسے پتلے اور بدڈول ہیں کہ اگر مطلق نہ ہوتے تو خوب ہوتا یہی خیال کرتا تھا کہ اِتنے میں کُتے اور شکاریوں کے دوڑنے کی آواز سُنکر جو اُس کی بو سے اُدھر آتے تھے ڈرا اور میدان میں دوڑتا چھلانگیں بھرتا ہوا چلا ایسا جلد کہ کُتے اور شکاری بہت دور رہ گئے آخر ایک جھاڑی میں گھسا بدبختی سے اُس کے سینگ ایک جھاڑ کی ڈالیوں میں پھنس گئے لاچار وہاں ہی اٹک رہا اِتنے میں شکاری اور کُتے آ پہنچے وہیں اُس کو پکڑ لیا جب اُس نے یہہ حالت

دیکھی تب جان کندنی کی حالت میں یوں بولا میں بڑا بدبخت ہوں مدت کے بعد اب مجھے معلوم ہوا کہ جن پر میں مغرور تھا انھوں نے ہی مجھ کو ہلاک کیا اور جن کو خراب سمجھتا تھا وہی میری مخلصی کا باعث تھے

نقل ۹

ایک کوا پنیر کا ٹکڑا ایک جھونپڑی کی کھڑکی میں سے لیکر ایک درخت پر جا بیٹھا اور کھانے لگا لومڑی یہہ دیکھ کر اُس درخت کے نیچے آئی اور کوّے کی خوب صورتی کی تعریف کرنے لگی بولی میں سچ کہتی ہوں مجھے پہلے معلوم نہ تھا کہ تمھارے پر ایسے سُفید نازک خوش نما ہیں میں نے تو کبھی ایسا خوش نما جانور نہیں دیکھا واہ کیا اچھا ڈیل ڈول اور خوب صورت شکل ہے مجھے شک نہیں کہ تیری آواز بھی اچھی نہ ہو اگر وہ بھی تیری شکل کے مطابق ہو تو کوئی جانور تجھ سا نہ ہوگا کوا اپنی تعریف سُنکر بہت خوش ہوا اور خوشی کے مارے اپنے تئیں بھول گیا سمجھا کہ لومڑی کو میری خوش الحانی میں شک ہے چاہا کہ یہہ

شُبہ اُس کے دل سے مِٹا وے یہہ سوچ کاں کاں کرنے لگا وہیں پنیر کا ٹُکڑا مُنہہ سے گر پڑا لومڑی تو یہی چاہتی تھی جلدی اُٹھا لیا اور کوّے کی نادانی پر ہنستی ہوئی چلی گئی

نقل ۱۰

ایک کُتّی جننے پر تھی اُس نے دوسری کُتی سے جا کر کہا اپنا گھر مجھے دے جب میری بچکی کے دن پورے ہو جاویں تو میں تمھارا گھر خالی کر دونگی اُس کُتّی نے یہہ بات قبول کی اور وہیں گھر اُس کے حوالے کیا جب وعدہ ہو چکا وہ آئی اور بولی میں بہت خوش ہوں تو خیریت سے جنی اب تو تندرست ہے میری کمال خوشی ہے کہ تو باہر پھرے ہوا کھاوے مجھے بھی گھر بغیر تکلیف ہے میں اِس سے زیادہ باہر رہ نہیں سکتی چاہئے کہ تم اپنے واسطے دوسرا گھر تلاش کرو بچہ نے جواب دیا میں بہت شرمندی ہوں کہ اِتنے دن تک تیرا گھر روکا اور تجھے تکلیف دی میں ابھی باہر جاتی لیکن کیا کروں کہ اب تک میرے

پلّے ایسے کم زور اور چھوٹے ہیں کہ میرے پیچھے نہیں چل سکتے اگر مہربانی سے اور پندرہ روز رہنے کی اجازت دو تو تمھارا بڑا احسان ہوگا گھر کی مالک رحم دل اور نیک خصلت تھی اُس نے اُس کی یہہ بات بھی قبول کی جب وے پندرہ دن ہو گئے وہ پھر آئی بولی اب تم کو یہاں سے جانا ہوگا میں ایک دن بھی رہنے نہ دونگی چچا نے کہا کیا مجھے یہاں سے جانا ہوگا ہم دیکھینگے تو یقین جان کہ جب تک مجھے اور میرے پلّوں کو مار کر نہ نکالے تب تک یہہ گھر تیرے ہاتھ نہ آیگا

نقل ۱۱

ایک بیل میدان میں چرتا تھا اُس کا پاؤں کئی ایک مینڈکوں پر پڑا ایک اُن میں سے مر گیا جب اُن کی ماں گھر میں آئی سب احوال جو گذرا تھا کہہ سُنایا اور بولے وہ جانور ایسا موٹا تھا کہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا اُس نے اپنا چتلا پیٹ پُھلا کر کہا کیا وُہ ایسا موٹا تھا انھوں نے کہا اِس سے بہت موٹا تھا پھر پُھلا کر

بولی دیکھو ایسا موٹا تھا جواب دیا اگر پیٹ پھلا کر مر بھی جاوے تو بھی اُس کو نہ پاوے یہہ سُنکر اور بھی پھلانے لگی یہاں تک کہ پیٹ پھٹکر مر گئی

نقل ۱۲

ایک لومڑی نے لقلق کی ضیافت کی خوش طبعی کے واسطے میز پر ضیافت کا سامان کچھہ نہ لائی مگر کچھہ شوربا ایک چوڑے اُتھلے برتن میں ڈال اُس کے آگے لا رکھا وہ آپ بہت آسانی سے کھانے لگی لیکن لقلق کی چونچ نوکدار اور لنبی تھی کچھہ نہ کھا سکا چند روز کے بعد اُس نے بھی لومڑی کی ضیافت کی لیکن ایک شیشے میں کچھہ قیمہ ڈال اُس کے آگے رکھا اُس شیشے کی گردن لنبی اور تنگ تھی لقلق اپنی لنبی گردن کے سبب آسانی سے کھانے لگا لومڑی اگرچہ بھوکھی تھی پر کچھہ کھا نہ سکی مگر جو اُس کی چونچ سے کنارے لگتا وہ چاٹتی لومڑی پہلے بہت ناخوش ہوئی لیکن جب رخصت ہونے لگی

کہا جیسا میں نے کیا ویسا ہی تو نے کیا اِس پر ناخوش ہونا مجھے مناسب نہیں یہہ میرے واسطے عبرت ہے

نقل ۳:

ایک مادہ عُقاب اپنے بچوں کے واسطے کچھ شکار تلاش کرتی تھی ایک لومڑی کا بچہ جو دھوپ میں پڑا تھا دیکھا اُس کو اُٹھا کر لے چلی اِتنے میں اُس کی ماں آئی اور رو رو کے کہنے لگی میرے بچے کو مت لیجاؤ میرے حال پر رحم کھاؤ ماں کو بچے کے مرجانے یا گم ہونے سے زیادہ کوئی دُکھ نہیں عقاب کا گھونسلا اونچے درخت پر تھا سمجھی کہ مجھے کسی طور سے کچھ خطرہ نہیں اِس لئے لومڑی کی آہ وزاری پر کچھ ترس نہ کیا بے خوف بے رحمی سے اُس کا بچہ اُٹھا کر لیگئی وہ سیانی لومڑی اُس کی سنگدلی سے بہت ناخوش ہوئی بدلا لینے کے واسطے ایک کھیت کی طرف جہاں کئی ایک آدمیوں نے ایک حلوان قربان کیا تھا دوڑی گئی اور وہاں سے لوکتی

منہہ میں لیکر اُس درخت کی طرف جہاں اُس عقاب کا گھونسلا تھا بدلا لینے کے واسطے دوڑی اور اُس درخت پر چڑھنے لگی یہہ دیکھہ کر وہ عقاب اپنے گھر کی خرابی سے دل میں بہت ڈری کہ شاید یہہ میرا گھر جلا دیگی یہہ سوچ کر بولی ای لومڑی معاف کر غرض بہت عذر کر اُس کا بچہ صحیح اور سلامت اُس کے حوالے کیا

نقل ۱۴

ایک چھوٹے حرام زادے گدھے کو ایک روز سُوّر ملا وہ اُس سے بطور رمز بولا ای بھائی سلام سُوّر اُس کی گستاخی سے بہت ناخوش ہوا اور بولا مجھے عجب آتا ہے کہ تو ایسا بے شرم کیوں ہے اور جھوٹھہ کیوں بولتا ہے چاہا کہ اپنے دانت سے اُس کا پیٹ پھاڑے لیکن برداشت کر کے بولا ای بد ذات چلا جا اگرچہ میں تجھہ کو بہت سہج مار سکتا ہوں اور بدلا لے سکتا ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ

تجھ ایسے کمینے جانور کے خون سے اپنی ڈاڑھ ناپاک کروں

نقل ۱۶

ایک مینڈک جھیل میں سے جھانکتا تھا ایک میدان میں دیکھا کہ دو بیل آپس میں لڑتے ہیں اپنے دوست سے کہنے لگا دیکھہ وہاں کیا خراب کام ہو رہا ہے ای یار معلوم نہیں کہ ہم پر کیا آفت آوے دوسرے نے کہا ای یار یہہ کچھ نہیں تو کیوں ڈرتا ہے ہم کو اُن کی لڑائی سے کیا نقصان اُن کی ذات جُدی ریت دستور نِرالا ہم کو اُن سے کچھ نسبت نہیں وے اِس واسطے لڑتے ہیں کہ ایک دوسرے کو مار کر آپ گلے کا مالک ہو پہلے نے جواب دیا یہہ بات سچ ہے اُن کی ذات رسم دستور ہم سے ظاہر میں جُدا نظر آتا ہے لیکن جانو کہ ایک اُن میں سے فتح پاویگا اور جو مغلوب ہوگا سو وہاں سے بھاگ کر پناہ کے لئے یہاں آویگا اور ہم میں سے کئی ایک کو پاؤں میں مل ڈالیگا اب تو تو نے

دریافت کیا کہ اُن کی لڑائی میں ہم کو کیا نسبت ہے

نقل ۱۶

ایک چیل کئی ایک دن کبوتر خانے کے آس پاس اُڑتی رہی اور اکثر اُن کے پیچھے لگی لیکن ایک کبوتر بھی اُس کے ہاتھ نہ آیا اِس لئے کہ وے اُس سے بہت زیادہ تیز پرواز تھے آخر چاہا کہ فریب سے اُن کو پکڑے آخر ایک روز قابو پاکر اُن کے پاس گئی اور ظاہر کیا میرے دل میں تمھاری طرف سے بدی کا ارادہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ چاہتی ہوں کہ جیسا تم پہلے خوش اور آزاد رہتے تھے اب بھی ویسا ہی خوش رہو اور میں نہایت غمگین ہوں کہ تم ہمیشہ دوسرے جانوروں کے ظلم اور حملے سے ڈرتے رہتے ہو اور خاص مجھ سے ناحق بے سبب دل میں اندیشہ کرتے ہو تم سمجھتے ہو کہ یہہ ہم پر زبردستی اور ظلم سے بادشاہت کیا چاہتی ہے تمھاری تسلی اور خاطر جمعی کے واسطے ایک تدبیر بتاتی ہوں جس سے ہمارے تمھارے

درمیان کچھ خلش فساد نہ رہے وہ تدبیر یہہ ہے کہ مجھے اپنا بادشاہ بناؤ اور سب بادشاہی حق اور بند وبست میرے حوالے کرو ناداں اِن کبوتروں نے قبول کیا چیل نے جلوس کے وقت اپنے تاج کی قسم کھائی کہ میں کبھی ظلم نکرونگی اور کبوتروں نے بھی قسم کھاکر کہا کہ ہم ہمیشہ وفاداری اور جاں نثاری میں قصور نہ کرینگے چند روز کے بعد وہ چیل اُن سے یوں کہنے لگی سنو یہہ بھی ایک بادشاہی حق ہے کہ جب میں چاہوں تم میں سے کسی کو کھاجاؤں یہہ کہہ کر کھانے لگی لیکن اُس نے اِسی پر قناعت نہیں کی اپنی برادری اور لڑکے بالوں کو بھی بُلایا اور اُن کو بھی یہی کام سکھایا جب کبوتروں نے اپنی یہہ خراب حالت دیکھی آپس میں کہنے لگے ہماری یہی سزا ہے افسوس ہم نے کیوں اُس کو آنے دیا

نقل ۱۷

جب اگلے زمانے میں دو عورتیں رکھنے کا دستور تھا اُس وقت

ایک آدمی کے پاس دو جوروان تھیں ایک اُس کے ہم عمر ادھیڑ تھی یہہ سیانی عورت اپنا بڑھاپا اور عیب اچھے لباس اور دوسرے سنگار سے چھپاتی اور اُس سبب سے کبھی کبھی اپنے خصم کا دل لُبھاتی دوسری نوجوان سترہ برس کی نہایت خوب صورت تھی اس کو بناؤ کی کچھ حاجت نہ تھی وہ اپنے خصم کو بہت ہی خوش رکھتی لیکن وہ آپ خوش نہ تھی اُس آدمی کے سر کے بال کچھ کالے اور کچھ سُفید تھے اِس سے وہ آزردہ رہتی اور اُس کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے عمر میں بڑا ہے جب اُس کے بالوں کو کنگھی کرتی گئی ایک سُفید بال موچنے سے اُکھاڑ ڈالتی اگرچہ وہ بوڑھا تھا لیکن وہ چاہتی تھی کہ وہ بوڑھا نظر نہ آوے وہ عورت جو اُس کی ہم عمر تھی وہ سمجھتی تھی کہ سفید بال میرے خصم کی بُزرگی اور عزت کا نشان ہیں چاہتی تھی کہ سب ویسے ہی ہو جاویں اور وہ بُزرگ صورت نظر آوے اور یہہ بھی چاہتی تھی کہ میں اُس سے جوان دکھائی دوں

جب اُس کی باری ہوتی تو کچھ کالے بال اُکھاڑ ڈالتی ایک کو دوسری کا ارادہ معلوم نہ تھا ہر ایک اِسی طرح سے کرتی رہی وہ آدمی سمجھتا تھا کہ محبت سے میری بہتری کا کام کرتی ہیں لیکن چند مُدت کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ سر پر ایک بال بھی نہیں

نقل ۱۲

ایک ہرن جنگل میں ایک جھاڑی میں سے نکلا اُس کے پیچھے کتے اور شکاری لگے وہ بھاگتا بھاگتا ایک کسان کے گھر کی طرف آیا بیلوں کے تھان کا دروازہ کُھلا دیکھ کر اندر گیا اور گھاس کی تال کے نیچے چھپ رہا ایک بیل نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم یہاں جان دینے کیوں آئے ہو البتہ مارے جاؤگے ہرن نے کہا ای بھائی اگر مہربانی سے مجھے چھپا رہنے دو تو مجھے اُمید ہے کہ میں بچ جاؤں قابو پاکر یہاں سے چلا جاؤنگا غرض وہ شام تک وہاں دبکا رہا؛ اتنے میں ایک بیل چرانے والا ہاتھ میں چار پانچ پولیاں لئے وہاں آیا لیکن اُس نے

اسے نہ دیکھا ہر ایک نوکر آیا گیا پر کسی نے اُس کو نہ دیکھا
داروغہ بھی دستور کے موافق آیا اور اِدھر اُدھر دیکھا بھالا
اُس کی نظر بھی نہ پڑا اس پر وہ ہرن خوشی کے مارے پھولا
نہ سمایا بیلوں کی طرف متوجہ ہو کر شکر کرنے لگا ای یارو
تم بڑے رحم دل ہو میں نے کبھی ایسے بامُروّت شخص نہیں دیکھے
ایک بیل نے جواب دیا ای یار ہماری کمال خوشی ہے کہ تو
ہر ایک صورت سے بچ جاوے لیکن یہاں ایک شخص ہے جس کو
تم نہیں جانتے ہو اُس کی سو آنکھیں ہیں اگر وہ آجاوے تو
تیری جان ایک گھاس کے تنکے سے بھی زیادہ بے قدر ہوگی
اتنے میں گھر کا مالک جو پڑوس میں ضیافت کھانے گیا تھا
آیا بیلوں کو دُبلا دیکھ کر تھان میں گیا اور کہا اِن کو کس واسطے
اور چارا نہ ڈالا پھر نیچے دیکھ کر بولا بیلوں کے نیچے گھاس
کم ہے کیا سبب اور ڈالو پھر بولا یہہ مکڑیوں کا جالا کیوں نہیں
نکالا میں نے کئی دفع کہا لیکن تم نے نہ سنا کیا میں آپ نکالوں

اِسی طرح وہ ہر ایک چیز کو دیکھتا تھا اتفاقاً گھاس میں سے ہرن کے سینگ نظر آئے اِس پر وہ پُکار کر کہنے لگا دوڑو یہاں ہرن دبکا ہے یہہ سنتے ہی نوکر دوڑے اور ہرن کو مارلیا

نقل ۱۹

چاندنی رات میں ایک دُبلے بھوکھے بھیڑئے کو موٹا تازہ کُتّا ملا خیر و عافیت کے بعد بھیڑے نے اُس سے پوچھا ای یار تو تو خوب تازہ توانا نظر آتا ہے میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے تجھ سا کوئی جانور موٹا تازہ آسودہ نہیں دیکھا بیان کیجئے کہ تم کیسے خوش گذران ہو ہرچند میں تم سے دس حصّے زیادہ محنت کرتا ہوں اِس پر بھی بھوکھوں مرتا ہوں کُتّے نے جواب دیا ای یار اگر تو مجھہ سا کرے تو تو بھی خوش رہے بھیڑئے نے پوچھا وہ کیا بات ہے کُتّے نے کہا رات کو گھر کی خبرداری کرنی اور چوروں کو نہ آنے دینا فقط یہی کام ہے بھیڑئے نے کہا جان و دل سے یہہ کام کرونگا اِس وقت میری حالت بہت تنگ ہے

ہیں ہر روز غذا کی تلاش کے واسطے جنگل میں حیران پریشان
پھرتا ہوں بارش یخ اور برف کے صدمے سہتا ہوں اگر
گرم گھر رہنے کو اور بیت بھر کھانا ملے تو میرے واسطے اِس
سے بہتر کوئی بات نہیں کُتّے نے کہا ہاں یہہ بات سچ ہے اب
کچھ سوچ مت کرو میرے پیچھے چلے آؤ یہہ کہہ کر چلے رستے میں
بھیڑیا کُتّے کے گلے پر کا نشان جو پٹّے سے پڑ گیا تھا دیکھکر
بہت متعجب ہوا اور بے اختیار بے قرار ہو کر پوچھنے لگا ای
یار یہہ کیا ہے کُتّے نے کہا کچھ نہیں بھیڑیے نے کہا نہیں صاحب
بیان کیجئے کُتّے نے جواب دیا اگر تم بجد اِس احوال کو دریافت
کیا چاہتے ہو تو سنو میں ذرہ درندہ بدخو ہوں اِس لئے دن کو
بندھا رہتا ہوں مُبادا کسی کو نہ کاٹوں اور رات کو چھوڑ دیتے
ہیں لیکن یہہ اِس واسطے کرتے ہیں کہ میں دن کو سو رہوں اور
رات کو بخوبی چوکی دوں سورج غروب ہوتے ہی مجھ کو
چھوڑ دیتے ہیں پھر جدھر میرا دل چاہتا ہے چلا جاتا ہوں اور

رات کو کھانے کے بعد میرا صاحب اپنے ہاتھ سے ہڈیاں وغیرہ کھانا میرے واسطے لاتا ہے اور جو ٹکڑا یا رچہ لڑکوں بالوں کے کھانے سے بچتا ہے سب میرے سامھنے ڈال دیتے ہیں معلوم کرو کہ ہر ایک مجھ کو چاہتا ہے اب تو تم نے دریافت کیا بھیڑیا یہہ سُنکر کھڑا رہا تب کُتّے نے کہا چلو کیا سوچتے ہو بھیڑئے نے کہا ای یار یہہ خوشی اور آرام تجھ کو ہی مُبارک ہو میرے نزدیک تو آزادگی بڑی چیز ہے اس طور سے جیسا تم نے بیان کیا اگر کوئی مجھ کو بادشاہ بھی کرے تو بھی قبول نہیں

نقل ۲

ایک بھیڑئے نے بھیڑ کے بچے کو ایک بکری کے ساتھ دیکھ کر کہا ای بچے تم بھولے یہہ تمھاری ماں نہیں ہے بھیڑوں کے گلے کی طرف اشارہ کرکے بولا دیکھو تمھاری ماں وہاں ہے اُس نے جواب دیا ہوگی جس نے کئی ایک مہینے بہ لاچاری مجھ کو پیٹ میں رکھا اور اُس کے بعد بے فکر اِس دنیا میں ڈال دیا کیا

اُس کو تم میری ماں کہتے ہو میں تو اِس نیک بخت باحُرمت بکری کو اپنی ماں جانتا ہوں جس نے میری حالت پر رحم کھایا اور مجھے پالا پوسا بلکہ اپنے بچے سے بچا کر مجھ کو دودھ پلایا اُس نے کہا یہہ بات سچ ہے لیکن چاہئے کہ جس نے تجھے جنا اُس کی محبت دل میں رکھے جواب دیا معاذ اللہ میں کیوں بولوں کہ اُس نے مجھ کو جان دی اِس لئے کہ اُس کو اتنا بھی معلوم نہ ہوا کہ میرا بچہ کالا ہوگا یا سفید فرض کیا کہ اُس نے مجھے جنا لیکن یہہ میرے ساتھ بڑا احسان کیا کہ اُس نے نر جنا جس سے میں ہر روز قصابوں سے ڈرتا رہتا ہوں جس نے جنم سے آج تک کسی طرح میرے ساتھ مُروّت احسان محبت نہ کی اُس کو میں کیونکر اپنی ماں بولوں اور محبت کروں میں تو اِس بکری رحم دل کو اپنی ماں جانتا ہوں جس نے مجھے پالا اور آج تک پالتی ہے

نقل ۲۱

ایک روز مور نے جو نو سے عرض کی اے دیبی میری آواز

بہت خراب ہی دیکھو بُلبُل کیسی خوش الحانی سے موصوف ہی ہر ایک آدمی اُس کی آواز سنکر خوش ہوتا ہی اور جب میں بولتا ہوں تو مُنہہ کھولتے ہی میری بدآواز پر لوگ ٹھٹھے مارتے ہیں دیبی نے اُس کی یہہ التجا سُنکر بہت مہربانی سے کہا ای میرے عزیز جانور اگر بُلبُل خوش الحانی سے موصوف ہی تو تو بھی خوب صورت اور ڈیل ڈول میں بڑا ہی اُس نے کہا جب میری اواز خوب نہیں تو میری بزرگی اور خوب صورتی کس کام کی تب دیبی نے سنکر یوں کہا اور رخصت کیا ای عزیز خدا نے ہر ایک مخلوق کو ہر ایک وصف سے موصوف کیا ہی تجھ کو خوب صورتی عقاب کو زور بُلبُل کو خوش الحانی توتے کو گفتگو فاختے کو بے جُرمی جیسا وہ ہر ایک اپنی اپنی قسمت پر راضی ہی ویسا ہی تو بھی راضی برضا رہ اگر تو ایسا کریگا تو تو بھی ہمیشہ خوش رہیگا

نقل ۲۲

ایک بھوکھی لومڑی انگوروں کے منڈوے تلے آئی دیکھا کہ انگور کے خوشے خوش رنگ پکے لٹکتے ہیں لیکن بہت اونچے ہر چند چاہا اور بہت کودی لیکن ایک انگور اُس کے ہاتھ نہ لگا آخر لاچار ہو کر یوں بولی جو چاہے سو لے میں تو ایسے کچے اور کھٹے نہ کھاؤنگی یہہ کہہ کر چلی گئی

نقل ۲۳

ایک سانپ لوہار کی دوکان میں آیا کچھ کھانے کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرنے لگا ایک سوہان دیکھ کر اُس کو چبانے لگا سوہن نے کہا ای یار بہتر یہی کہ تم مجھکو چھوڑ دو میرے چبانے سے تجھ کو کچھ فایدہ نہ ہوگا اِس لئے کہ کام کے وقت میں لوہے اور فولاد کو کھا جاتا ہوں

نقل ۲۴

ایک لومڑی کوئے میں گر پڑی ہر چند کوشش کی لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا اِتنے میں ایک بکری وہاں پانی پینے آنکلی لومڑی

سے پوچھا ای بہن یہہ پانی اچھا ہے جواب دیا واہ ایسا میٹھا
کہ میں اُس کی تعریف نہیں کرسکتی میں نے اتنا پیا ڈرتی ہوں کہ
میں شاید بیمار نہ ہو جاؤں بکری یہہ سنکر بے سوچ اندر
کودی لومڑی اُس کے سینگوں پر پاؤں رکھہ سہج کوئے
کے باہر آئی اور بکری وہیں رہگئی

نقل ۲۷

ایک گاؤں والے نے جاڑے کے موسم میں ایک سانپ
کو جو برف اور سردی کے مارے ادہ موا باڑ کے نزدیک
پڑا تھا دیکھا اُس کے حال پر ترس کھاکر اُس کو اپنے گھر میں
لایا اور آگ کے نزدیک رکھا ذرہ دیر کے بعد جب گرمی پہنچی
لہرانے اور اُس کی جورو بچے پر دوڑنے لگا اور پھنکاری
مارنے یہہ شور اور جورو بچے کا چلانا سنکر وہ ہاتھہ میں ایک
لٹھہ لئے دوڑا آیا اور اُس کو مار ڈالا اور یہہ بات بولا ای
بد ذات جِس نے تیرے ساتھہ نیکی کی اور جان بچائی اُس کا

یہی نتیجا ہے جو تو کیا چاہتا تھا مر جا ای بد ذات ایک دفع
موت کا عذاب تیرے واسطے بس نہیں بلکہ بہت دفع

نقل ۲۶

کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں پہاڑوں میں سے رونے چلانے کی آواز آنے لگی دور اور نزدیک کے سب لوگ سُنکر وہاں گئے دیکھیں کہ اُس میں سے کیا پیدا ہوتا ہے بہت دیر تک منتظر رہے آخر ایک چوہا اُس میں سے نِکلا

نقل ۲۷

ایک دن ایک مکھی اور چیونٹی دونوں اپنی اپنی بزرگی اور فضیلت کی بابت جھگڑنے لگیں اور بہت گرمی اور تپاک سے اُس مقدمے میں بحث و تکرار کرتے مکھی نے کہا میری بزرگی مشہور ہے اور بہت خوب بن آئی خدا کی نیاز اور قربانی کے واسطے جو جانور ذبح ہوتا ہے پہلے میں اُس کی انتریوں کا مزہ چاکھتی ہوں مسجد اور خانقاہوں میں سب سے بہتر جگہہ مجھے مِلتی ہے اور

میں اکثر قربان گاہ میں جاتی ہوں دربار میں بے روک ٹوک چلی جاتی ہوں اور بادشاہ کے کاندھے پر بے تکلف جا بیٹھتی ہوں ہر ایک نازنین خوب صورت عورت جو میری طرف سے ہو کر نکلتی ہے اگر مرا دل چاہتا ہے تو میں اُس کے لب شیرین پر جا بیٹھتی ہوں کھانے پینے کے واسطے مجھے کچھ محنت اور دقت نہیں ہر ایک بہتر چیز بے رنج اور تردد میسّر ہے تو بیچاری غریب میرے درجے اور بزرگی کو کیا پاتی ہے اور میری برابری کب کر سکتی ہے چیونٹی یہہ اُس کی بات سنکر بولی خدا کی نیاز میں جانا البتہ بزرگی اور عزت ہے مگر جب کوئی بلاوے میں نہیں چاہتی کہ بن بلائے تیری طرح بے شرمی سے کہیں جاؤں تو جو دربار بادشاہ اور نازنینوں کے لب پر جا بیٹھنے کا فخر کرتی ہے سو بھی بیجا ہے اِس لئے کہ ایک دن میں گرمی کے موسم میں دانہ لانے کے واسطے جاتی تھی تم میں سے ایک شخص کو شہر پناہ کے تلے غلیظ چیز پر جس کا نام

لینا مناسب نہیں بیٹھے دیکھا وہ عزیز اُس کو چھیڑ چھیڑ کہتا تھا
تھا سجدوں میں جو تو جاتی ہے سو اِس کا سبب یہہ ہے کہ
تو سست اور مجہول ہے اِس لئے وہاں جا رہتی ہے کہ کچھ تکلیف
نہ ہو مجھے خوب معلوم ہے کہ جو لوگ سست ہیں اور کوئی اُن
کو مجلس میں نہیں آنے دیتا وے قربان گاہ اور تکیوں میں
جا بیٹھتے ہیں تو کہتی ہے کہ میں کچھ کام نہیں کرتی بے محنت مجھے سب
کُچھ ملتا ہے یہہ سچ ہے لیکن جب تو گرمی کے دن کھیل تماشے
میں کھوتی ہے تو جاڑے میں بھوکھ سے مرجاتی ہے اور ہم
گرم گھروں میں کھاتے پیتے خوشی سے گذران کرتی ہیں

نقل ۲

ایک تازی کتا جوانی میں بہت چالاک تیز رو تھا اکثر اُس عالم
میں بہت سا شکار مارتا اور صاحب کا دل خوش رکھتا آخر بوڑھا
ہو گیا اور اِس سبب سے اُس کا زور اور قوت بھی بہت کم ہوئی
اُس حالت میں ایک روز اُس کا صاحب شکار کو گیا ایک کھیت

میں سے ایک ہرن نکلا اُس نے وہ کُتا اور دوسرے کُتے اُس کے پیچھے چھوڑے اُس کُتے نے باوجود کم زوری اور بڑھاپے کے سبب سے پہلے جاکر اُس ہرن کی ٹانگ پکڑلی اُس کے دانت کچھ ٹوٹے اور کئی ایک ہل رہے تھے اِس سبب سے وہ اُس کو گھکر نہ پکڑ سکا اِس صورت میں ہرن اُس کے منہہ سے چھٹکر چلا گیا یہہ دیکھہ اُس کا صاحب بہت غصّے میں آیا اور مارنے دوڑا تب کُتّے نے بہت عاجزی سے کہا ای صاحب اپنے قدیم نمک حلال نوکر کو مت مارئے میں نے جان بوجھکر ہرن کو نہیں چھوڑا لیکن کیا کروں ضعیفی اور کم زوری کے سبب سے چھوٹ گیا اگر آپ کو اِس میری حالت سے ناخوشی حاصل ہوتی ہی تو واجب ہی کہ میری پہلی خدمت گذاری یاد رکھیں

نقل ۲۹

ایک چیل بہت مدت تک بیمار تھی جب دیکھا کہ اب جینے کی امید نہیں تب اپنی ماں سے کہا ای ماں ہر ایک مسجد اور خانقاہ

میں جاکر میرے حق میں دعا مانگ کہ میں چنگی ہو جاؤں اُس نے جواب دیا اے لختِ جگر میں ہر ایک صورت سے چاہتی ہوں کہ تو صحت پاوے لیکن میں ڈرتی ہوں کہ اِس حالت میں خدا میری دُعا قبول نہ کرے اور میں بھی تمہاری خاطر کیا منہہ لیکر دعا مانگوں اس لئے کہ تیری ساری عمر چوری اور بدکاری میں گذری یہاں تک کہ خدا کی نیاز میں سے بھی چُرانے اور لیجانے کا خوف نہ کیا

نقل ۳۰

ایک روز بہت آندھی چلی یہاں تک کہ جنگل کے سب درخت ہل گئے اور بہت سا شور پیدا ہوا گئی ایک خرگوش جو ایک رمنے میں رہتے تھے یہہ شور سُنکر بہت گھبرائے اور دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگنے لگے چاہا کہ اپنے تئیں سلامتی کی جگہہ پہنچاویں اور اگر یہہ میسر نہ ہو تو بہتر ہی کہ اِس مصیبت سے اپنے تئیں ہلاک کریں اِسی تردّد میں تھے کہ اِتنے میں بارتو تی دیکھکر اُس میں سے نکلے اور بھاگتے چلے ذرہ دور

آگے ایک ندی ملی یہہ دیکھکر بہت نااُمید ہوئے اور آپس میں کہنے لگے اے یارو ہم جدھر جاتے ہیں اُدھر ہمارے پیچھے ایک نہ ایک آفت لگی ہی آتی ہے بہتر ہے کہ اِس ندی میں ڈوب مریں تاکہ اِس مُصیبت سے چُھٹکارا پاویں ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے یہہ ارادہ کر کے جب کنارے پہنچے کئی ایک مینڈک جو وہاں بیٹھے تھے اُن کو دیکھ کر ڈرے اور ندی میں کود پڑے یہہ دیکھ کر ایک بوڑھے سیانے خرگوش نے اُن سے کہا کھڑے رہو خبردار مت ڈوبو دیکھو جیسا ہم کو خوف و ہراس ہے ویسا ہی دوسرے جانوروں کو بھی ہے مت سمجھو کہ ہم ہی سب سے زیادہ دُکھیارے ہیں بلکہ ضرور ہے کہ اُن کی حالت سے عبرت گزیں ہوں اور جو دُکھ سُکھ خدا نے قسمت میں لکھا ہے سہیں اور صبر کریں

نقل ۳۱

ایک شیر گرمی اور شکار کرنے کے سبب سے بہت تھک گیا اور ایک بڑے جھاڑ کے نیچے لیٹ گیا سونے کے وقت کئی ایک

چوہے اُس کی پیٹھ پر کودنے لگے اِس سے وہ چونک پڑا اُن میں سے ایک کو اپنے پنجے میں پکڑ لیا اور چاہا کہ اُس کو مار ڈالے اِتنے میں اُس غریب چوہے نے بہت عاجزی سے کہا ای شیر مجھ غریب پر رحم کر تم کو لازم نہیں کہ ایسے چھوٹے کم زور کے مارنے سے بدنام ہو شیر نے سوچ کر جانا کہ سچ تو کہتا ہے یہہ سوچ کر اُس کے حال پر ترس کھایا اور وہیں اُس کو چھوڑ دیا چند روز کے بعد وہی شیر کہیں شکار کے وقت شکاریوں کے جال میں پھنس گیا بہت چاہا کہ اُس میں سے نکلے لیکن نہ نکل سکا آخر لاچار ہو کر بھبکنے لگا چوہے نے یہہ آواز سُنکر معلوم کیا کہ وہی شیر ہے وہیں وہاں گیا اور بولا ای شیر میں تمھارا دوست ہوں دل میں کچھ اندیشہ مت کرو یہہ کہکر وہ جال اپنے تیز دانتوں سے کاٹ ڈالا اور اُس کو اِس آفت سے چھڑا دیا

نقل ۳۲

شیر مذکور چوہے کے احسان سے بہت خوش ہوا دل میں

لایا مناسب نہیں کہ میں سخاوت اور شجاعت میں کسی جانور سے کم کہلاؤں یہہ سوچ کر چاہا کہ اُس چوہے کے ساتھہ احسان کے بدلے کچھہ احسان کرے یہہ سمجھہ اُس سے کہنے لگا ای چوہے جو تو مجھہ سے مانگیگا سو میں تم کو دونگا چوہا اس بات سے بہت خوش ہوا ایسا کہ خوشی کے مارے اپنے تئیں بھول گیا نہ سمجھا کہ کون سی چیز اُس سے مانگنی مجھے لایق ہے اور کون سی چیز وہ دے سکتا ہے بے تامل شوخی سے بولا ای شیر اپنی بیٹی مجھہ کو بیاہ دے شیر نے یہہ بات قبول کی لیکن شادی کے وقت وہ شیر زادی کہ بہت جوان اور چنچل تھی بے فکری سے چلنے لگی اِتفاقاً اپنا پنجہ دولھے پر جو اُس کے لینے کو آتا تھا رکھہ دیا وہیں وہ بیچارہ پس کر مر گیا

نقل ۳۲

ایک زمیندار جنگل میں گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا جھاڑوں نے یہہ دیکھہ کر اُس سے پوچھا تم کو کیا چاہیے اُس نے کہا میں

ایک لکڑی کا ٹکڑا الکھاڑی کا دستہ بنانے کو چاہتا ہوں یہہ سنکر انھوں نے ایک مضبوط لکڑی کا ٹکڑا اُس کو دیا اُس نے لیکر کلھاڑی میں لگایا اور کاٹنے لگا بے رحمی سے سب سے اونچے اور اچھے جھاڑ کاٹ ڈالے تب بلوط نے ساگوں سے کہا ای یار یہہ ہماری نیکی کا بدلا ہی۔ ہمارا کیا ہمارے ہی آگے آیا۔

نقل ۳۴

ایک ہرن اور گھوڑا ایک میدان میں چرا کرتے ایک روز ہرن نے اپنے تیز سینگوں کے بل سے اُس گھوڑے کو وہاں سے ہانک دیا گھوڑا اپنا بدلا لینے کے واسطے ایک آدمی کے پاس گیا اور اِس بات میں اُس سے مدد چاہی وہ آدمی لگام دے اور زین باندھ کر اُس پر سوار ہوا اِس صورت سے دشمن پر فتح پائی اُس کے بعد آدمی سے کہا ای صاحب میں نہایت شکرگذار ہوں اب مجھے رخصت کیجئے اُس نے جواب دیا مجھے پہلے معلوم نہ تھا کہ تم ایسے کام کے جانور ہو اب تو میں تجھ کو کبھی نہ چھوڑونگا

نقل ۳۵

ایک گاؤں کے سادے بھولے چوہے نے ایک روز شہری چوہے کی ضیافت کی وے دونوں لڑکپن سے دوست جانی تھے اِس سبب سے وہ بے عذر وہاں آیا گھر کے مالک نے چاہا کہ اُس کی ضیافت تکلف سے کرے اور بہت عزّت اور حُرمت سے پیش آوے اِس لئے اُس نے کچھ بتانے اور بکری کا گوشت اور آٹا اور کچھ پنیر اُس کے آگے لا رکھا اور سیب کا ٹکڑا تازہ اور بچا اُس میں سے آپ کُچھ نہ کھایا اِس اندیشے سے کہ شاید مہمان کو بس نہ ہوگا لیکن اُس کی خاطر کے واسطے گیہوں کی نالی منھہ میں لیکر چباتا رہا آخر شہری چوہے نے اُس سے کہا اے یار اگر اجازت ہو تو میں کُچھ کہوں وہ بولا کہو بھائی وہ کیا بات ہے جواب دیا تم ایسے خراب ناپاک بل میں کیسے رہتے ہو یہاں تو جنگل میدان پہاڑ اور نالوں کے سِوا اور کچھ نظر نہیں آتا تمھاری دانست میں انسان

کی گفتگو جانوروں کے پیچھے سے بہتر ہی کہ نہیں اور دربار کا تماشا اور آرائش اِس اُجاڑ جنگل سے افضل نہیں لو اب میری بات سنو البتہ تم کو بہت فائدہ ہوگا مت سوچو میرے ساتھ چلو یاد رکھو ہم سب فانی ہیں فرصتِ وقت غنیمت سمجھو اِس دنیا میں جو دم خوشی سے گذرے بہتر ہی معلوم نہیں کل کیا ہوگا ایسی ایسی بات چیت سے اُس چوہے کا دل راغب ہوا آخر اُس نے اقرار کیا رات کے وقت چلونگا غرض شام کے وقت وے دونوں شہر کی طرف چلے آدھی رات کو وہاں پہنچے اور ایک حویلی میں گئے جہاں ایک روز اوّل بہت بڑی ضیافت ہوئی تھی گئی ایک اچھے گوشت کے ٹکڑے اور بہتر غذا نوکروں نے چُرا کر کھڑکیوں کے پیچھے چھپائی تھی شہری چوہے نے اُس کو غالیچے پر بٹھایا آپ اُس کی ضیافت میں مشغول ہوا ہر ایک چیز پہلے آپ چاکھتا اور اُس کو دیتا وہ کھا کر خوش ہوتا اور کہتا واہ کیا مزیدار ہی یکایک کسی نے دروازہ کھولا بہہ آواز سُنکر

بہت ڈرے اور گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اِتنے میں دو تین کُتّے بھی بھونکنے لگے تب تو وہ گاؤں کا چوہا ڈر کے مارے بے ہوش ہوا آخر سنبھل کر بولا ای یار اگر شہر میں ایسا مزہ اور زندگی ہے تو یہہ تم کو مبارک ہو میں باز آیا ایسی خوشی سے مجھ کو تو میرا بِل اور بنّانے ہی خوب ہیں

نقل ۳۶

ایک چھوٹے دُبلے چوہے نے بہت محنت سے اناج کے ٹوکرے میں چھوٹا چھید کیا اور اندر گیا کھا پیکر ایسا موتا ہوا کہ جب وہ اُس میں سے باہر آنے لگا نہ نکل سکا ایک نیولا جو دور سے یہہ تماشا دیکھتا تھا پکار کر بولا ای یار اگر تو اِس سے نکلا چاہتا ہے تو ایک تدبیر ہے چاہیئے کہ جیسا تو پہلے دُبلا تھا ویسا ہی ہو جاوے تب شاید اِس سوراخ سے نکلے

نقل ۳۷

اگلے زمانے میں پیٹ اور دوسرے اعضا بول سکتے تھے ہر ایک

کو اختیار اور جُدا جُدا خیال تھا ایک روز پیٹ کی چال پر وے
سب ناخوش ہوئے آپس میں کہنے لگے یہہ پیٹ کچھ کام نہیں
کرتا ہم لاتے ہیں اور وہ کھاتا ہے چاہئے کہ اِس کے بعد
کوئی اُس کے واسطے کچھ محنت نہ کرے اور نہ کھلاوے آخر
یہی قرار ٹھہرا کہ اس کو آیندہ کچھ نہ دیجئے وہ اپنا کام آپ کر لے
ہاتھ نے کہا اگر وہ بھوکھ سے مر بھی جاوے تو بھی میں اُس
کی خاطر ایک انگلی نہ ہلاؤنگا مُنہہ نے کہا اگر میں اس کے واسطے
کچھ کھاؤں تو خدا کرے میں گُنگا ہو جاؤں دانتوں نے کہا اگر
ہم اُس کے لئے ایک لقمہ بھی چباویں تو سڑ جاویں ہر ایک
قسم کھا کے اسی طور سے جیسا ذکر ہوا رہا آخر چند روز کے
بعد یہہ حالت ہوئی کہ بھوکھ کے مارے ہر ایک عضو سوکھ کر
کانٹا ہو گیا فقط ہڈیاں اور چمڑا رہ گیا تب تو ہوش میں آئے
اور معلوم کیا کہ پیٹ کے سِوا ہمارا نِباہ نہیں اگرچہ وہ ظاہرا
سُست نظر آتا ہے لیکن ہماری خوبی اور رونق اُسی سے

ہی جیسا ہم اُس کی پرورش کرتے ہیں ویسا ہی وہ بھی ہمارے
کام آتا ہی

نقل ۳۸

ایک مادہ چنڈول نے گیہوں کے کھیت میں جو پکنے پر تھا بچے
دیئے اُس کو اندیشہ آیا کہ شاید اِس سے آگے کہ میرے
بچّے اُڑنے کے لایق ہوں کھیت کاٹنے آویں تو بڑی خرابی ہی
یہہ فکر کر کے جب دانہ لانے چلی اپنے بچوں سے یہہ بات
کہی جو میرے پیچھے کوئی کچھہ بات کرے مجھہ کو بولیو یہہ کہکر
چلی گئی ذرہ دیر کے بعد کھیت کا مالک وہاں آیا اور اپنے
بیٹے کو بولا ای بیٹے میں سمجھتا ہوں کہ یہہ کھیت پک چکا کل فجر
اپنے دوستوں کے پاس جاؤ اور اُن کو بولو کھیت کاٹنے
میں ہماری مدد کرو جب اُن کی ماں گھر میں آئی اُس کے بچے
پر پھیلا کرا ور چیں چیں کر کے اُس کے آس پاس پھرنے لگے
اور جو گذرا تھا سو بیان کیا اور بولے ای ماں ہم کو جلدی

یہاں سے لے چل ماں نے کہا اے بیٹو خاطر جمع رکھو اس لئے
کہ جو کھیت کا مالک اپنے پڑوسی اور دوستوں پر بھروسا
رکھتا ہے تو مجھے یقین ہے کہ یہہ کھیت کل نہ کٹیگا دوسرے روز
پھر وہ باہر گئی اور چلتے وقت بچوں سے وہی بات کہی اتنے
میں کھیت کا مالک آیا اور بہت دیر تک اُن کا رستہ دیکھتا رہا
لیکن کوئی نہ آیا دھوپ بھی تیز ہوئی اور کچھہ کام نہ ہوا تب
بیٹے سے کہنے لگا اِن دوستوں کا کُچھہ بھروسا نہیں بہتر
ہے کہ تم اپنے چچا اور چچیرے بھائیوں کے پاس جاکر بولو کہ
کل فجر ہی کھیت کاٹنے میں شریک ہو یہہ بات سُنکر بہت ڈرے
جب اُن کی ماں گھر میں آئی یہہ احوال بھی کہہ سنایا یہہ سُنکر
اُس نے جواب دیا اے بیٹو تم ہرگز اپنے دل میں خوف نہ کرو
مجھے بھروسا نہیں کہ سگے سگوں کے کام آویں لیکن کل جو سنو
سو مجھہ سے ظاہر کرو یہہ کہکر معمول کے موافق باہر گئی دوسرے
دن کھیت کا مالک آیا اور بہت دیر تک اپنے خویش اقارب کا

منتظر رہا لیکن کوئی نہ آیا تب اُس نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے دو درانتیاں تیز کر کے رکھو ہم آپ اپنا کھیت کاٹینگے یہہ بات سنکر بچوں نے اپنی ماں سے یہہ احوال کہا اور بہت ہی گھبرائے تب اُن کی ماں نے جواب دیا اب بجواب یہاں سے جانا ضرور ہوا اب یہاں رہنا ہمارے حق میں ہرگز مناسب نہیں یقین ہے کہ کل یہہ کھیت کٹ جائیگا اِس واسطے کہ جو آدمی اپنا کام آپ کرنے کے واسطے مستعد ہوتا ہے اکثر انجام پاتا ہے یہہ کہکر وہ اُسی وقت اپنے بچوں کو وہاں سے دوسری جگہہ لیگئی دوسرے دِن کھیت کا مالک آیا اُس نے اور اُس کے بیٹے نے مِلکر کھیت کاٹ ڈالا

نقل ۳۹

ایک دن رات کے وقت ایک ضِدی بچہ روتا چلاتا تھا ہر چند دائی نے چاہا کہ چُپ رہے لیکن وہ باز نہ آیا آخر اُس کو دھمکا کر کہا اگر تو چپ نہ رہیگا تو میں تجھے گھر کے باہر بھیڑیے کے آگے

پھینک دونگی اتفاقاً ایک بھیڑیا اُسی وقت دروازے کے
نزدیک اِدھر اُدھر پھرتا تھا عورت کی بات سنکر جاناکہ وہ
سچ بولتی ہے اِس واسطے بہت دیر تک گھر کے نزدیک کھڑا
رہا آخر وہ بچہ روتے روتے تھک کر سو گیا اور بھیڑیا بھوکھا
جنگل کو پھر گیا قضاکار ایک لومڑی اُسکو ملی اور دیکھا کہ وہ
حقیر اور بے قرار گھر کو جاتا ہے حیران ہو کر اُس سے پوچھا
تجھے کیا ہوا آج کیوں ایسا بھوکھا چلا آتا ہے اُس نے کہا
افسوس اے لومڑی مت پوچھ میں ایسا نادان ہوا کہ دائی کی
بات پر بھول گیا آخر نا اُمید پھر آیا

نقل ۴

ایک کچھوا اپنی حالت سے تنگ ہوا اور زمین پر چلتے چلتے تھک
گیا چاہا کہ آسمان کا تماشا دیکھے اور دل بہلاوے یہہ سوچکر
ہر ایک جانور سے کہنے لگا اگر کوئی مجھکو ہوا پر لیجاوے
اور دنیا کے عجائبات بتاوے تو میں بھی جواہر بیش قیمت جو

زمین میں میرے سوا کسی کو معلوم نہیں بتلاونگا عقاب نے
یہہ بات قبول کی اور اُس کو ہوا پر لیجا کر سب جو اُس کو منظور
تھا دکھایا پھر وہ بولا اب مجھے بھی جواہر بتلاؤ کچھوا یہہ سُنکر
حیلے حوالے کرنے لگا یہہ دیکھ کر وُہ غُصّے ہوا اور اُس کے
نرم پیٹ میں پنجے مار ہلاک کیا

نقل ۱۴

ایک روز اُتر کی ہوا اور سورج کے درمیان اپنی اپنی بزرگی اور
فضیلت کی بابت جھگڑا ہونے لگا اتنے میں ایک مسافر بڑا دگلا
پہنے وہاں آنکلا دونوں نے یہہ دیکھکر اقرار کیا جو اُس مسافر
کا دگلا اُتارے وہی بڑا ہے پہلے اُتر کی ہوا بہت سردی
اور زور سے بہنے لگی اور مینہہ بھی برسانے لیکن جوں جوں
وہ زور سے چلتی تھی تیوں تیوں وہ مُسافر دگلا اپنے بدن پر
لپیٹتا جاتا تھا آخر وہ تھک کر رہ گئی پھر سورج آگے آیا پہلے
اُس نے آسمان میں سے سردی کا بخار نکال ڈالا اُس کے

بعد اپنی تاب تیز کر کے اُس مُسافر کے سر پر چمکنے لگا وہ آدمی دھوپ کی تاب نہ لا سکا گھبرا کر دگلا اُتار ڈالا اور درختوں کی چھاؤں میں جا بیٹھا

نقل ۱۶۲

ایک گدھے نے شیر کا چمڑا کہیں پایا پہنکر جنگل اور کھیتوں میں چرنے لگا سب جانور اُس کو دیکھ کر بہت ڈرے آخر اُس کو اُس کا مالک بھی ایک روز مِلا چاہا کہ اُس کو بھی ڈراوے صاحب نے اُس کے لنبے کان دیکھ پہچانا اور بڑی لٹھ ہاتھ میں لیکر اُس کو خوب مارا اور بولا اگرچہ تو شیر کا چمڑا پہنکر پھرتا ہے لیکن تو تو گدھا ہی ہے

نقل ۱۶۳

ایک مینڈک جھیل میں سے کود کر ٹیلے پر جا بیٹھا اور ہر ایک حیوان سے کہنے لگا میں قابل حکیم ہوں ہر ایک بیماری کا علاج جانتا ہوں میرے موافق کوئی حکیم نہیں وہ ایسا ٹھہرا کر

بولتا تھا کہ کوئی اُس کی بات نہ سمجھا لیکن معلوم کیا کہ وہ بڑا قابل آدمی ہے اِس لئے جو وہ بولتا گیا کان لگا کر سُنتے رہے ایک لومڑی وہاں حاضر تھی خفگی سے بولی تو ایسی بے شرمی سے کیوں بولتا ہے تیرا مُنہہ تو دُبلا اور سفید ہے اور بدن داغدار ہے اگر تو ایسا ہی حکیم ہے تو اپنا علاج کیوں نہیں کرتا

نقل ۴۶

ایک کُتّا بڑا بدذات تھا ہر ایک کو کاٹنے دوڑتا اِس لئے اُس کے مالک نے اُس کے گلے میں لکڑی کا ٹکڑا باندھا وہ نادان کُتّا سمجھا کہ یہہ میری بزرگی اور عزت کا نشان ہے ایسا مغرور ہوا کہ دوسرے کُتوں کی طرف حقارت سے دیکھنے لگا اور کبھی اُن کی مجلس میں نہ جاتا ایک روز ایک سیانے دغاباز کُتے نے اُس سے کہا اے یار تجھے اِس پر فخر کرنا لازم نہیں یہہ عزت کا نشان نہیں بلکہ ذلت کا ہے

نقل ۴۵

ایک اونٹ نے ایک روز جوپیٹر سے عرض کی اے جوپیٹر میری حالت نہایت خراب ہے مجھے بیل یا دوسرے جانوروں کے موافق سینگ نہیں جس سے دشمن کے ہاتھ سے بچوں اس واسطے میں بہت غریبی سے گذارش کرتا ہوں مہربانی سے مجھے ایسی چیز جو مناسب ہو اور ہر وقت کام آوے دیجئے جوپیٹر اُس نادان سادہ لوح گستاخ کی بات پر بے اختیار مُسکرایا لیکن اُس کی عرض قبول نہ کی اور بولا تجھے کچھ نہ ملیگا بلکہ تیری گستاخی اور نامعقول عرض کی یہی سزا ہے کہ تیرے کان چھوٹے ہو جاویں

نقل ۴۶

دو آدمی جنگل میں چلے جاتے تھے آپس میں قرار کیا کہ ہر ایک خوف و خطرے میں ایک دوسرے کا مددگار رہے ذرہ دور آگے بڑھے تھے کہ ایک ریچھ اُن پر دوڑا ایک اُن میں سے لاغر اور

چالاک تھا جھٹ وُہ ایک درخت پر چڑھ گیا دوسرا اُست
خوف کے مارے مُنہہ کے بل زمین پر گر پڑا اور مُردے
کے مُوافق دم سادھ کر اکڑا ہوا پڑا رہا اتنے میں ریچھ آیا
اور اُس کو سونگنے لگا اُس کو معلوم ہوا کہ یہہ مُردہ ہے یہہ
سمجھ اُس کو نہ چھیڑا صحیح سلامت چھوڑ جنگل میں چلا گیا اُس کے
بعد اُس کا رفیق درخت پر سے اُترا اور مُسکرا کر پوچھا اے
یار وُہ ریچھ تیرے کان میں کیا بولا میں نے درخت پر سے
دیکھا کہ اُس نے تیرے کان کے نزدیک اپنا مُنہہ لگا کُچھ
کہا اُس نے جواب دیا اے دوست اُس نے فقط مجھ سے یہی
بات کہی تھی کہ پھر کبھی ایسے نامرد جھوٹھے کی بات باور نہ کیجیو جیسے تم ہو

نقل ۱۶

ایک مرزا کے سر کے بال بڑھاپے کے سبب گر پڑے اِس
سبب سے اس نے بالوں کی ٹوپی بنا کر سر پر رکھی ایک روز
اپنے رفیقوں کے ساتھ شکار کو گیا یک بیک ہوا کے جھٹکے

سے اُس کی ٹوپی اُڑ گئی رفیق یہہ دیکھہ کر بے اختیار ہنسے اور وُہ آپ بھی بہت ہنسکر بولا ای یار وجب میرے اصلی بال سر پر نہ رہے تو ممکن ہی کہ نقلی رہیں

نقل ۴۸

ایک مٹّی کا برتن اور دوسرا پیتل کا دونوں ایک ندّی کنارے دھرے تھے پانی کے چڑھنے سے بہ چلے مٹّی کا برتن ڈرا کہ میں شاید ٹوٹ جاؤنگا پیتل کے برتن نے اُسکو اِس سوچ میں دیکھہ کر کہا ای یار کچھہ اندیشہ مت کر میں تجھہ کو بہت خبرداری سے لے چلونگا اُس نے جواب دیا ای یار خدا کے واسطے میرے پاس مت آ میں تجھہ سے بہت ڈرتا ہوں اِس لئے کہ اگر تو مجھہ پر پڑے یا میں تجھہ پر پڑوں تو البتّہ میں ہی ٹوٹ جاؤنگا اِس لئے بہتر یہی ہی کہ ہم دونوں دور ہی رہیں

نقل ۴۹

ایک روز مور اور بگلا کہیں دونوں ملے مور نے اُس کو دیکھ کر اپنی دم اُٹھائی اور اپنے رنگین پر پھیلا کر اُس کی طرف حقارت سے دیکھنے لگا بگلا اُس کا غرور توڑنے کے واسطے اُس سے یوں بولا اے یار البتّہ مور رنگین اور زیبا پروں کے سبب سے خوش نما جانور ہے لیکن میری دانست میں زمین پر چلنے اور چھوکروں کی کھیل اور تماشا ہونے سے ہمارا آسمان پر اُڑنا ہزار درجے بہتر اور افضل ہے

نقل ۵۰

ایک روز بڑی اندھی چلی ایک بڑا درخت جو ندّی کنارے تھا اُکھڑ کر گر پڑا اور بہتا ہوا چلا اُس کی ڈالیاں کلک کے جھاڑ سے لگیں حیران ہو کر وہ اُس سے پوچھنے لگا اے یار تو ایسی اندھی اور ہوا کے جھٹکے سے کیا بچ گیا باوجودیکہ میں ایسا موٹا مضبوط بڑا درخت تھا تس پر بھی میں جڑ سے اُکھڑ پڑا اُس نے جواب دیا اے دوست ہماری تمھاری چال میں بہت

فرق ہے جب ہوا آتی ہے تو میں عاجزی سے سر جھکا لیتا ہوں
اور ادب سے پیش آتا ہوں اس سبب سے بچ جاتا ہوں
سمجھتا ہوں کہ زبردست سے مقابلہ کرنا بے فائدہ ہے اور
تو اپنے زور اور مضبوطی کے بھروسے غرور سے اکڑا کھڑا
رہتا ہے اس سبب سے اُکھڑ پڑتا ہے

نقل ۱۵

ایک قابل تیرانداز جنگل میں گیا بہت سے جانور مار ڈالے
اور دوسروں کے پیچھے دوڑا اس واسطے سب جانور
جان کے ڈر سے بہت گھبرا کر جھاڑی اور پہاڑوں میں
جا گھسے آخر شیر نے شجاعت سے کہا ای یار و ڈرو مت
میں اکیلا دُشمن سے لڑونگا خاطر جمع رکھو میری شجاعت
اور دلیری پر بھروسا کرو اِسی طرح غُصے سے دُم ہِلاتا
اور پنجوں سے زمین کھُرچتا تھا کہ اِتنے میں ایک تیر اُس
کی پَسلی میں سے دوسار ہوا اور اٹک رہا اِس پر بہت شور

سے بھبکنے لگا اور دانتوں سے تیر نکالنے لگا لومڑی یہہ دیکھ کر نزدیک آئی اور حیرت سے پوچھنے لگی ای حضرت وہ ایسا کون شخص جوان مرد شجاع تھا جس نے ایسے درندے زبردست دلیر جانور کو زخمی کیا شیر نے جواب دیا ای لومڑی میں ناحق اپنی جوانمردی پر بھولا اور بلا میں گرفتار ہوا دیکھو وہ اجیت آدمی وہاں کھڑا ہے جس نے مجھ کو گھایل کیا

نقل ۵۲

چار بیل آپس میں بہت دوستی رکھتے تھے اور ہر روز ایک میدان میں ملکر چرتے ایک شیر نے اُن کو دیکھا اکثر چاہا کہ اُن پر حملہ کرے اور اُن میں سے کسی کو کھا جاوے لیکن کچھ قابو نہ پایا اگرچہ وہ ایک ایک کو آسانی سے مار کر کھا سکتا تھا لیکن وے ہمیشہ متفق تھے اِس سے اُس کا ہوا و نہ پڑا کہ وہ اُن کو مارے اِس ڈر سے وُہ دور دور پھرتا اور گھات کرتا آخر وہ دل میں سوچا کہ جب تک وے متفق ہیں تب تک غیر ممکن ہے کہ میں

اُن کو ماروں اور غالب ہووں یہہ سوچ قابو پاکر کھر پر کر
اُن میں رشک ڈالا یہہ اُس کی تدبیر کام آئی کہ بیلوں کے
دِل میں ایک دوسرے کی طرف سے دشمنی پیدا ہوئی آخر
عداوت اور حسد کے مارے جُدے جُدے ہو گئے تب تو
شیر کا مطلب حاصل ہوا ہر ایک کو آسانی سے مار کر کھا گیا

نقل ۶۳

ایک کوا بہت پیاسا ہوا ایک پانی کا گھڑا دور سے دیکھ کر
اُس پر جا بیٹھا اُس میں پانی تو تھا پر بُہت تھوڑا ہر چند چاہا کہ پیوے
لیکن اُس کی گردن نہ پہنچی اور کچھ فائدہ اُس کی سعی سے نہ ہوا
پھر چاہا کہ اُلٹا دوے لیکن اُلٹا نہ سکا آخر کئی ایک کنکر نزدیک
دیکھ کر ایک ایک اُٹھا کر اُس میں ڈالنے لگا اِس سبب سے
پانی لب تک آیا ایسی حکمت سے اُس نے پانی پیا اور خوش ہوا

نقل ۶۴

جنگلی آدمی کو ایک شیر مِلا تھوڑی دیر تک بات چیت کرتے

رہے لیکن اِس گفتگو میں رد و بدل نہ ہوئی آخر یہہ ذکر نکلا شیر بڑا یا آدمی تب تو جھگڑنے لگے اور مخالف بنے آدمی اپنی بات رکھنے کے واسطے کچھ بہتر دلیل سوچنے لگا اتنے میں ایک سنگ مرمر دور سے دیکھا جس پر شیر اور آدمی کا پتلا بنا تھا اِس طور سے کہ آدمی شیر پر غالب ہے یہہ دیکھ کر اُس سے کہنے لگا دیکھو آدمی شیر پر کیا غالب ہے شیر نے جواب دیا اِس کا بانی انسان تھا اگر باگھہ ہوتا تو ایسا نہ بناتا

نقل ۴۴

ایک روز جاڑے کے موسم میں کہ بہت سردی اور برف جم رہی تھی ایک شناس جنگل میں پھرتا تھا ایک مسافر جو سردی اور برف اور بھوکھ کے مارے قریب المرگ ہو رہا تھا اُس کو ملا اُس کے حال پر رحم کھایا اور اپنے گھر میں جو نہایت گرم اور دل چسپ تھا لے گیا جب وہاں گیا باوجود کہ اُس گھر میں بہت آگ جلتی تھی تس پر بھی وہ مسافر بے اختیار اپنی انگلیوں کو جو سردی سے سُن ہو گئیں تھیں پھونکنے لگا ناس

پوچھا ای صاحب تم یہہ کیا کرتے ہو جواب دیا گرم کرتا ہوں نشناس دنیا کی حکمت سے بہت کم واقف تھا حیران ہوا اور سمجھا کہ یہہ آدمی بڑا ہنرمند ہے جو پھونک سے گرمی نکالتا ہے خوش ہو کر چاہا کہ اُس کی دعوت بہت تکلف سے تیار کرے اور اُس کی صحبت کو غنیمت سمجھے اِس لئے میز بچھا کر کئی ایک طرح کا میوہ اُس کے آگے لا رکھا اور کچھ شراب بھی اُس میں گرم مصالا ڈال گرم کر کے اُس کو دی وُہ مسافر اُس کو بھی پھونکنے لگا اِس پر نشناس نے اُس سے پوچھا ای صاحب اس کو کیوں پھونکتے ہو بولا ٹھنڈا کرتا ہوں یہہ سُنکر وہ نشناس بہت ہی خفا ہوا اور گردن پکڑ کر گھر کے باہر ڈال دیا اور بولا میں ایسے بدذات سے کام نہیں رکھتا جو اُسی مُنہہ سے سرد کو گرم اور گرم کو سرد کرے

نقل ۵۶

ایک زمیندار اپنی گاڑی دلدل کے رستے سے لئے جاتا تھا یکا

گاڑی کے چاک پھنس گئے ہرچند گھوڑوں نے زور کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اِس پر وہ بہت زور و کر حرکلیس کی خدمت میں عرض کرنے لگا ای خُدا میری مدد کر و حرکلیس نے بادل میں سے دیکھ کر کہا ای سُست مجہول آدمی تو ایسا سست ہو کر مت بیٹھ اُٹھ گھوڑوں کو خوب چابک مار اور اپنے کاندھے سے دھکیل اِس صورت سے تمھارا کام ہوگا اگر تم کو میری مدد چاہئے تو ایسا کر

نقل ۶۷

کسی آدمی کے پاس ایک مادہ قاز تھی وہ ہر روز سونے کا انڈا دیا کرتی وہ حریص آدمی اِس پر راضی اور شاکر نہ تھا دل میں لایا کہ اِس قاز کو مار ڈالئے اور مال بے شمار جو اُس کے پیٹ میں ہی ایک لخت نکال لیجئے یہہ سوچ لالچ سے اُس نے اُس کا پیٹ پھاڑا لیکن کچھ نہ پایا یہہ دیکھکر بہت پچھتایا اور غمگین ہوا

نقل ۵۸

ایک روز ایک جوان چالاک بچھڑے نے ایک بیل کو ہل میں جوتے ہوئے دیکھا بے اختیار شوخی سے اُس پر ٹھٹھے مارنے لگا بولا تو بڑا بدبخت ہے جو غلاموں کی طرح سارا دِن ایسا بھاری جُوا گردن پر اُٹھا اپنے صاحب کی خاطر کام کرتا ہے تو بڑا بدنصیب اور نادان ہے اگر تجھے عقل ہوتی تو ایسی محنت میں گرفتار نہ ہوتا دیکھو میں کیسی خوشی سے گذران کرتا ہوں جہاں چاہتا ہوں وہاں جاتا ہوں کبھی ٹھنڈی چھاؤں میں آرام کرتا ہوں اور کبھی دھوپ میں کھیلتا ہوں اور جب میں چاہتا ہوں ندی میں جا کر اچھا صاف پانی پیتا ہوں لیکن جو تو پیاس سے مر بھی جاوے تو بھی میلا پانی میسر نہ ہو بیل اُس کی بات سے کچھ خفا نہ ہوا اور اپنے کام میں لگا رہا آخر شام کے وقت چھوٹا اور چرنے کو گیا ذرہ دیر کے بعد اُس بچھڑے کو کھیت میں سے پکڑ کر قربان گاہ میں لیگئے اور

فقیر کے حوالے کیا وہ اُس کو وہاں لیجاکر ذبح کرنے لگا اور اُس کے سر پر پھولوں کے ہار باندھے جب چھری اُس کے گلے پر رکھی وہ بیل آیا اور اُس کے کان میں کہا دیکھو تیرے غرور اور شوخی کا یہہ نتیجا ہے تجھ کو اِسی دن کے واسطے پالا اور چھوڑا تھا اب کہو یار کس کی حالت بہتر ہے میری یا تیری

نقل ۵۹

ایک دن چیتے نے غرور سے اپنے دل میں کہا کہ میرے بدن پر بہت خوش نما رنگین نقش و نگار ہیں عجب ہے کہ شیر مجھ سے بڑا کہلاوے اور فخر کرے اُس کے بدن کی کھال تو ایسی خوش رنگ نہیں ہے پس کیوں کر وہ مجھ سے بہتر ہوگا یہہ سوچ کر ہر ایک جانور کی طرف حقارت سے دیکھنے لگا ایک لومڑی اُن میں سے اُس کے پاس جاکر بولی تم اِس بات میں چوکے اور غرور کے دریا میں ڈوبے اِس لئے کہ دانا لوگ ظاہر اصورت اور لباس فاخرہ پر خوش نہیں

ہوتے لیکن سیرت نیک اور اخلاق حمیدہ پسند کرتے ہیں

نقل ۶۰

ایک لومڑی اور بلی سلطنت کی بابت کسی جنگل میں بات چیت کرتی تھیں لومڑی نے کہا اے بہن دُنیا میں اگر سو طرح کی آفت اور مصیبت آ پڑے پر مجھے کچھ فکر نہیں اس لئے کہ مجھ کو ہزاروں حکمتیں یاد ہیں اے بہن اگر کچھ آفت خُدانخواستہ تجھے درپیش ہو تو تو کیا کرے بلّی نے کہا اے تُو اب مجھے ایک حکمت یاد ہے اگر وُہ چوک جاؤں تو یقین ہے کہ میری جان نہ بچے لومڑی نے کہا اے بی بی مجھے تیری ایسی حالت سے بہت افسوس آتا ہے میں جان و دل سے چاہتی ہوں کہ اپنی حکمتوں میں سے دو ایک تجھ کو بتاؤں لیکن بہنا زمانہ بہت خراب ہے لازم نہیں کہ کوئی دوستوں کا اعتبار کرے پس چاہئے کہ ہر ایک اپنی خبرداری آپ کرے دوسرے کے بھروسے نہ رہے مجھے اس بات میں معذور رکھئے اتنے میں کُتّے اور شکاریوں

کے دوڑنے کی آواز سنکر بہت ڈریں بلی اپنی ایک حکمت کامل کے سبب جھٹ درخت پر چڑھ گئی اونچی ڈالیوں میں چھپ کر بیٹھ رہی اور لومڑی باوجود ہزار حکمت کے پکڑی گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئی

نقل ۶۱

کسی آدمی نے ایک تیتر پکڑا اور کئی ایک اُس کے پر اُکھاڑ کر انگن میں جہاں اصیل مرغ تھے چھوڑ دیا کئی دن مرغوں نے اُس بیچارے کو بہت ستایا ہر گھڑی چونچوں سے مارتے اور دانہ کھانے نہ دیتے غرض یہہ سلوک جو مہمان کے ساتھ مناسب نہیں اُنھوں نے بے رحمی سے اُس کے ساتھ کیا تیتر نے دل میں یقین جانا کہ ایسے بے لحاظ بے مُروّت میں نے کبھی نہیں دیکھے آخر جب اُن کو بھی اکثر آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھا تو اپنے دل کو تسلی دیکر کہا جو شخص آپس میں قضیہ فساد مارا ماری کرتے ہیں عجب نہیں کہ غریب مسافر اجنبی کو نہ ستاویں

اور اُس سے بے رحمی نہ کریں

نقل ۶۲

اُود بلاؤ جو اکثر پانی میں رہتا ہے اُس کے بدن میں ایک چیز ہے جو دوا کے کام آتی ہے اس لئے اُس کو شکار کرتے ہیں ایک دن وہی جانور کہیں نکلا کُتے اُس کے پیچھے لگے جب کچھ رہائی کی صورت نظر نہ آئی تب دل میں خیال کیا کہ میری جان کا وبال وہ چیز ہے جس کے لئے مجھے مارتے ہیں اور پیچھا کرتے ہیں بہتر ہے کہ وہ نکال دوں اور اِس آفت سے بچ جاوں یہہ سوچ اُس نے ہمت سے وہ ٹکڑا کاٹکر اُن کے آگے پھینک دیا اور اِس صورت سے وہ بچ گیا

نقل ۶۳

ایک تری مچھلی چھوٹی کے پیچھے لگی وہ بدحواسی کے مارے بھاگی قضا کار لہر کے زور سے ایک چٹان پر جا پڑی اور وہیں رہ گئی آخر مرنے کی حالت کو پہنچی اتنے میں جب اپنے

دشمن کو بھی اپنے نزدیک اُسی حالت میں ہانپتے دیکھا تو کہنے لگی میں تو البتہ مرجاؤنگی لیکن اِس میں مجھے کچھ افسوس نہیں اِس لئے کہ جو میری موت کا سبب ہوئی وہ بھی اُسی بلا میں گرفتار ہے

نقل ۶۷

ایک بلبل جنگل میں ایک بڑے درخت پر بیٹھی ہوئی خوش الحانی سے چیں چیں کرتی تھی ایسی کہ اُس کی آواز سے سارا جنگل گونج گیا ایک باز جو تھوڑی دور بیٹھا شکار کی تلاش کرتا تھا اُس کی آواز سُنکر جھپٹا اور اُسے اُٹھا کر لیگیا اور کھانے لگا تب بلبل نے بہت عاجزی سے کہا اجی صاحب میں نے کچھ تمھاری تقصیر نہیں کی مجھ غریب پر ترس کھاؤ اور چھوڑ دو میں تو ایک ضعیف چھوٹا جانور ہوں میرے کھانے سے تمھارا پیٹ نہ بھریگا بہتر ہے کوئی بڑا جانور مار کر کھاؤ جس سے تمھارا کام اور نام بھی ہو باز نے کہا جو تمھارے دل میں آوے سو بولو میں تو تمام روز شکار

کے واسطے منتظر تھا سارا دن بھوکھا رہا آخر خوش نصیبی سے تو میرے ہاتھہ آئی اِس پر تو کہتی ہے کہ مجھے چھوڑ دے اور دوسرا جانور پکڑ اگر میں ایسا کروں تو کہو کون بیوقوف ہے میں یا تو

نقل ۶۵

ایک لومڑی کی دُم فولاد کی کل میں پھنس گئی گھبرا کر بھاگنے کے واسطے زور جو کیا تو اُس کی دُم ٹوٹ گئی باوجود اِس خرابی کے غنیمت جان کر جنگل کی طرف بھاگی جب جنگل میں پہنچی دُم کٹ جانے سے بہت افسوس کیا کہ اِس رسوائی اور بدنامی سے اگر میں مرجاتی تو خوب ہوتا اپنا عیب چھپانے کے واسطے اپنے دل میں منصوبہ کیا کہ سب لومڑیوں کو بُلا کر اُن سے ظاہر کیجئے کہ یہہ طرح جو میں نے اختیار کی بہت عجائب اور نہایت خوب ہے یہہ سوچ کر اُس نے کہا سنو دُم سے کسی جانور کو کچھہ فایدہ نہیں خاص لومڑیوں کی دُم تو بہت ہی

ناکاری اور بوجھل ہے اگر مطلق نہ ہو تو میری دانست میں بہت بہتر ہے اِس صورت سے بدن بھی خوب صورت نظر آوے اور جب کہیں دوڑنے اور بھاگنے کا اتفاق آپڑے تو آسانی سے دُم دبا کر فراری ہو جئے میں پہلے وہ بات سمجھتی تھی لیکن اب تو امتحان کیا سچ تو ہے جب سے میں نے دُم کاٹی تب سے بہت آرام اور خوشی حاصل ہوئی ایسا چین عمر بھر نہ دیکھا تھا جیسا اب دیکھنے میں آیا یہہ کہہ کر اُن کی طرف دیکھنے لگی کہ کون میری بات باور کرتا ہے اِتنے میں ایک بوڑھی سیانی لومڑی جس کو کل کی بات معلوم تھی بولی تجھ کو دُم کاٹنے سے فایدہ ہوا ہوگا خُدا نہ خواستہ اگر ہم کو بھی ایسا اِتفاق آپڑیگا تو شاید ہم بھی ویسا ہی کرینگے

نقل ۶۶

ایک بہت بوڑھا ضعیف آدمی ایک روز جنگل میں لکڑیاں لانے گیا لکڑیاں توڑ گٹھا باندھا اور کاندھے پر اُٹھا کر گھر کی طرف

چلا اُس کا گھر بہت دور اور بوجھ بھاری تھا چلتے چلتے
تھک گیا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا دِل میں دق ہو کر
پکارنے لگا ای موت جلدی آ اور مجھے دُکھ اور مُصیبت سے
ایک لخت چھڑا موت یہہ بات سُنتے ہی آئی اور بولی تو کیا
چاہتا ہے وہ بوڑھا یہہ نہ جانتا تھا کہ موت اتنی نزدیک ہے
اُس کی ہیبت ناک صورت دیکھ کر بہت ڈرا اور کانپنے لگا
بہت عاجزی سے بولا لکڑیوں کا گٹھا سر پر سے گر پڑا
اکیلا اُٹھا نہ سکا اِس واسطے میں نے تم کو یاد کیا میں فقط
یہی چاہتا تھا اِس کے سوا کچھ مطلب نہیں امید وار ہوں
کہ میری گستاخی معاف کریں

نقل ۶۷

اتفاقاً شیر نے زمیندار کی بیٹی کو جو باغ میں سیر کرتی تھی
دیکھا اُس پر عاشق ہوا اور بے قرار ہو کر اپنے دل میں
کہا اگر میں اِس سے شادی نہ کروں تو مر جاؤنگا یہہ سوچ

جلدی اُس کے باپ کے پاس جاکر بولا اپنی بیٹی مجھ کو بیاہ دیجئے اگرچہ یہہ بات نالایق تھی مگر زمیندار سوچا کہ اگر یہہ بات قبول کروں تو غالب ہے کہ وُہ میرے قابو میں آوے نہیں تو وُہ غُصّے ہوگا اور شاید مُجھے مار ڈالے یہہ سوچ کر بولا میری بیٹی نہایت نازک اور نوخیز ہے اور تمھارے ناخون اور دانت تیز البتہ اِس صورت میں اُس کو ایذا ہوگی اور ہمیشہ ڈرتی رہیگی اگر تو اپنے دانت اور ناخون کاٹنے دے تو بلا عذر میں اپنی بیٹی تجھ کو دوں شیر عشق کے کمند میں ایسا گرفتار تھا کہ بے سوچ اُس نے یہہ بات قبول کی تب اُس دغاباز نے اُس کے دانت گرا دئے اور ناخون کاٹ ڈالے اُس کے بعد ایک موتا سونتا ہاتھہ میں لیکر ایسا اُس کے سر پہ مارا کہ بھیجا نِکل پڑا اور فی الفور وُہ مر گیا

نقل ۸۶

ایک روز لومڑی اور شیرنی دونوں کہیں ملیں اور بات چیت

کرنے لگیں اُس میں پیدایش کی بابت بھی ذکر نکلا اِس پر
لومڑی کہنے لگی میری دانست میں لومڑی اِس بات میں سب
جانوروں سے بہتر ہے اِس لئے کہ ہر ایک برس ایک دفع
بچّے جنتی ہے اور کبھی اِس سے زیادہ اور ہر ایک دفع بہت
بچّے اُس کو پیدا ہوتے ہیں لیکن بہت ایسے جانور ہیں کہ ایک
بچّہ جنتے ہیں وہ بھی ساری عمر میں ایک یا دو دفع باوجود
اِس کے اُن کو کتنا غرور ہے کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے
اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے موافق کوئی جانور نہیں شیرنی نے
جانا کہ یہہ بات اس نے مجھہ پر کہی غُصّے سے آگ ہوگئی اور پُکار کر
بولی جو تو نے کہا سو سچ ہے لیکن یہہ بے سبب نہیں تجھے
اگرچہ اکثر بہت سے بچّے پیدا ہوتے ہیں لیکن کیا لومڑیاں ہی
کہلاتی ہیں اگرچہ ہم کو ایک ہی پیدا ہوتا ہے یاد رکھو کہ وہ
شیر ہے سب جانوروں سے زور آور بڑا مثل ہے کہ ہزار
کپوت سے ایک سپوت بہتر اور افضل ہے

نقل ۷۶

ایک بوڑھا ہرن نہایت مغرور اور مست ہوا مستی کے مارے اکثر اپنے دستور کے موافق پاؤں زمین پر مارتا سر ہلاتا اور پکارتا ایسا کہ سب ہرن ڈر کے مارے کانپنے لگتے ایک روز ایک ہرنوٹا اُس کے پاس آکر بولا ای صاحب تُم اکثر بہُت مضبوط اور مستی کا دم مارتے ہوا اور اپنے تئیں سب سے بڑا جان اپنی پکار سے دوسروں کو ڈراتے لیکن جب شکاری کُتے کی آواز سُنتے ہو کیوں جلدی بھاگتے ہو ہرن نے جواب دیا ای بیٹے جو تم کہتے ہو سو سچ ہی لیکن اِس کا سبب مجھے بھی معلوم نہیں ہوتا میں اپنی جگہہ مضبوط اور مست ہوں اور اکثر دل میں ٹھہراتا ہوں کہیں کسی سے نہ ڈرونگا لیکن بڑا افسوس ہی کہ کُتے کی آواز سُنتے ہی میرے اوسان خطا ہو جاتے ہیں بے اختیار بھاگنے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا جلدی بھاگ جاتا ہوں

نقل ۲۰

ایک جوان فضول خرچ تھا اُس نے سب مال جو میراث میں پایا شراب خانے جوئے بازی عیاشی اور سُست آدمیوں کے ساتھ اُڑا دیا آخر محتاج ہو کر بہت غمگین ہوا ایک روز اُس حالت میں افلاس زدوں کی طرح ندی کنارے پھرنے گیا وہ جاڑے کا ایام تھا اتفاقاً وہ دن ذرہ گرم تھا اور آفتاب کی تاب تیز اِس سبب سے ایک ابابیل غیر معمول نادر اِتفاق سے وہاں آنکلا اور پانی پر چھانتا ہوا اُڑنے لگا جوان نے دل میں خیال کیا کہ اب گرمی کا موسم آیا اب اِس لباس سے کچھ کام نہیں یہہ سوچ بازار میں گیا اور اپنے کپڑے کسی کے پاس گرو رکھے اور پیسے لے پھر جوا کھیلنے گیا آخر وہ بھی جب ہار چکا پھر ایک روز بدستور اُسی ندی کنارے گیا لیکن اُس روز بہت ہی سردی اور برف جم رہی تھی نالا بھی برف سے جم گیا تھا وہی ابابیل کنارے پر موا پڑا نظر آیا یہہ

دیکھ کر اُس جوان نادان کو سوچ آیا اور اپنی مصیبت کا سبب دریافت کر یوں بولا اے بدذات ابابیل تو میری آفت کا سبب ہوا تو آپ بھی مرا اور مجھے بھی مارا میں تیرا بے وقوف تھا جو تجھ پر اعتبار کیا

نقل ۱۷

ایک آدمی نے ندی میں جال پھینکا اُس میں ایک چھوٹی مچھلی پکڑی گئی جب اُس کو نکال کر ٹوکرے میں رکھنے لگا اُس وقت وہ مچھلی مُنہہ کھولکر عاجزی سے بولی میرے حال پر رحم کر کے ندی میں چھوڑ دے اُس آدمی نے کہا میں کِس واسطے تجھ کو ندی میں ڈال دوں بولی میں بہت جوان اور چھوٹی ہوں اِس وقت مجھ سے بہت فایدہ نہیں لیکن چند روز کے بعد جب میں بڑی اور موٹی ہو جاؤنگی تو البتّہ میرے پکڑنے میں تجھ کو نفع ہوگا اُس نے جواب دیا ہوگا لیکن میں ایسا بے وقوف نہیں جو ہاتھ آئی چیز کو چھوڑ آیندہ کا بھروسا کروں

نقل ۲۲

ایک شیر نے دل میں خیال کیا کہ گدھے کو اپنے ساتھ شکار کو لیجائے یہہ سوچکر اُس کو ساتھ لے گیا اور یہ بولا تو اُس جھاڑی کے نیچے دبک کر بیٹھ رہ یکایک مکروہ آواز سے رینکیو اِس سبب سے سب جانورڈر کے مارے جھاڑی میں سے نکلینگے اور میں باہر کھڑا رہونگا اور جو اُدھر آویگا میں مار لونگا اُس نے ویسا ہی کیا اُس کی مکروہ آواز سُنکر جانور گھبرا گئے اور بھاگنے لگے شیر پکڑتا گیا اور کھاتا جب اُس کا پیٹ بھرا گدھے کو پُکار کر کہا ای یار چُپ رہو میرا مطلب حاصل ہوا یہہ سُنکر وہ گدھا جھاڑی میں سے نکلا اور شیر کے پاس آکر خود پسندی سے بولا ای شیر میں نے اچھا کام کیا کہ نہیں اُس نے جواب دیا بہت اچھا ایسا کہ اگر مجھے تیری خوخصلت سے آگاہی نہ ہوتی تو میں بھی بھاگ جاتا

نقل ۲۳

ایک بوڑھا اپنے گدھے کو کسی کھیت میں جو نہایت تر و تازہ اور سبز تھا چرا تا تھا اتنے میں دشمن کی فوج نظر آئی یہہ دیکھہ کر بہت گھبرا یا اور بے اختیار خوف کے مارے گدھے کو لیکر بھاگنے لگا اِس پر گدھے نے اُس سے پوچھا ای صاحب وہ دُشمن جس کے ڈر سے تم مجھے لیکر بھاگتے ہو میری پیٹھہ پر دو گون لادیگا یا ایک جیسا تم لادتے ہو جواب دیا البتہ ایک گدھا بولا اگر یہی بات ہے تو میں یہاں سے ایک قدم آگے نہ چلونگا اس لئے کہ جس کے پاس میں رہونگا میرا یہی حال ہے پس مجھے کیا فکر ہے میرا صاحب کوئی کیوں نہ ہو

نقل ۴۳

ایک شخص بہت مُدّت تک سیر و سفر میں رہا آخر مُدّت کے بعد اپنے مُلک میں آیا ایک روز اپنے سفر کا بیان کرنے لگا اِس گفت گو میں یہہ بات بھی بولا میں رود میں گیا تھا وہاں کے لوگ جست مارنے میں مشہور تر ہیں لیکن میں ایسا کود اکہ

کوئی اُن میں سے میری برابری نہ کر سکا کئی ایک آدمی جو وہاں بیٹھے تھے انھوں نے اُس کی بات باور نہ کی تب وہ اپنی بات ثابت کرنے کے واسطے قسم کھانے لگا ایک اُن میں سے اُٹھکر بولا ای یار تو اِس کے واسطے اپنے اوپر تصدیع مت کیجے اور قسم مت کھا میں تم کو ایک تدبیر بتاتا ہوں جس سے تیری بات میں کچھ شک و شبہ کسی کے دل میں نہ رہے تم سمجھو کہ یہہ وہی جگہہ ہے کود کر بتاؤ کہ تمھاری بات سچ ہو وہ گپّی یہہ بات سُنکر شرمندہ ہوا اور چپ رہا

نقل ۷۵

ایک آدمی کے دو بچّے تھے ایک بیٹا اور دوسری بیٹی بیٹا بہت خوب صورت اور بیٹی بدشکل تھی وے دونوں بہت جوان تھے ایک روز آئنے کے نزدیک جو اُن کی ماں کے میز پر رکھا تھا کھیلتے تھے بیٹا اُس کے دیکھنے سے جو اُس کے نزدیک عجب اور نئی چیز تھی خوش ہوا اور بہت دیر تک اپنی شکل دیکھتا رہا آخر شوخی سے بہن کو بولا دیکھو میں کیسا

خوب صورت ہوں وہ لڑکی اِس بات سے بہت ناخوش
ہوئی اور سمجھی کہ میرے بھائی نے میری حقارت اور بے
وقری کی یہہ سوچکر غُصّے سے اپنے باپ کے پاس دوڑی
گئی اور تپاک سے بولی ای باپ آینے میں دیکھنا اور سنگار
کرنا عورتوں کا کام ہے میرا بھائی عورتوں کے موافق آئینے
میں دیکھتا ہے اِس کام میں دخل کرنا اُس کو مناسب نہیں
باپ نے یہہ سُنکر دونوں کو پاس بُلایا اور گلے لگایا پھر یوں
بولا میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں آئینے میں ہر روز دیکھا
کروای بیٹے اگر آئینے میں تیری شکل خوب صورت نظر
آوے تو خبردار رہو اور بچاؤ کہ بدچال اور بدخوی سے اُس
کو بٹا نہ لگے پھر بیٹی سے بولا ای بیٹی اگر تو اپنی صورت میں
کچھ عیب دیکھے تو چاہیئے کہ نیک چال شیریں اور مُلایم گفت
گو سے چھپاوے اور نیک کہلاوے

نقل ۶۷

ایک دھوبی اور کویلے والا دونوں قدیم دوست تھے ایک روز رستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی دھوبی کا گھر بہت خراب اور چھوٹا تھا اِس سبب سے وہ کویلے والا اُس سے کہنے لگا ای یار وہاں تجھ کو بہت تکلیف ہی بہتر ہی کہ تو میرے گھر میں آکر فراغت سے رہ اُس نے کہا ای یار میں تمھاری مہربانی سے شکر گذار اور ممنون ہوں لیکن یہہ بات ممکن نہیں اور ہرگز بن نہ پڑیگی اس لئے کہ جو کپڑے سارا دن محنت سے دھوکر لاؤنگا تمھارے کویلوں کی سیاہی سے کالے ہو جائینگے پس میرا اور تمھارا ساتھ کیونکر بن پڑیگا

نقل ۷۷

ایک لومڑی بت فروش کی دوکان میں گئی اور ایک پر اپنا پاؤں رکھکر بہت دیر تک دیکھتی رہی آخر پکار کر کہا واہ یہہ کیا خوب صورت بنا ہی لیکن افسوس کہ اِس میں کچھ جان نہیں ہی

نقل ۷۸

نقل ۷۸

گرمی کے موسم میں کہ اکثر جھیل اور تالاب سوکھ گئے تھے ایک روز دو مینڈک پانی کی تلاش میں نکلے آخر پھرتے پھرتے ایک کوے کے پاس جو بہت گہرا تھا پہنچے اور مصلحت کرنے لگے ایک بولا اِس میں کودا چاہے اس لئے کہ اِس میں بہت سا میٹھا اور صاف پانی ہے چین اور آرام سے رہینگے کسی چیز کی تکلیف نہ ہوگی دوسرے نے کہا یہہ بات سچ ہے لیکن میں پسند نہیں کرتا اِس واسطے کہ اگر یہہ کُوا بھی سوکھ جاوے تو ہم کس طرح باہر آئینگے

نقل ۷۹

ایک بخیل بدبخت نے بہت محنت سے پیسا جمع کیا آخر ایک روز اپنے کھیت میں وہ پیسا گاڑا ہر روز ایک بار یا دو دفع وہاں جاتا اور دیکھ کر بہت خوش ہوتا ایک نوکر نے یہہ اُس کی چال دیکھ کر معلوم کیا کہ وہاں کُچھ نہ کُچھ ہے جو میرا صاحب

وہاں ہر روز جاتا ہے یہہ سوچ ایک روز رات کے وقت
وہاں گیا کھود کر دیکھا تو پیسا نکلا بہت خوش ہوا اور رستہ
لیا دوسرے روز دستور کے موافق وہ لئیم وہاں آیا جب
اُس کو معلوم ہوا کہ پیسا چوری گیا تب ہائے ہائے کرکے
رونے لگا اور اپنے سر کے بال نوچنے اور کپڑے پھاڑنے
ایک پڑوسی جو اُس کی بدخصلت جانتا تھا یہہ اُس کی آہ
وزاری سُنکر وہاں آیا اور اُس کی کیفیت سے واقف ہوکر
بولا ای یار افسوس مت کر تیرا کچھہ نہیں گیا گڑھے میں
ہر روز دیکھا کر دل میں سمجھہ کہ پیسا یہاں ہی تمھارے واسطے بس ہے

نقل ۸۰

ایک عُقاب نے اونچے درخت پر گھونسلا بنایا ایک جنگلی بلی
بھی اُس درخت کی جوف میں رہتی تھی اور جڑ میں ایک سورنی
بھی اپنے بچوں سمیت رہا کرتی اگر بلی بدذات فریب نہ کرتی تو
وے سب خوشی سے گذران کرتے ایک روز اُس نے کیا کیا

کہ عقاب کے پاس جا کر کہا اے پڑوسی ہم پر بڑی آفت آئی
ہم سب ہلاک ہو جاینگے وہ بد ذات سورنی ہمیشہ درخت کی جڑ
کھودتی ہے میں سمجھتی ہوں کہ وہ اِس جھاڑ کو گرایا چاہتی ہے
تاکہ ہمارے بچے آسانی سے پکڑ کر کھا جاوے میں تو اپنی خبرداری
آپ کرونگی اِس پر جو تیرا دل چاہے سو کر اگر ایک مہینا بھی گھر
میں رہنا پڑے تو مضایقہ نہیں میں دیکھتی رہونگی یہہ سُنکر وہ بہت
ڈری اُس کے بعد وہ مکّارہ سورنی کے پاس گئی رونی سی
صورت بناکر بولی بہنا تم آج باہر مت جائیو سورنی نے پوچھا
کس واسطے جواب دیا آج میں نے عقاب کو اپنے بچّوں سے
آہستہ بولتے سُنا کہ جب یہہ سورنی باہر جائیگی تو میں اُس کا
بچہ لاکر تم کو کھلاؤنگی میں ڈرتی ہوں کہ میرا بچہ نہ لیجاوے اب
مجھے رُخصت دیجئے میں جاکر اپنے بچّے کی خبر لوں مبادا وہ کھاجاوے
یہہ کہہ کر چلی گئی رات کو آہستہ چوری سے جاتی اور غذا لاتی
اور دن کو بل میں جھانکتی رہتی یہہ دیکھ اُن دونوں کے دل

میں ایسا ڈر پیدا ہوا کہ ایک دوسری کے خوف سے باہر نہ جاتی آخر بھوکھ کے مارے بچے اور وے دونوں وہیں مر رہیں اس صورت سے وے سب اس مکارہ بلّی کا کھاجا ہوئے

نقل ۸۱

ایک شیر نے بکری کو اونچی چٹان پر چڑھے دیکھ کر چاہا کہ اُس کو پکڑے لیکن اوپر نہ جا سکا آخر یوں بولا تم سارا دن ایک چٹان سے دوسری چٹان پر کودا کرتی ہو اِس میں تم کو کیا خوشی حاصل ہوتی ہے اسی طرح جست مارتے مارتے ایک روز گر دن ٹوٹ مر جاؤ گی عجب ہے کہ تم اِس میدان میں جہاں بہت ہری گھاس اور بوٹیاں ہیں نہیں آتی بکری نے کہا یہہ سچ ہے لیکن تو بھوکھا مکار معلوم ہوتا ہے پس لازم نہیں کہ وہاں آکر اپنی جان دوں

نقل ۸۲

ایک مینڈک جھیل میں بول رہا تھا ایک شیر یہہ سُنکر بہت ڈرا

اور گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن کسی کو نہ دیکھا ذرہ دیر کے بعد وہی آواز سنی تب تو ڈر کے مارے کانپنے لگا آخر وہی مینڈک جھیل میں سے نکلا معلوم کیا کہ یہہ ٹُرم ٹُرم آواز اِسی چھوٹے جانور کی تھی جس نے مجھہ ایسے مہیب جانور کو بدحواس کیا یہہ سمجھہ اُس کے پاس گیا۔ حقارت اور غصے سے اُس کو پاؤں میں مل ڈالا

نقل ۸۳

جنگل میں ایک درخت سب جھاڑوں سے بلند ہو گیا اِس سبب سے اپنی بلندی دیکھہ کر دل میں غرور کرنے لگا اور سب چھوٹے جھاڑوں کی طرف بہ نظر حقارت دیکھنے لگا ایک چھوٹا خار دار درخت اُس کا تکبّر دیکھہ کر اُس سے کہنے لگا ای یار تو اتنا مغرور کیوں ہوا اُس نے جواب دیا میں ہر ایک درخت سے بڑا اور شاندار ہوں میری ڈالیاں آسمان تک پہنچی ہیں اور میں ہمیشہ سرسبز اور تر و تازہ رہتا ہوں اور تم سدا

زمین پر خوار زار خراب خستہ رہتے ہو اور ہر ایک دانا اور نادان جو اُس طرف آتا ہے وہ بے فکر تم کو پاؤں میں ملکر چلا جاتا ہے اور رس جو میرے پتوں سے گرتا ہے سو تم کو جلا دیتا ہے اُس نے جواب دیا ای یار یہہ بات سچ ہے لیکن جب بڑھی تمھارے کاٹنے کے واسطے آویگا اور کلھاڑی تمھاری جڑ پر ماریگا تو بہ صد آرزو کہیگا کہ اگر میں چھوٹا جھاڑ ہوتا تو خوب ہوتا

نقل ۱۴

ایک بیل کے پیچھے ایک شیر لگا وہ ڈر کے مارے ایک غار کی طرف دوڑا ایک بکرا وہاں کھڑا تھا وہ اپنے سینگوں سے ڈرانے لگا اور اُس کو اندر آنے نہ دیا بیل نے جانا اب فرصت نہیں کہ میں اُس سے لڑوں یہہ سوچ بولا اجی بکرے میں تمھارے دھمکانے سے نہیں ڈرتا لیکن کیا کروں شیر میرے پیچھے آتا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میں بتاتا کہ بکرے اور بیل میں کیا تفاوت ہے

نقل ۸۵

ایک چڑیمار جنگل میں کہیں جال بچھاتا تھا ایک پرندے نے اُس کو
دیکھ کر حیرانی سے پوچھا تم کیا کرتے ہو چڑیمار نے جواب دیا
میں سب پرندوں کے واسطے ایک شہر بناتا ہوں اُس میں
گوشت اور سب اچھی چیزیں رکھتا ہوں یہہ کہہ کر چلا گیا اور کسی
گوشے میں جاکر چھپ گیا وہ جانور سمجھا کہ یہہ آدمی سچ بولا یہہ
سمجھ جال میں آبیٹھا اور پکڑا گیا ذرہ دیر کے بعد چڑیمار آیا
اور اُس کو جال میں سے نکالنے لگا تب وہ پرند یوں بولا اگر
تمہاری ایسی ہی دیانت اور امانت ہے اور ایسے ہی شہر
تم بناتے ہو تو یقین ہے کہ اُن میں بہت کم لوگ بسینگے تمہاری
بدذاتی اور بے ایمانی کا احوال سب پر کھل گیا

نقل ۸۶

کسی زمانے میں دیوتوں نے آپس میں ٹھہرایا کہ ہر ایک ایک
ایک درخت اپنی خوشی اور خواہش کے موافق اختیار کرے

جوپیٹر نے بلوط وینس نے آس اپالو نے تیجپات سیبل نے
صنوبر ہرکلیس نے چنار لیا پالاس دیبی اُس وقت حاضر
تھی یہہ دیکھ کر رمز سے بولی تم نے اچھا کام کیا جو بے بر درخت
کو اختیار کیا جوپیٹر نے جواب دیا اس کا سبب ظاہر ہے ہم
اپنی مہر کے پھل کی اُمید دل میں نہین رکھتے اُس نے کہا جو
تُمھارا دِل چاہے سو کرو لیکن میں توزیتون کا درخت لونگی
جس سے بہت سا پھل پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک کے کام آتا
ہے یہہ سُنکر جوپیٹر نے سنجیدگی سے کہا اے بیٹی تو جو دانا
کہلاتی ہے سو بیجا نہیں اِس لئے کہ جس چیز میں کچھ فائدہ نہیں
اُس کا اختیار کرنا لاحاصل ہے

نقل ۸۷

ایک لومڑی کے پیچھے کتے لگے وہ گھبرا کر بھاگتی بھاگتی ایک
باڑ کے نزدیک آئی بدحواسی سے اُس پر سے کودی ایک
خاردار درخت جو اُس میں تھا اُس کے کانٹے پاؤں میں لگے

اِس پر وہ لومڑی اُس کو ملامت کرنے لگی بولی تم بڑے بے مُروّت ہو کہ مہمان سے ایسی بدسلوکی کرتے ہو میں تمھارے آسرے میں آئی تھی کہ خوف خطرے سے بچوں اور آرام پاؤں تم نے برخلاف دعوت کے بدلے عداوت کی اور دکھ دیا یہہ تم کو لازم نہ تھا اُنس نے جواب دیا ہاں مجھے معلوم ہے تمھارا ارادہ یہہ تھا کہ میں خدمت بجالاؤں اب میں تجھ کو ایک صلاح دیتا ہوں خبردار اگر تجھ کو جان عزیز ہے تو آیندہ خار دار درخت کو مت چھیڑیو اِس لئے کہ پکڑ لینا اور اٹکانا ہمارا ہی حق ہے اور یہہ ہم دوسرے کو نہیں دیا چاہتے

نقل ۴۴

ایک گھر میں بہت سے چوہے تھے آخر بیزار ہو کر گھر کا مالک ایک بلّی لایا وہ ہر روز ایک دو پکڑتی اور کھاتی جب چوہوں نے اپنی یہہ خراب حالت دیکھی آپس میں مشورت کرنے لگے کہ کس طرح بلّی سے بچیں اور ہماری جان سلامت رہے آخر یہہ صلاح

تھہری کہ کوئی نیچے نہ آوے جب بلّی نے دیکھا کہ کوئی چوہا تلے نہیں آتا اور بھوکھی مرنے لگی تب یہہ فریب کیا کہ ایک کھونٹی سے اُلٹی لٹک رہی جیسا مُردہ اِس امید پر کہ چوہے تلے اُتریں اور میں کھا جاؤں اتنے میں ایک بوڑھے سیانے چوہے نے طاق پر سے دیکھہ کر کہا ای یار سلام خیر و عافیت اگر کوئی تیری کھال نکال بھس بھرے تس پر بھی ہم تیرا اعتبار نہ کریں

نقل ۸۹

ایک لومڑی کے پیچھے شکاری کتے لگے وہ بھاگتی بھاگتی تھک گئی اتفاقاً ایک زمیندار کو جو جنگل میں تھا دیکھہ کر کہنے لگی ای صاحب میرے پیچھے کُتے آتے ہیں مہربانی سے اپنی جھونپڑی میں چھپ رہنے دے اُس آدمی نے یہہ بات قبول کی اِس لئے لومڑی اُس کے گھر کے کونے میں چھپ رہی اتنے میں شکاری آپہنچے اور زمیندار سے پوچھا تم نے لومڑی کو

دیکھا جواب دیا نہیں لیکن انگلی کے اشارے سے وہ جگہہ جہاں
لومڑی چھپی تھی بتلانے لگا مگر شکاری اُس کا مطلب نہ سمجھے
اور ناامید ہو کتّوں کو لیکر چلے گئے اُس کے بعد لومڑی آہستہ
نکلکر بھاگنے لگی تب وہ آدمی پُکار کر اُس سے کہنے لگا واہ
تمھارا یہی دستور ہے جس نے تیری جان بچائی اور امان دی
تو اس سے ملکر بھی نہ چلی لومڑی نے اُس چھید سے اُس منافق
کے اشارے دیکھے تھے جواب دیا جو احسان تم نے کیا سو
مجھے خوب یاد ہے لیکن اگر تمھارا قول فعل کے مطابق ہوتا تو
میں تمام عُمر شُکر گذار رہتی

نقل ۹۰

ایک شخص کو دیوانے کتّے نے کاٹا ایک بڑھیا نے
اُس کو علاج بتلایا کہ روٹی کا ٹکڑا اُس کے زخم میں بھگو کر
اُسی کُتّے کو کھلا اُس نے اُس بوڑھی کی صلاح کے موافق
کیا اتنے میں یوسف اُدھر آنکلا اور اُس سے پوچھا اے یار

کیا کرتا ہی اُس نے بڑھیا کی خام تدبیر کہہ سُنائی یوسف نے
کہا ای یار خدا کے واسطے یہہ کام پوشیدہ کر اِس لئے کہ
اگر شہر کے کُتے یہہ دیکھینگے تو ہم سب کو جیتے جی ہی کاٹ کھائینگے

نقل ۹۱

ایک لڑکا کوے کے کنارے سوتا تھا نصیب نے دیکھہ کر اُس کو
جگایا بولا لڑکے یہاں مت سو رہ اگر تو اس کوئے میں گر جاوے
تو تجھہ کو کوئی ملامت نہ کریگا مگر مجھہ کو ہی لوگ دوس لگائینگے

نقل ۹۲

ایک خچر بندھا کھا پیکر بہت موٹا تازہ ہو گیا اُس کا
صاحب بہت کم سواری کرتا اور خوب کھلاتا اِس سبب بہت
مست ہوا اُس مستی کی حالت میں ایک دن اپنے دل میں کہنے
لگا عجب ہی کہ دوسرے گھوڑوں کے برابر نہ دوڑ سکوں
مشہور ہی کہ میرا باپ اچھا چالاک شرط کا گھوڑا تھا اتفاقاً
چند روز کے بعد اُس کے مالک کو کچھہ ضروری کام درپیش ہوا

تب اُس پر سوار ہوکر بہت چابک اور کانٹے مارتا ہوا لے چلا
وہ دوڑتے دوڑتے رستے میں تھک گیا تب سوچکر کہنے لگا
وہ اصالت اور چالاکی جس پر تو مغرور تھا کہاں ہے اِس سے
بخوبی معلوم ہوا کہ تو گھوڑے کا بچہ تو نہیں مگر گدھے کا ہے

نقل ۹۳

کسی زمانے میں جانور ایسے نادان تھے کہ بندر کو اپنا بادشاہ
بنایا اِس لئے کہ وہ اکثر اُن کے سامھنے ناچتا اور تماشے
کرتا اُس سے وے بہت خوش تھے تاج سر پر رکھتے ہی وہ
اپنے تئیں دانا اور صاحب تدبیر جتانے لگا لومڑی یہہ دیکھ
بہت ناخوش ہوی دل میں لائی کہ اُن جانوروں نے بڑا
خراب کام کیا جو ایسے نادان حیوان کو بادشاہ کیا قابو پاکر
اُن کی نادانی پر اُن کو قایل کرونگی اور اُس گستاخ بے باک
بندر کو سزا دلاؤنگی چند روز کے بعد خندق میں ایک کل
جس میں گوشت کا ٹکڑا لگا تھا دیکھ کر دوڑی آئی اور بولی

اے حضرت اِس باندی نے جنگل میں خزانہ دیکھا ہے وہ سرکار کا مال ہے اِس لئے کہ اُس کا مالک کوئی نہیں بندر یہہ سُنتے ہی بے سوچ دوڑا لیکن پاؤں رکھتے ہی پھنس گیا اِس سے بہت شرمندہ اور خفا ہوا اور ملامت کرنے لگا تو بڑی خراب فسادی اور سرکش ہے البتہ میں اِس کا بدلا لونگا اِس پر لومڑی بہت ہنسی جاتے وقت آہستہ بولی واہ تم کیسے بادشاہ ہو جنگل کی حکمت نہیں جانتے یہہ کہہ کر چلی گئی

نقل ۴۹

ایک جوان چھچھوندر نے سونگھ کر اپنی ماں سے کہا عجب طرح کی بو آتی ہے ذرہ دیر کے بعد پھر بولی یہہ کیا شور ہے گویا دس ہزار کاغذ کے چاک چلتے ہیں چند لحظے کے بعد پھر بولی دیکھو دیکھو وہاں کیا ہے جیسی بھٹی کی آگ جلتی ہے اِس پر اُس کی ماں نے کہا اے نادان بچے چُپ رہ اگر تجھ کو کُچھ عقل ہے تو چاہئے کہ اپنے درجے اور حد سے زیادہ

جس میں خدا نے تجھ کو رکھا دم نہ مارے

نقل ۹۵

ایک سُور کسی درخت سے اپنی ڈارھہ تیز کرتا تھا ایک لومڑی
وہاں آئی اور اُس سے کہنے لگی ای یار کوئی دُشمن تو
نہیں تم کس واسطے لڑائی کی تیاری کرتے ہو سُور نے
کہا ای لومڑی یہہ بات سچ ہی لیکن چاہئے کہ فرصت کے
وقت اپنے ہتھیار صاف اور تیز کر رکھیں اِس واسطے کہ
لڑائی کے وقت فرصت مِلے یا نہ مِلے اس کا کیا بھروسا

نقل ۹۶

ایک بُڑھیا نے ایک خالی شراب کا پیپا جس میں سے اُسی
وقت شراب نکالی تھی کہیں پڑا دیکھا اُس میں سے شراب
کی بو آتی تھی اپنی ناک اُس کے چھید میں لگا کر ذرہ دیر تک
سونگھتی رہی آخر پُکار کر بولی واہ کیا خوش بو ہی جب تیری
تر چھٹ ایسی دل چسپ اور دل آویز ہی تو تو آپ کیوں

نہ مزیدار ہو گی

نقل ۹۷

ایک چڑیمار نے کسی کھیت میں چنڈول پکڑنے کو جال لگایا اتفاقاً اُس میں ایک چنڈول پھنسا اپنی بدنصیبی سے بہت غمگین ہو کر بولا میں نے کیا ایسی تقصیر کی جو مجھے پکڑا میں نے کسی کا سونا یا روپا نہیں چُرایا مگر ایک گیہوں کے دانے کے لئے مرنا پڑا

نقل ۹۸

اُلو ایک درخت پر سوتا تھا ایک ٹڈا جو نیچے شور کرتا تھا اُس کو سونے نہ دیا بلکہ اُس کو گالیاں دینے لگا بولا تو بڑا بدذات ہے رات کو چوری کر کے کھاتا ہے اور ساری رات خراب خستہ پھرتا ہے اور دن کو درخت کی کھوہ میں چھپ رہتا ہے اُلو نے کہا چپ رہو ہر چند اُس نے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا اُلو اِس بات سے بُہت ناخوش ہوا چاہا کہ

اُس کو فریب سے مارے یہہ سوچکر بولا تیری آواز ایسی
خوب ہی کہ ہر ایک خوشی سے سُنے اور جاگتا رہے تیری
خوش الحانی کے آگے قانون اور مضامیر کچھہ نہیں ای یار
مجھے ابھی یاد آیا کہ دیبی پالس نے مجھے آب حیات کا شیشہ
دیا تھا اگر تمھارا دل چاہے تو میں اُس میں سے تم کو دوں
تدرّو اُس وقت پیاسا تھا اِس پر اپنی تعریف سُنکر بہت خوش
ہوا نہایت خواہش سے اُچھل کر درخت پر گیا اُلّو نے استقبال
کے بہانے آگے بڑھکر اُس کو پکڑ لیا اور نگل گیا اِس صورت
سے اپنا بدلا لیا اور دُشمن کے مارنے سے بہت آرام پایا

نقل ۹۹

ایک کانی ہرنی ہر روز سمندر کنارے چرا کرتی کانی آنکھ
دریا کی طرف رکھتی اور دوسری میدان کی طرف سمجھتی تھی کہ
یہہ بند وبست خوب ہی اِس لئے کہ جو میرے مارنے کو آویگا
سو میدان کی طرف سے آویگا محال ہی کہ دریا پر سے قصد

کرے اِس طور سے اپنے تئیں بے خطر سمجھ خاطر جمع سے چرتی پھرتی ایک سیانا آدمی دو تین آدمیوں کو لیکر کئی روز اُس کے پیچھے لگا لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا آخر ایک روز ناؤ میں سوار ہوکر آیا اور اُس کو گولی سے مار گرایا ہرنی مرتے وقت بہت غمگین ہوکر یہہ بات بولی ای بدنصیب جدھر سے کچھ خوف نہ تھا اُدھر سے ہی آفت مجھ پر آئی اور جدھر سے ڈر تھا اُدھر سے تو کچھ نقصان نہ ہوا

نقل ۱۰۰

ایک روز ندی بہت چڑھی لہرا اور پانی کے زور سے ایک بڑی مچھلی بہکر سمندر میں چلی گئی نئی جگہہ دیکھ کر غرور کرنے لگی اور وہاں کے باشندوں کی طرف حقارت سے دیکھکے بولی میرا وطن اور خاندان سب سے بہتر ہی تم کو لازم ہی کہ میری تعظیم کرو اور بہتر جگہہ مجھ کو دو ایک مچھلی جو نزدیک پھیر رہی تھی یہہ سُنکر بولی چپ رہو ای نادان اگر مجھے اور

تجھے کوئی مچھوا پکڑ کر بازار میں لیجاوے تو اُس وقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ بزرگی کے لایق کون ہے ہم کو دولت مند آدمی بہت قیمت دیکر منت سے لیجائیں اور تم کو کوئی غریب لاچاری سے پیسا دمڑی دے لیجاوے یا مفت دی جاوے

نقل ۱۰۱

ایک دن یوسف لڑکوں میں کھیلتا تھا یہہ دیکھہ کر ایک پنڈت اُس پر ٹھٹھے مارنے لگا وہ بوڑھا خود بڑا ٹھٹھول تھا کسی کو اپنے اوپر ٹھٹھے مارنے نہ دیتا ایک کمان لیکر چلّا اُتار اور زمین پر رکھکر بولا ای پنڈت کہو اِس میں کیا بھید ہے اور اِس کمان کے اُتارنے میں کیا فایدہ ہے اُس آدمی نے بہت دیر تک سوچ کیا لیکن کچھہ نہ کھلا آخر لاچار ہوکر بولا آپہی اِس کے معنے بیان کیجئے تب یوسف نے ہنسکر کہا اگر کمان سدا چڑھی رہے تو کم زور ہوجاوے لیکن جب اُسے بروقت چڑھائیں تو بہت دن نبھے اور بہت کام آوے

نقل ۱۰۲

کئی ایک کبوتر کبوتر خانے میں رہا کرتے ایک کوّے نے دیکھ کر دل میں کہا یہہ کبوتر بہت خوشی اور چین سے گذران کرتے ہیں کسی چیز کے محتاج نہیں بہتر ہے کہ اُن میں جائے اور خوشی سے رہئے یہہ سوچ اُس نے اپنے پر سُفید کئے اور بے تکلف اُن میں جا گھسا جب تک وہ چپ رہا تب تک کبوتروں نے اُس کو نہ پہچانا اور کچھ ایذا نہ دی آخر ایک روز اپنی سرشت ذاتی کے سبب بے اختیار کاں کاں کرنے لگا تب کبوتروں نے اُس کو پہچان لیا اور چونچوں سے مار کر ہانک دیا وہ لاچار ہو کر وہاں سے نکلا اور اپنی قوم میں گیا اُنھوں نے بھی اُس کے رنگین پر دیکھ آنے نہ دیا اِس صورت میں نہ کوّا ہوا نہ کبوتر دونوں کر سے گیا

نقل ۱۰۳

ایک دن ایک کُتیا اور سورنی دونوں کہیں رستے میں ملیں

پیدایش کی بابت بات چیت کرنے لگیں کُتیا بولی کہ ہر ایک برس میں سب جانوروں سے زیادہ بچّے جنتی ہوں اور بہت دفع سورنی نے جواب دیا یہہ بات سچ ہے لیکن تو اِس بات میں ایسی اُتاولی کرتی ہے جس کے سبب سے تیرے پلّے اندھے پیدا ہوتے ہیں ؛

نقل ۱۰۶

ایک عُقاب نے خرگوش کو پکڑا وُہ بہت غم سے پُکارنے لگا ایک چڑیا جو درخت پر بیٹھی تھی اُس کو ملامت کرنے لگی اے نادان اُٹھہ اور بھاگ جا تو کس واسطے اپنے تئیں ہلاک کرتا ہے تو تو آپ بالخاصیت چالاک جانور ہے اگر ذرہ ہمّت کرے تو اُس کے ہاتھہ سے بچ جاوے یہی بات کرتی تھی کہ اِتنے میں ایک باز آیا اور اُس کو اُٹھا کر لیگیا اور اُس کو کھانے لگا ہر چند اُس نے چیں چیں کیا لیکن کچھہ فایدہ نہ ہوا خرگوش مرنے کے وقت اُس کی یہہ حالت دیکھہ خوش ہوا اور کہنے لگا تو ابھی مُجھہ کو ملامت

کرتی تھی اور اپنے تئیں بے خطر سمجھکر تھٹھے مارتی تھی وہی مصیبت جواب تم پر پڑی بول کس طرح سے سہہ سکتی ہے اِس ظالم کے پنجے سے تو اپنے تئیں کیوں نہیں بچا سکتی

نقل ۱۰۵

ایک روز اکبر بادشاہ کہیں سیر کو گیا ایک گھر میں جو تیمور لنگ نے پہاڑ پر بنایا تھا اُترا وہاں سے گنگا جمنا دونوں دریا نظر آتے تھے ایک باغ کی روش پر جو نہایت دل کشا تھا پھرنے لگا ایک نوکر جو باغ کی خبرداری کے واسطے وہاں رہتا تھا اچّھا لباس پہن بہت چالاکی سے آیا اور ایک برتن میں پانی لئے جدھر بادشاہ جاتا اُدھر چھڑکاؤ کرتا پھرنے لگا بادشاہ یہہ دیکھ کر بہت ہنسا آخر بادشاہ نے اُس کے دل کا ارادہ معلوم کرکے پکارا اے غلام اِدھر آ یہہ سُنکر وہ غلام خوشی سے دوڑا آیا اُمّید وار کہ بادشاہ آزاد کریگا جب وُہ نزدیک آیا بادشاہ نے اُس کو فرمایا میں دیکھتا تھا کہ تو بڑی

محنت کر رہا تھا لیکن وہ محنت بے فایدہ تھی اگر تو کسی دوسرے کام میں تصدیع اٹھاتا تو تیرے واسطے بہتر ہوتا میں صاف بولتا ہوں کہ ایسی ناکاری نوکری کے لئے تجھ کو آزاد نہ کرونگا

نقل ۱۰۶

ایک چوپان کے پاس ایک کُتّا تھا اُس کی وفاداری اور نمک حلالی پر بہت بھروسا رکھتا جب کہیں جاتا سب گلہ اُس کے حوالے کر بے فکر چلا جاتا اور ہر روز اُس کو میٹھی دہی وغیرہ غذا کھلاتا اور بہت پیار کرتا وہ نمک حرام کتّا کیا کرتا کہ جب وہ جاتا وہ گلّے میں سے ایک دو بھیڑیں یا بکریاں کھا جاتا ایک روز چوپان نے دریافت کر اُس کے گلے میں رسّی باندھی اور ایک جھاڑ پر لٹکانے لگا اِس میں کُتا بولا میں تمھارا قدیم نوکر ہوں تم بے رحمی سے کیوں میری جان لیتے ہو میں نے تو دو تین گناہ کئے ہونگے بھیڑیا جو تمھارا دشمن ہے اور ہمیشہ نقصان کرتا ہے اُس کو کیوں نہیں مارتے جواب دیا

ای بد ذات تو اُس سے دس حصے زیادہ سزا کے لایق ہے میں ہمیشہ جانتا ہوں کہ وہ میرا دشمن ہے اِس لئے خبردار رہتا ہوں اور تُجھے نمک حلال نوکر سمجھتا ہوں اِس لئے بے فکر رہتا ہوں اِسی سبب سے تُجھے کِھلاتا ہوں اور پیار سے پالتا ہوں باوجود اِس پرورش کے جب تو ایسی بد ذاتی اور بے وفائی کرے تو مناسب نہیں کہ معاف کروں تیری بد ذاتی اُس سے بدتر ہے

نقل ۱۰۷

ایک چور کہیں چوری کرنے گیا وہاں ایک ہوشیار وفادار کُتا تھا وُہ اُس کو دیکھ کر بھونکنے لگا اِس پر چور نے روٹی کا ٹکڑا اُس کے آگے پھینکا کُتے نے وہ ٹکڑا نہ لیا بلکہ خفگی سے کہا میں پہلے سمجھا تھا کہ کوئی خراب آدمی ہے جو ایسے وقت آیا اب تو اِس رشوت سے خوب معلوم ہوا کہ تو بُرا چور ہے جب تک تو اِدھر ہے میں البتہ بھونکونگا اور اپنے صاحب کے گھر کی خبرداری کرونگا

نقل ۱۰۸

ہرروز ایک چنگی شراب خانے میں جاتا گاتا اور بجاتا اور کئی
ایک نادان آدمیوں کو رجھاتا اور خوش کرتا ایک روز دل
میں لایا کہ تماشا گاہ میں جا کر گائے اور اپنا ہنر دکھا کر بہت
بیسا اور آبرو پیدا کیجئے یہہ سوچ ایک روز اُس نے تماشا گاہ
کے داروغے کے پاس جا کر اپنا ارادہ ظاہر کیا اُس نے اُس کو
آزمایش کے واسطے تماشا گاہ میں آنے دیا تب وہ گانے لگا
وہ جگہہ بہت بڑی اور لوگ بہت تھے اِس سبب سے اُس کا
گانا بجانا بہت کم سُننے میں آیا اور کئی ایک آدمی جو اُس کے
نزدیک تھے اُنھوں نے اچھے گویوں کا گانا بجانا سُنا تھا
اُس کی مکروہ آواز اور ساز سے ناخوش ہوئے اور
تالی مار کر اُس کو وہاں سے نکال دیا

نقل ۱۰۹

کہتے ہیں کہ کنکڑا الٹا چلتا ہے ایک دن اُس کی ماں نے بیٹے

سے کہا ای بیٹی اُلٹی چال چھوڑ اور سیدھی چال چل جیسی دوسرے جانور چلتے ہیں اُس نے جواب دیا ای ماں میں حتی المقدور اچھی چال چلتی ہوں اگر تجھے میری چال نا مناسب نظر آتی ہے تو آپ چلکر بتائے تاکہ میں اُس پر عمل کروں

نقل ۱۱۰

ایک لڑکا کوئے کے نزدیک روتا بیٹھا تھا اُسی وقت ایک چور وہاں آیا اور کہا ای لڑکے تو کس واسطے روتا ہے لڑکے نے روتے روتے جواب دیا رسّی ٹوٹ گئی اور میرا روپئے کا لوٹا کوئے میں گر پڑا ہے یہہ سُنکر چور کپڑے اُتار کر اُس کی تلاش کرنے کے واسطے کوئے میں اُترا بہت دیر تک تلاش کرتا رہا لیکن کچھہ نہ پایا جب کوئے میں سے نِکلا دیکھا کہ وُہ لڑکا اُس کے کپڑے لیکر بھاگ گیا ہے

نقل ۱۱۱

ایک آدمی ندی کے کنارے ایک درخت کاٹتا تھا اِتفاقاً کلہاڑی

اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کہ پانی میں گر پڑی اور وہیں ڈوب
گئی یہہ احوال دیکھ کر بہت غمگین ہوکر بیٹھ رہا اِس پر مرقوری
اُس کے پاس آیا اور پوچھا تو کیوں روتا ہے اُس آدمی نے
اپنا احوال ظاہر کیا مرقوری نے ندّی میں غوطہ مارا اور وہاں
سے ایک سونے کی کلہاڑی لاکر اُسے پوچھا یہہ تیری کلہاڑی
ہے کہ نہیں اُس نے جواب دیا نہیں اِس پر مرقوری نے پھر
پانی میں غوطہ مارا اور روپے کی کلہاڑی لاکر پھر اُسے پوچھا
یہہ تیری ہے اُس آدمی نے پھر انکار کیا اور کہا یہہ بھی میری
نہیں مرقوری نے تیسرے دفع پھر غوطہ مارا اور وہی
کلہاڑی جو پانی میں گر گئی تھی نکال لایا اپنی کلہاڑی کو دیکھتے ہی
وہ مفلس آدمی نہایت خوش ہوا اور شکر کر کے مرقوری
کے ہاتھ سے لی مرقوری نے اُس کی دیانت سے بہت خوش
ہوکر وے دونوں کلہاڑیاں اُس کو بطور انعام دیں اِس
کے بعد اُس آدمی نے اپنے رفیقوں میں جاکر جو گذرا تھا سو

بیان کیا اِس پر ایک اُن میں سے ندّی کے کنارے گیا اور اپنی کُلہاڑی جان بوجھکر پانی میں پھینک دی اور زمین پر بیٹھکر آفت زدوں کی طرح رونے لگا مرقوری آیا اور غوطہ مارکر سونے کی کلہاڑی لایا اور اُس کو بتلائی اور پوچھا یہہ تمھاری ہے سونے کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوا اور اُس کے لینے کے واسطے دوڑا لیکن مرقوری نے اُس کی بے شرمی سے بہت ناخوش ہوکر نہ دی بلکہ اُس کی کُلہاڑی بھی نہ دی

نقل ۱۱۲

ایک گاڑی بان گاڑی لئے جاتا تھا رستے میں گاڑی کا ایک چاک کڑکڑانے لگا یہہ سنکر وہ بہت مُتعجب ہوا اور اُس سے پوچھا تجھے کیا ہوا اُس نے جواب دیا یہہ خصلت جبلّی ہے جس کو دُکھہ ہوتا ہے وُہ البتّہ روتا چلّاتا ہے

نقل ۱۱۳

ایک آدمی کے پاس ایک لکڑی کا بُت تھا وہ ہر روز اُس کی پوجا کیا کرتا وہ آدمی بہت غریب تھا اکثر اُس سے پیسا مانگتا بہت دن اِسی طرح کرتا رہا لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا آخر ایک روز نا اُمّید ہو کر اُس کو زمین پر دے مارا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور بہت سا پیسا جو اُس کے پیٹ میں تھا گر پڑا یہہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور بولا اے مکرے ضدّی بُت جب میں تیری پرستش کرتا تھا تب تو نے میری بات نہ سُنی اور جب میں نے تجھے توڑ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کیا تب تو نے اتنا پیسا دیا جو میری خیال میں بھی نہ تھا

نقل ۱۱۴

ایک بکرا کوٹھے پر چڑھ گیا ایک بھیڑئے کو جو نیچے کھڑا تھا گالیاں دینے لگا اِس پر بھیڑئے نے اوپر دیکھکر کہا اے بدذات حیا نور تو اتنا غرور مت کر میں جانتا ہوں کہ یہہ بدزبان تجھ سے نہیں مگر اُس جگہہ سے جس کے آسرے میں تو ہے

نقل ۱۱۵

ایک شیر نے جوان بیل کو پکڑا اور کھانے لگا اتنے میں ایک چور وہاں آیا اور بولا آدھا مجھ کو دو شیر نے کہا اے یار جو چیز تیرا حق نہیں سو چرا کر لیجاتا ہے دور ہو چلا جا میں تجھ کو نہ دونگا اتفاقاً ایک غریب مسافر اُس رستے آ نکلا شیر کو دیکھ بہت ڈرا اور آہستہ دوسرا رستہ پکڑا شیر نے اُس کی یہہ نیک چال دیکھ مہربانی سے پکار کر کہا آؤ اِس شکار میں سے تم حصّہ لو اِس لئے کہ تیری شرافت اور نجابت کے سبب سے اِس میں سے تجھ کو دینا لائق ہے یہہ کہہ کر اُس کے دو حصّے کئے ایک آپ لیکر جنگل کو گیا اور دوسرا اُس مسافر کے واسطے چھوڑا

نقل ۱۱۶

ایک بکری جب چرائی کو جانے لگی اپنے بچّے کو یہہ نصیحت کی کہ دروازہ بند کر کے بیٹھ رہ جب تک میں نہ پھر آؤں

تب تک کسی کو اندر آنے مت دیجیو ایک بھیڑیا جو اتفاقاً وہاں دبکا ہوا بیٹھا تھا یہہ بات سنکر ذرہ دیر کے بعد دروازے کے پاس آیا بکری کی آواز نکال اور دروازہ ٹھوک کر بولا دروازہ کھولو بکری کے بچّے نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو وہ بھیڑیا نظر آیا بولا ای دغا باز چلا جا اگرچہ تم بکری کی آواز سے بولتے ہو لیکن تم تو بھیڑیے ہو تیرا اعتبار کون کرے

نقل ۱۱۷

بھیڑیے نے لومڑی کے نام سے چوری کی بابت بندر کے پاس جاکر فریاد کی جب لومڑی سے یہہ بات پوچھی اُس نے صاف انکار کیا واللہ میں نے اُس کا کچھہ نہیں چرایا غرض دونوں کی بات سُنکر بندر نے یہہ فتوئی دیا ای بھیڑئے میری دانست میں تیرا کچھہ نہیں گیا پھر لومڑی سے کہا البتّہ تو نے اُس کا مال چرایا ہے اور تو بڑی چور ہے یہہ فتوئی دیکر بندر نے صاحبان مجلس کو رخصت کیا

لقا

نقل ۱۱۸

ایک مالی کے پاس ایک گدھا تھا وہ بوجھ اُٹھاتے اٹھاتے
تھک گیا جو پیتر سے عرض کی مجھ کو دوسرا مالک دیجئے
اُس نے کمھار کے حوالے کیا وہ اُس پر اور بھی زیادہ بوجھ
لادنے لگا پھر اُس نے عرض کی مجھے کوئی دوسرا صاحب
دیجئے جو نہایت رحم دل ہو جوپیتر اس بات سے بہت ہنسا
لیکن اُس کی عرض اُس وقت بھی قبول کر کے اُس کو چمار
کے حوالے کیا چند روز میں جب گدھے کو معلوم ہوا کہ میرا
صاحب ایسا خلیق ہے تو اپنے دل میں افسوس کرنے لگا
اور بولا ہائے کم بختی یہہ مالک تو سب سے زیادہ بدتر اور
سنگدل ہے جب تلک تو جئیگا تجھ سے کام لیگا اور جب
تو مر جایگا تو تیری کھال بھی اپنے کام میں لایگا

نقل ۱۱۹

ایک لڑکا ہر روز مکتب میں جایا کرتا ایک روز اُس نے اپنے

ہم مکتب کی ایک کتاب چرائی اور اپنی ماں کو لاکر دی
اُس کو لازم تھا کہ وہ اُس کو اِس بات سے منع کرتی اور
دھمکاتی مگر اُس بد دل نے نصیحت اور ملامت کے بدلے اُس
کو پیار کیا اور کھانے کو ایک سیب دیا چند مدت کے بعد وہ
لڑکا بالغ ہوا ہمیشہ چوری کرتا اور ماں کو لاکر دیتا آخر ایک
روز وہ پکڑا گیا تجویز کے بعد اُس کو پھانسی دینے کا فتویٰ
دیا گیا گلا دینے کے روز جب اُس کو دار کے نزدیک لیگئے اُس
وقت جلاّد وغیرہ بُہت سے لوگ جمع ہوئے اُن میں اُس کی
ماں بھی روتی بسورتی آئی اُس بد کار نے اپنی ماں کو وہاں
دیکھ کر شریف سے کہا مہربانی سے حکم دیجئے کہ میں اپنی ماں
سے کچھ بات کروں قریب المرگ کی بات سُننی لازم ہے
اِس لئے شریف نے اجازت دی جب اُس کی ماں نزدیک
آئی اُس نے اپنی ماں کا کان دانت سے کاٹ ڈالا لوگ یہہ
دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور غصّے میں آئے آپس میں کہنے لگے

کیا بد ذات ہی جس نے ہزاروں گناہ کئے کیا بس نہ تھے جو مرتے مرتے بھی ایسا خراب گناہ کیا اس نے جواب دیا ای یارو پہلے میری بات سنو اُس کے بعد جو چاہو سو کہو یہہ بد ذات عورت اِس سے زیادہ سزا کے لایق ہی اِس لئے کہ جب میں نے لڑکپن کے وقت مکتب میں سے کتاب چرا کر اُس کو لادی تھی اگر وُہ اُسی وقت مجھے دھمکاتی اور منع کرتی تو آج میری یہہ حالت نہ ہوتی

نقل ۱۲۰

ایک گدھی بیمار تھی یہہ خبر سب مُلک میں مشہور ہوئی کئی ایک بولے وُہ کل مر جائیگی کئی ایک بھیڑئے یہہ خبر سنکر بلاقات کے بہانے وہاں گئے اور کواڑوں کو کھٹکھٹا کر پوچھنے لگے کہو ای بی بی آج تمہارا مزاج کیسا ہی ایک جوان گدھا اُس کا بیٹا یہہ بات سُنکر باہر آیا اور بولا میری ماں کا مزاج فضل الٰہی بہُت اچھا ہی خُدا نہ خواستہ جیسا تم کو منظور ہی ویسا نہیں

نقل ۱۲۱

بہت سی چونٹیاں اپنے بل کے آس پاس دانہ لاکر جمع کر رہیں تھیں ایک تدّا جو اتفاقاً اُس موسم میں جیتا رہ گیا تھا بھوکھہ اور جاڑے کے مارے مرتا تھا وہاں آیا بولا مجھے ایک چاول کا دانہ دو میں بھوکھا مرتا ہوں ایک چیونٹی نے اُس سے پوچھا تم نے کس واسطے گرمی کے موسم میں ہمارے موافق دانہ جمع نہیں کیا اُس نے جواب دیا اے یار وگرمی میں میری اوقات کھانے پینے گانے بجانے میں گذری کبھی جاڑے کا خیال دل میں نہیں لایا چیونٹی نے ہنسکر کہا اگر یہی بات ہے تو ہم کیا کریں اِس لئے کہ جو گرمی کے موسم میں کھاتا پیتا اُڑاتا ہے سو البتہ جاڑے میں بھوکھوں مرتا ہے

نقل ۱۲۲

ایک دن ایک گدھا اور مرغ کہیں ایک جگہہ پھرتے تھے یکایک ایک شیر کو اُس طرف آتے دیکھا کہتے ہیں کہ شیر

مرغ کی بانگ سے بہت ڈرتا ہے جو نہیں اُس نے مرغ کی آواز
سُنی وو نہیں ڈر کے مارے بھاگا گدھا سمجھا کہ وہ میرے
ڈر سے بھاگا جاتا ہے دلیری سے اُس کے پیچھے لگا اِتنی دور
گیا تھا کہ مرغ کی آواز سُنائی نہ دے اِس پر شیر پھرا اور
پلک مارتے ہی اُس نے اُس کو پکڑ لیا اور پھاڑنے لگا اُس
وقت گدھا اپنے دل میں کہنے لگا افسوس ای بے وقوف
تو تو اپنی ہمت اور زور جانتا ہی تھا اِس پر جان بوجھ کر کیوں
اپنے تئیں موت کے پنجے میں گرفتار کیا اگر ایسا نہ کرتا تو خوشی
سے سلامت رہتا

نقل ۱۲۳

ایک روز بندر نے لومڑی سے کہا اپنی لنبی دُم کا ایک ٹکڑا
مجھ کو دو کہ میں اپنے ننگے چوتڑ چھپاؤں میرے چوتڑ گرمی
سردی اور بارش کے موسم میں ننگے رہتے ہیں تیری دُم
تو بہت لنبی زمین پر گھسٹتی رہتی ہے فی الواقع تیری اِحتیاج سے

زیادہ ہے لومڑی نے کہا ہوگی لیکن تم خوب جانو کہ جب تک میں جیتی ہوں تب تک ایسی ہی کھستی رہونگی مگر تمہارے ناپاک بدبو چوہتر کے واسطے خدا نخواستہ کہ میں ایک ذرہ بھی اُس میں سے دولا

نقل ۱۲۴

ایک روز گدھے نے دل میں خیال کیا کہ میرا مالک اِس چھوٹے کُتّے کو بہت پیار کرتا ہے اُس کا سبب یہی ہوگا کہ وہ اُس کے سامھنے دم ہلاتا اور خوش آمد کرکے آس پاس پھرتا اور کود کر اُس کی گود میں جا بیٹھتا ہے اِسی سبب وہ اُس کو کھانے کے وقت گوشت کے اچھے ٹکڑے وغیرہ غذا کھلاتا ہے اور محبت سے پالتا ہے اگر میں بھی ویسا کروں تو البتہ مجھ پر بھی مہربانی کریگا اور گود میں بیٹھنے دیگا یہی سوچتا تھا کہ اتنے میں اُس کا صاحب کھیت اور باغ کی سیر سے پھر آیا اور کرسی پر بیٹھا گدھا اُس کو دیکھ کر پہلے بڑے زور وشور سے رینکنے اور کودنے لگا اُس کے بعد بہت شوق سے اُس کی طرف دوڑا

اُس کا مالک یہہ تماشا دیکھ بے اختیار ہنسا اِس میں بہت لاڑ سے اُس گدھے نے پچھلے پاؤں پر کھڑے ہوکر اگلے پاؤں اُس کی چھاتی پر رکھے اور چاہا کہ اُس کی گود میں بیٹھے وہیں وہ پکارنے چلانے لگا یہہ سُنکر ایک نوکر بڑا سونٹا ہاتھ میں لئے دوڑا اور اُس کو خوب مارا تب تو وہ گدھا دل میں قایل ہوا اور بہت پشیمان معلوم کیا کہ ہر ایک مہربانی کے لایق نہیں

نقل ۱۲۷

کسی زمانے میں پرندوں اور چرندوں میں بڑی لڑائی شروع ہوئی چمگادڑ دل میں لایا کہ میری شکل دونوں کے مشابہ ہے اِس صورت سے میں اُن دونوں کے فساد اور لڑائی سے محفوظ رہونگا اتنے میں دونوں لشکر مقابل ہوے اور لڑائی کرنے لگے بہت سے مارے گئے اور بہت زخمی ہوئے چمگادڑ سمجھا کہ پرندونکی فتح ہوگی اِس سبب سے وہ

اُن میں جا مِلا لیکن ذرہ دور اَڑ تا رہا اِس اِرادے کہ جو فتح پاوے اُس کی طرف ہوجاوے ذرہ دیر کے بعد اُس کو خوب معلوم ہوا کہ حیوان البتّہ غالب ہونگے یہہ سوچ اُن میں جا مِلا اور بولا میری شکل چوہے کی سی ہے اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں حیوان ہوں اِس لئے تمھارے پاس آیا ہوں مجھے اپنے ساتھہ رکھو میں ہمیشہ تمھاری خیر خواہی اور وفاداری میں کوشش کرونگا چرندوں نے اُس کی یہہ بات قبول کی اور اُس کو اپنا ساتھی کیا آخر عقاب سپہ سالار کی ہمّت اور تدبیر سے پرندوں کی فتح ہوئی اِس پر چمگادڑ اُن کے ڈر کے مارے بھاگ گیا شرم سے سارا دن پہاڑ اور جھاڑوں کی کھو کر میں چھپا رہتا ہے اور جب شام کے وقت سب جانور بسیرا لیتے ہیں تب وہ باہر آتا ہے

نقل ۱۲۶

ایک ریچھہ بار پر جہاں شہد کی مکھیوں کا چھتّا لگا تھا چرھا وہ

چھتا توڑ کر شہد پینے لگا مکھیاں بدلا لینے کے واسطے ایک لخت اُس پر دوڑیں اور ڈنک مارنے لگیں لیکن اُس کی کھال بہت سخت تھی اُس کو ڈنک سے کچھ اثر نہ ہوا تب وے اُس کی آنکھ اور ناک کو کاٹنے لگیں اِس پر وہ دکھ کے مارے جنون سے اپنے پنجوں سے اپنے کان ناک اور آنکھ نوچنے لگا غرض جو اُس نے اُن کا نقصان کیا تو اِس کے بدلے اُس کو یہہ سزا ملی کہ اُس نے اپنے تئیں آپ زخمی کیا

نقل ۱۲۷

ایک مُرغ ایک بلند درخت پر بیٹھا ہوا بانگ دے رہا تھا ایسے زور سے کہ تمام جنگل اُس کی آواز سے گونج گیا ایک لومڑی جو نزدیک شکار کی تلاش میں پھرتی تھی یہہ آواز سنکر اُس درخت کے نیچے آئی جب دیکھا کہ اُس کا ہاتھ آنا مشکل ہے تب اُس کو نیچے اُتارنے اور کھا جانے کے واسطے فریب سے بولی اے یار میں تمھارے دیکھنے سے بہت خوش

ہوئی لیکن نہایت افسوس ہے کہ جہاں تم بیٹھے ہو وہاں میں
نہیں آسکتی اور بہ خوبی ملاقات نہیں کر سکتی اگرچہ میں نے تم کو
دور سے دیکھا لیکن میں چاہتی ہوں کہ تو نیچے آوے اور اپنی
ملاقات سے اِس مُشتاق کو خوش کرے مرغ نے جواب دیا
ای بوا میں بھی چاہتا ہوں کہ تم سے بغل گیر ہوؤں لیکن نیچے
آنے میں مجھے کمال خطرہ ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو میری
دوست خیر خواہ ہے لیکن ڈرتا ہوں کہ دوسرا کوئی میرا
بدخواہ مجھ کو پکڑ کر نہ کھا جاوے بولو اُس وقت میں کیا
کروں لومڑی نے کہا اے میری آنکھوں کے تارے کیا تم کو
معلوم نہیں جو چرند اور پرند میں صلح کی بابت منادی کی گئی اور
اقرار ہوا کہ آئندہ کوئی کسی پر ظلم اور زبردستی نہ کرے
اور آپس میں مُتفق دوستی سے رہیں اگر کوئی اُس کے برخلاف
کریگا تو سزا پاویگا اتنے میں مرغ جو اُس کی پر فریب باتوں
کو سن رہا تھا اپنی گردن لمبی کر کے دیکھنے لگا لومڑی نے

پوچھا ای بھائی تو کیا دیکھتا ہے جواب دیا کئی ایک کُتّے تھوڑیا
دور نظر آتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری طرف آتے
ہیں لومڑی بولی اگر یہی بات ہے تو میں جاتی ہوں سلام
مرغ بولا مت جا میں ابھی آتا ہوں تم کو ایسی صلح کے
وقت کیا ڈر ہے جواب دیا ای بھائی شاید انھوں نے
صُلح کی بات نہ سُنی ہوگی یہہ کہکر بھاگ گئی

نقل ۱۲۸

ایک دن بلّی نے ارادہ کیا کہ ایک مرغ مار کر کھائے
یکایک اُس نے فجر کے وقت ایک مرغ کو جو غافل چرتا
تھا پکڑ لیا اور کھانے لگی مُرغ نے کہا مجھے چھوڑ دے اُس
نے کہا بولو کس واسطے جواب دیا میں انسان کے حق میں
بہت کام کا ہوں ہر روز چار بجے بانگ دیتا ہوں جس کے
سبب سے ہر ایک آدمی جاگ پڑتا ہے اور اپنے کام خدمت
کے واسطے جلدی اُٹھہ تیار ہو کر چلا جاتا ہے بلّی نے کہا میں

اسی واسطے تم کو مارا چاہتی ہوں لوگ تیری نگروہ آواز سے نہیں سو سکتے اور بے چین ہوتے ہیں اس کے سوا تو ایسا بدذات بے تمیز ہی کہ تو بہن ماں اور دوسری مرغیوں میں فرق نہیں سمجھتا ہر ایک سے جفتی کرتا ہی مرغ نے کہا یہہ بات سچ ہی لیکن میں یہہ کام اپنے مالک کے فایدے کے لئے کرتا ہوں تاکہ بہت انڈے اور چوزے پیدا ہوں بلی نے کہا ای بدذات چپ رہ تجھہ سے پاپی کا مرنا جینے سے بہتر ہی یہہ کہکر کھا گئی

نقل ۱۲۹

ایک کتا گھاس کی تال پر بیٹھا تھا ایک بھوکھا بیل وہاں آیا اور چاہا کہ گھاس کھاوے اتنے میں وہ لالچی کتا اس پر دوڑا اور بھونکنے لگا اس پر بیل نے خفا ہوکر کہا ای لعنتی بدذات لئیم کتے تو آپ یہہ گھاس کھاتا ہی نہیں اور دوسرے کو بھی نہیں کھانے دیتا یہہ کہکر چلا گیا

نقل ۱۳۰

کُتّے نے بھیڑیے کے نام سے فریاد کی اِس مقدمے کے انفصال کے واسطے چیل اور بھیڑیا دونوں مُقرر ہوے انھوں نے اِس بات میں کوئی گواہ نہ بُلایا بے سوچ فتویٰ دیا بھیڑ البتہ تقصیروار ہے یہہ حکم ہوتے ہی بھیڑ کو پھاڑ ڈالا اور اُس کا گوشت آپس میں بانٹ کر کھالیا

نقل ۱۳۱

ایک باز بہت زور سے کبوتر کے پیچھے لگا قضا کار ایک جال میں جو کسان نے کوّے پکڑنے کے واسطے لگایا تھا پھنس گیا اور پھڑ پھڑانے لگا کسان یہہ دیکھہ کر دوڑا اور اُس کو مارنے لگا اِتنے میں باز نے کہا اے زمیندار مجھے چھوڑ دے میں تو کبوتر کے پیچھے لگا تھا میرا کچھہ نقصان نہیں کیا جو تو مجھے مارا چاہتا ہے اُس نے پوچھا کبوتر نے تیرا کیا بُرا کیا تھا جو تو اُس کے مارنے کو دوڑا یہہ کہکر اُس کی گردن مروڑ ڈالی

نقل ۱۳۲

ایک دن گرمی کے موسم میں کام دیو بازی اور دھوپ کے سبب سے تھک گیا اور ایک سرد غار میں جا لیتا کہتے ہیں کہ وہ موت کا گھر تھا بے اختیار غفلت سے سو گیا اُس کے ترکش میں سے سب تیر گر پڑے اور موت کے تیروں سے مل گئے جب جاگا بہت ہوشیاری سے جتنے اُس کے تھے چُن لئے لیکن معلوم نہ ہوا کون سے میرے ہیں اِس سبب سے کئی ایک موت کے تیر اُٹھا لئے اور اپنے وہاں چھوڑے اِسی سبب سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بوڑھا عیش و عشرت سے کامیاب ہے اور جوان جس نے دنیا کی لذت نہیں دیکھی موت کے تیر سے ہلاک ہو جاتا ہے اور بے مراد نااُمید چلا جاتا ہے

نقل ۱۳۳

ایک چیونٹی پیاسی ہو کر کسی نالے پر پانی پینے گئی لیکن پانی کی لہر سے بہہ گئی ایک کبوتر نے اُس کے حال پر ترس کھا کر درخت

کی ڈالی توڑ کر اُس کے آگے پھینک دی وہ چیونٹی اُس کے آسرے سے کنارے لگی چند روز کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شکاری نے اُس کبوتر کے پکڑنے کے واسطے جال لگایا وہ جانور تو غافل بیٹھا ہی تھا چیونٹی یہہ دیکھہ وہاں آئی اور جوہیں وہ شکاری اُس کو پکڑنے لگا وہیں اُس نے اُس کی ایڑی میں کاٹا وہ اِس سے چونکا کبوتر اِس حرکت سے ہوشیار ہوکر اُڑ گیا

نقل ۱۳۲

ایک دن ایک عقاب پہاڑ پر بیٹھا تھا ایک لیلا کو دیکھہ کر نیچے آیا اور اُس کو اُٹھا کر لیگیا ایک کوّا جو نزدیک بیٹھا تھا یہہ دیکھہ کر دل میں لایا کہ میں بھی ایک کو اُٹھا کر لیجاؤں یہہ سوچ ایک بھیڑے کی پیٹھہ پر آبیٹھا وہیں اُس کے پنجے بھیڑ کی اُون میں پھنس گئے تب وہ کوّا کاں کاں کرنے لگا یہہ سُنکر چوپان دوڑا آیا اور اُس کو پکڑ لیا اور کھیلانے کے واسطے اپنے

چھوکروں کے حوالے کیا

نقل ۱۳۵

ایک حسود اور لالچی دونوں ایک مکان میں جو پیتر کی پوجا کرتے تھے جو پیتر اُن کی بیہودہ عرض پر نہ چاہا کہ اپنے اوپر تکلیف اُٹھاوے اِس پر اُس نے اپالو کو بھیجا اور فرمایا جاؤ اور جو جس لایق ہو ویسا اُس کو دو تب اپالو وہاں جاکر بولا تم اپنا اپنا مطلب جلد مختصر بیان کرو جو پہلے ایک مانگیگا اُس سے دونا دوسرے کو ملیگا لالچی آدمی کو اگرچہ ہزار طرح کی خواہش تھی لیکن پہلے نہ مانگا سمجھا کہ جب وہ مانگیگا اُس سے دونا مجھ کو ملیگا یہہ سوچ چُپ رہا دل میں لایا جیسا مجھ کو لالچ ہے ویسا ہی دوسروں کو بھی ہے حسود نے اُس کے دل کی بات سمجھ عرض کی کہ اے اپالو میری ایک آنکھ پھوڑ ڈالو یہہ کہتے ہی اُس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی اور لالچی کی دونوں

نقل ۱۳۶

ایک دِن لومڑی نے شیر کو دیکھا ڈر کے مارے قریب المرگ ہو گئی دوسری دفع جب ملاقات ہوئی تو وہ دلیری سے اُس کی طرف دیکھنے لگی تیسری دفع تو بے شرمی سے اُس کے پاس جا کر سلام کیا اور بات چیت کرنے لگی

نقل ۱۳۷

کئی قاز اور بگلے اکثر ایک ہی کھیت میں چرا کرتے آخر کھیت کا مالک ایک روز اپنے نوکروں کو ساتھ لیکر یکایک اُن پر دوڑا قاز بہت موٹے اور بھاری تھے اِس سبب سے جلدی نہ اُڑ سکے اور بہت مارے اور پکڑے گئے بگلے سبک پا اور لاغر تھے آسانی سے اُڑ گئے

نقل ۱۳۸

ایک روز ایک گھوڑا جنگی سامان زردوزی زین اور ساز سے آراستہ مُنہہ میں لگام چباتا ہنہناتا کہیں جنگل کے رستے چلا جاتا تھا ایسا کہ اُس کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونج گئے

ایک گدھا بھی بھاری بوجھہ سے لدا ہوا بڑی محنت سے اُس کے آگے آہستہ آہستہ چلا جاتا تھا اُس نے اُس کو اپنی چالاکی سے جالیا اور غرور سے بولا ابے جلد سرک رستہ دے نہیں تو میں تجھے پاؤں تلے مل ڈالونگا وہ بیچارہ گدھا دل میں سمجھا کہ میں اِس سے بر نہ آؤنگا یہہ دل میں لاکر جلدی سرک گیا چند روز کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ اُسی گھوڑے کو لڑائی میں گولی لگی کانا ہوگیا سواری اور لڑائی کے کام کا نہ رہا اِس لئے اُس نے لاچاری سے اُس کا سب ساز زین اُتار کرائے والے کے ہاتھہ بیچ ڈالا تب وہ اُس پر بوجھہ لادنے لگا ایک روز وہ بھاری بوجھہ لئے کہیں جاتا تھا گدھے نے اُس کو اِس حالت میں دیکھہ کر دل میں کہا کہ اِس کو لعنت ملامت کرنے کا وقت یہی ہے یہہ سمجھہ وہاں گیا بولا ای یار آپ ہی ہیں جو ایک روز مجھے اپنے پاؤں تلے ملا چاہتے تھے میں اُسی روز دل میں سمجھا تھا کہ حضور کے تکبّر اور غرور کا نشہ

ایک نہ ایک روز اُتر ہی جائیگا

نقل ۱۳۹

ایک کِسان جب مرنے لگا اُس نے اپنے دل میں خیال کیا جیسا میں نے تمام عُمر کھیتی کا کار و بار کیا چاہئے کہ میرے بیٹے بھی وہی کام کریں یہہ سوچ اُن کو پلنگ کے پاس بُلوایا اور کہا میرے پاس انگورستان اور کھیت ہے میں نے وہ سب تمہارے حوالے کیا تم سب اِس کے مالک اور مختار ہو لیکن لازم ہے کہ وہ کھیت کسی کو نہ دو اِس لئے کہ اگر کُچھ اور مال میرے تصرف میں ہے سو اُسی کھیت میں گڑا ہے جب تم ہاتھہ بھر کھودوگے تو وہ بھی تم کو مِل جایگا بیٹے سمجھے کہ وہاں کچھ پیسا گڑا ہے جب اُن کا باپ مر گیا پیسے کے بھروسے انھوں نے وہ کھیت سب کھود ڈالا اُس میں سے پیسا تو نہ ملا مگر کھیت خوب جوتا گیا اور بہت سا اناج اُس میں پیدا ہوا اور اِس سبب سے وے مالدار صاحب اعتبار ہو گئے

نقل ۱۴۰

ایک شیر نے ایک موٹے تازے گھوڑے کو دیکھا چاہا کہ اُس کو
پکڑ کر کھا جاوے لیکن ہاتھ نہ آیا آخر دل میں لایا کہ اُس کو فریب
سے مارا چاہیئے یہہ سوچ مشہور کیا کہ میں حکیم کامل ہوں اِس
فن شریف کے واسطے مُلک مُلک پھرا ہر ایک بیماری کی تشخیص
اور ہر ایک مرض کے علاج میں کمال بہرہ حاصل کیا جو کوئی
میرے ہاتھ کی دوا کھاتا ہے خُدا کے فضل سے چنگا ہو جاتا
ہے یہہ ظاہر کر کے اُمیدوار ہوا کہ اِس حیلے سے جانوروں
میں جاوے اور اپنا مطلب حاصل کرے گھوڑے نے اُس
کے دل کی بات معلوم کر کے ارادہ کیا کہ اِس مکّار کو مکر
سے ہلاک کیجیئے اور چاہِ بلا میں ڈالئے یہہ سوچ شیر کے
نزدیک گیا اور بولا اے شیر میرے پاؤں میں ایک کانٹا
لگا ہے مہربانی سے اُس کا علاج کیجیئے اِس لئے کہ میں لنگڑا ہو گیا
رات دن بے چین رہتا ہوں شیر نے یہہ بات قبول کی اور

بولا بسم اللہ نزدیک آؤ مجھے پاؤں دیکھنے دو ہر ایک بیماری
کے واسطے اول تشخیص ضرور ہے جو ہیں وہ شیر اُس کے
پاؤں کی طرف دیکھنے لگا وہیں گھوڑے نے اُس کے مُنہ
پر ایسی لات ماری کہ وہ بے ہوش زمین پر گر پڑا اور لوٹنے لگا
اِتنے میں گھوڑا ہنہناتا ہنستا بھاگ گیا اور بہت خوش ہوا کہ
جو میرے مارنے کو آیا تھا میں نے اُس کو مار گرایا خوب ہوا
کہ موذی کو ایذا ہوئی قتل الموذی قبل الایذا

نقل ۱۰۱

ایک جنگل میں ہرن ٹوٹا ہوا پڑا تھا ایک ریچھ اور شیر اِتفاقاً اُس
مردار پر آپہنچے اور اُس کے واسطے آپس میں لڑنے لگے بہت
دیر تک لڑتے رہے آخر لڑتے لڑتے یہاں تک زخموں
سے چور ہوئے اور ایسے تھکے کہ بے ہوش زمین پر گر پڑے
کچھ طاقت نہ رہی کہ پھر اُٹھیں اسی طور سے ہانپتے ہوئے پڑے
تھے کہ اِتنے میں ایک لومڑی گُستاخی سے وہاں آئی اور

وہ شکار اُٹھا کر لیگئی یہہ دونوں پہلوان دیکھتے ہی رہے اُن کو اِتنی قوّت نہ تھی کہ وُہ شکار اُس کے ہاتھہ سے لیں یہہ دیکھہ آپس میں کہنے لگے دیکھو ہماری لڑائی کا یہہ پھل ہی کہ ہم لڑ کر زخمی ہوے اور وُہ لومڑی بد ذات مُفت شکار لیگئی ہم کو اِتنی ہمّت نہیں کہ اُس کے ہاتھہ سے چھین لیں

نقل ۱۴۲

مشہور ہوا کہ شیر بیمار ہی اس پر سب جانوروں کو یہہ بات سُنائی گئی کہ اگر تم اِس وقت اُس کی ملاقات کے واسطے اُس کے پاس جاؤ تو تمھارے واسطے بہت بہتر ہی شیر تُم پر مہربان ہوگا اور اغلب ہی کہ ہر ایک کو اُس کے لایق سرفراز بھی کرے یہہ سنکر اکثر جانور اُس کی خدمت میں گئے لیکن لومڑی نہ گئی تب شیر نے گیدڑ سے کہا لومڑی کو جاکر کہو ای بے ادب ایسے وقت حضرت کی خدمت میں کیوں نہ آئی ہر ایک جانور میری احوال پرسی کے واسطے آیا لومڑی نے

کہا میری طرف سے حضرت کی خدمت میں آداب بجالا کر عرض کیجئے کہ یہہ لونڈی جیسی قدیم سے نمک حلال خدمت گذار ہے ویسا ہی اب بھی جان نثاری اور وفاداری میں بجان و دل سے حاضر ہے لیکن کیا کروں حضور کی آکھر دیکھتے ہی میرے اوسان خطا ہو جاتے ہیں گویا قالب میں جان نہیں رہتی اِس لئے کہ جو اندر جاتا ہے سو پھر نہیں آتا لازم نہیں کہ وہاں جاکر اپنی جان دوں

نقل ۱۴۳

ایک روز بہت چوہے جمع ہوئے اور دروازہ بند کر کے مشورت کرنے لگے کہ کس طرح بلّی کے ہاتھہ سے بچیں اور بے خوف اپنی اوقات بسر کریں بہت دیر تک تجویز کرتے رہے لیکن کوئی بات پسند نہ آئی آخر ایک جوان چوہا جو نہایت فصیح اور بلیغ تھا کھڑا ہو کر بولا کہ دشمن کے ہاتھہ سے بچنے کی ایک حکمت ہے چاہئے کہ بلّی کے گلے میں گھنٹا باندھا جاوے

ہلتے ہی ہم ہوشیار خبردار ہو جاویں اور اپنا اپنا رستہ لیں یہہ بات سُنتے ہی چوہے بہت خوش ہوے اور کہا شاباش تم نے تو خوب تدبیر نکالی اُن میں سے کئی ایک نے چاہا کہ اُٹھہ کر اُس کی تعظیم و تکریم کریں اور شکر بجالاویں اِتنے میں ایک بوڑھا سیانا چوہا جو چُپ اُن کی باتیں سنتا تھا اُٹھہ کر بولا البتہ یہہ تدبیر بہت درست ہے اور اُس کا مُدبّر بھی بہت دانا تیز فہم ہے لیکن میری دانست میں لازم یہہ ہے کہ جب تک وہ بیان نہ کرے کہ فلانا چوہا اُس بلّی کے گلے میں گھنٹا باندھیگا اور اِس طرح سے باندھا جائیگا تب تک اُس کی بات کا اعتبار نہ کیجئے اور نہ اُس کے شکر گذار ہو جئے یہہ سُنکر سب متاٗمّل ہوے اور اُس چوہے کی طرف حقارت سے دیکھنے لگے

نقل ۱۴۴

ایک دن شیر گدھا اور لومڑی تینوں شکار کو گئے اور

آپس میں قرار کیا کہ جو ملے سو آپس میں بانٹ لیں اتفاقاً ایک موٹا تازہ ہرن پکڑا شیر نے گدھے کو حکم کیا ای یار تم اِس کے حصّے کرو گدھے نے اپنی لیاقت ذاتی اور انصاف جبلّی سے اُس کے تین برابر حصّے کئے یہہ دیکھہ کر شیر بہت غُصّے میں آیا اور وہیں اُس کو مار ڈالا پھر لومڑی سے کہا تو اُس کے دو حصّے کر لومڑی کہ نہایت سیانی تھی اپنے رفیق کا حال دیکھہ کر عبرت گزیں ہوئی اور اُس میں سے ایک چھوٹا ٹکڑا الگ کر بولی ای حضرت یہہ سب آپ کا ہی لیجئے اور نوش جان کیجئے شیر اِس بات سے بہت خوش ہوا اور پوچھا ای لومڑی تو نے یہہ آداب بادشاہی اور قاعدۂ شہریاری کہاں سیکھا آفریں تو نہایت دانا ہی اُس نے عرض کی ای جہاں پناہ میں نے یہہ تدبیر اِس گدھے سے سیکھی جو ابھی مارا گیا

نقل ۱۳۷

ایک شیر بہت بوڑھا ہوا آخر مرنے کی حالت کو پہنچا جان کندنی کے وقت ہاتھ پاؤں مارنے لگا کئی ایک جانور جنہوں نے پہلے اُس کے ہاتھ سے ایذا پائی تھی بدلا لینے کے واسطے آئے سور نے اُس کو ناب سے مارا بیل نے سینگ سے گدھا بھی یہہ دیکھہ کر شوخی سے آیا اور اُس کے مُنہہ پر دُلتّی ماری اِس پر وہ بوڑھا ظالم حیوان بہت غمگین ہو کر مرنے کے وقت یوں بولا اگرچہ دلاور جانوروں سے مار کھانی اور رسوا ہونا خراب ہے لیکن ایسے کمینے کم ہمّت جانوروں کے ہاتھ سے ذلّت اُٹھانی ہزار بار مرنے کی حالت سے بدتر ہے

نقل ۱۴۶

ایک بوڑھے آدمی کو بہت بیٹے تھے وے سب آپس میں جھگڑا کرتے تھے ہرچند اُن کے باپ نے اُن کو سمجھایا اور نصیحت کی لیکن کچھہ فایدہ نہ ہوا آخر اُس نے یہہ حکمت نکالی کہ اُن سے ایک چھوٹا لکڑیوں کا گٹھا منگوایا اور فرمایا کہ تم ہر ایک جُدا جُدا

زور سے یہہ گٹھا توڑ ڈالو ہر ایک نے زور کیا لیکن نہ توڑ سکے پھر فرمایا گٹھا کھول ڈالو اور ایک ایک لکڑی لیکر توڑو یہہ سُنکر ہر ایک نے آسانی سے توڑ ڈالی تب باپ نے کہا اے بیٹو دوستی اور اتفاق ایسی چیز ہے جو پہلے دیکھی اور نفاق یہہ پس چاہیئے کہ تم آپس میں ملکر رہو اور خوشی سے اپنی گذران کرو اگر تم ایسے ہی متفق رہوگے تو کسی دُشمن کا مقدور نہیں کہ تم پر حملہ کرے یا مارے اور اگر آپس میں دشمنی رکھوگے تو کوئی ظالم شخص تم کو آسانی سے مار سکیگا

نقل ۱۴۷

ایک بڑھیا کے پاس کئی ایک لونڈیاں تھیں جب مُرغ بانگ دیتا اُن کو کام کرنے کے لئے جگا دیتی اس سبب سے اُن کی نیند میں خلل آتا اور ناخوش ہوتیں آخر دل میں سوچکر کہا کہ اِس مُرغ کو مار ڈالئے تاکہ اِس دُکھہ سے جو اُس مُرغ کی بانگ سے ہوتا ہے مخلصی پاویں اور بڑھیا جو اِس کی آواز سُنکر

ہم کو جگاتی ہے اغلب ہے کہ نہ جگاوے یہہ سوچکر اُس کو مار ڈالا بڑھیا مرغ کے مارے جانے سے بہت غمگین ہوئی آخر معلوم ہوا کہ اُن لونڈیوں نے مارا تب وے اُن کو آدھی رات سے اُٹھانے لگی تاکہ وے اپنے کئے کی یہہ سزا پاویں

نقل ۱۴۸

ایک شکاری نے جال میں تیتر پکڑا اُس نے کہا مجھے چھوڑ دیجیے اگر مجھ کو جانے دوگے تو فریب سے دوسرے تیتروں کو جال میں لاؤنگا چڑیمار نے کہا میں نے پہلے ٹھہرایا تھا کہ تجھے نہ چھوڑونگا لیکن اب تیری اِس بات سے معلوم ہوا کہ تو بڑا بدذات بددل ہے جو اپنی جان کے بچاؤ کے واسطے اپنے ذات بھائیوں کو آفت میں ڈالا چاہتا ہے پس ایسے بدذات کا مرنا ہی بہتر ہے

نقل ۱۴۹

ایک ساہی نے ایک سانپ سے کہا مجھے اپنے بل میں رہنے دے

بڑا احسان ہو گا اُس نے اُس کی یہہ بات قبول کی لیکن جب اندر آئی اُس کے تیز کانٹوں سے سانپ کو نہایت آذیت ہوئی پشیمان ہو کر کہنے لگا ای بُوا خُدا کے واسطے یہاں سے چلی جاؤ تیرے کانٹوں سے ہم کو بُہت تکلیف ہوتی ہے سا ہی نے کہا میں تو اِس جگہہ میں بہت خوش ہوں اگر تم یہاں نہیں رہ سکتے تو تم چلے جاؤ میں ایسا دلچسپ مکان چھوڑ کر کیوں جاؤں

نقل ۱۵۰

ایک دن بُہت سے پرندے جمع ہوے کہ کسی کو اپنا بادشاہ بنائے کہ ہر ایک کام کا بندوبست بخوبی ہوا ور کہا ہے جب تک بادشاہ عادل اور وزیر دانا مُدبّر نہ ہو تب تک مُلک میں قضیہ اور فساد برپا رہتا ہے یہہ سوچتے تھے کہ اِتنے میں مور آگے آیا اپنے رنگین پر اُن کو بتلائے اور رجھایا وے نادان بھی اُس کی ظاہر خوب صورتی اور نقش و نگار دیکھ کر خوش اور راضی ہوئے کئی ایک نے اُس کو پسند کر کے

چاہا کہ اُس کو بادشاہ بناویں اور اپنے پر پھٹ پھٹا کر تعریف کرنے لگے جو نہیں اُنھوں نے چاہا کہ آداب بادشاہی بجا لاویں اور مبارک بادی کی نذریں دیں کہ نیل کنٹھ نے مجلس میں سے اُٹھ کر کہا ای حضرت میرے دل میں ایک شک اور اندیشہ ہی اگر حکم ہو تو سرِ مجلس عرض کروں امید ہی کہ حضرت اِس کا جواب دیں مور نے کہا جو تیرے دل میں ہی سو بلا وسواس ظاہر کر اُس نے کہا ای جہاں پناہ ہم نے سب اپنا مال و اسباب وغیرہ بند و بست آپکے حوالے کیا اور جان و دل سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوے لیکن اگر عُقاب یا کرگس یا باز ہم پر حملہ کریں اور یقین ہی کہ کرینگے پس کس طرح حضور ہم کو اُن کے پنجے سے بچاینگے مہربانی سے اِتنا شُبہ ہمارے دل سے مٹائیے اور دلیل روشن سے ہماری خاطر جمع کیجئے لا شک ہم سب فرمان برداری میں رہینگے یہہ سُنکر سب حاضران مجلس مُتامّل ہوے اور سمجھے کہ

ایسے نازک مزاج سے سلطنت کا بندوبست کیا ہوگا یہہ سوچ اُنھوں نے اُس مور کو اِس کام سے موقوف رکھا

نقل ۱۷۱

ایک دولت مند کے پاس ایک توتا تھا اُس کو وہ ہر روز مزیدار غذا کھلاتا اور بہت محبت سے پالتا اُس کا پنجرہ سنگ مرمر کے چبوترے پر جو باغ میں تھا ہر روز رکھتا تاکہ دلچسپ ہوا اور اُجالے سے خوش رہے اُس کا صاحب اور سب لڑکے بالے اُس سے میٹھی باتیں کرتے اور گھر کی بی بی اپنے نازک ہاتھوں سے اُس کے پر سنوارتی اور بہت پیار کرتی باوجود اِس آرام اور فرحت کے وہ کم بخت توتا ہمیشہ دل میں ناخوش رہتا اور کہتا افسوس میں کبھی باہر جانے نہیں پاتا ہمیشہ اِس بند میں قیدیوں کے موافق پڑا رہتا ہوں میرے ذات بھائی خوشی سے سبز درختوں کی ڈالیوں پر بیٹھتے ہیں اور باغوں کی سیر کرتے ہیں اِسی طرح ہمیشہ

غم میں رہتا اور فکر کرتا چند مدت کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ
ایک روز نوکر غفلت سے پنجرے کا دروازہ کھلا چھوڑ کر چلا گیا
توتا غنیمت جان اُس میں سے نکلا اور ایک جنگل میں جو نزدیک
تھا چلا گیا سمجھا الحمد للہ اب تو اپنی اوقات خوشی سے گذریگی
لیکن چند روز میں کئی ایک آفتیں جو کبھی اُس کے خواب و خیال
میں بھی نہ تھیں اُس کے پیش آئیں جنگل میں اِدھر اُدھر مارا
مارا پھرتا جدھر جاتا جانور مارتے آدمیوں کی صحبت میں کچھ
باتیں سیکھا تھا وہاں بھی بولا کیا اِس سبب سے ہر ایک جانور
سُنکر خفا ہوتا اور مارنا وہ غذاے لطیف وہاں میتّسر نہ تھی
اور اُس کو غذا پیدا کرنے کی حکمت بھی کچھ یاد نہ تھی آندھی
کے جھٹکے اور بادل کی گرج اور بجلی کی چمک سے بچانے کی جگہہ
بھی نہ تھی اُس کے پر بارش کی بوچھاڑ سے بھیگتے وہ تو آرام
سے آب و ہوا خوش میں پلا تھا اور کبھی تصدیع نہیں اُٹھائی
تھی اِس خراب ہوا اور سختی کے سبب سے روز بہ روز دُبلا

ہوتا چلا آخر وُہ مرنے کی حالت کو پہنچا جان کندنی کے وقت یوں بولا افسوس ای بدبخت تیری ناشکری کی یہی سزا ہے اگر ایک دفع پنجرے میں جاسکتا تو کبھی باہر جانے کا نام نہ لیتا لیکن اب وُہ جاے دلچسپ کہاں میسر ہو یہہ کہہ کر مر گیا

نقل ۱۵۲

ایک شکاری بندوق لیکر شکار کے واسطے جنگل میں گیا ایک کبوتر کو درخت پر بیٹھے دیکھا بندوق لے شست باندھی چاہتا تھا کہ اُس کو مار گراوے جو نہیں کل دبائی وہیں ایک سانپ نے جو گھاس میں بیٹھا تھا پاؤں رکھتے ہی کاٹا درد کے مارے اس کی بندوق اُس کے ہاتھ سے گر پڑی اور جلدی اُس کا زہر چڑھ گیا آخر مرنے کی حالت میں بولا جب میں دوسرے کی جان کے درپے ہوا تو بے انصافی نہیں جو میری جان گئی

نقل ۱۵۳

ایک سُورنی بچے جنی بچوں کے ساتھ گڑھے میں لیٹی تھی

اتنے میں ایک بھیڑیا وہاں آیا اور چاہا کہ ایک دو اُن میں سے کھا جاوے لیکن کچھ تدبیر نہ دیکھی اِس پر دل میں لایا بہتر ہی کہ اِس سے فریب کیجئے اور اِس کے بچے کھائے یہہ سوچ کر نزدیک آیا اور بولا اے بی بی تمھارا مزاج کیسا ہی اگر میرے لایق کچھ کام ہو تو بولو میں جان و دل سے کرونگا اگر تو باہر جایا چاہتی ہی تو خوشی سے جا میں تمھارے بچوں کی خبرداری کرونگا بلکہ تم سے زیادہ سورنی نے جواب دیا اے بھائی میں تیرے دل کا مطلب خوب جانتی ہوں گستاخی معاف میری دانست میں بہتر یہہ ہی کہ آپ تشریف لیجائیں تمھاری صحبت سے جُدا رہنا ہی بہتر ہی اگر تم اشراف نجیب ہو تو پھر کبھی اپنا مُنہہ مت بتاؤ

نقل ۱۴۷

ایک کِسان کے کھیت میں بہت بگلے اور ہنس آتے اور دانہ چُگ جاتے یہہ دیکھ کر کسان نے اُن کے پکڑنے کے واسطے

جال لگا یا کئی ایک قاز اور بگلے پکڑے گئے اِتفاقاً ایک لقلق بھی پھنس گیا جب کسان وہاں آیا لقلق کہنے لگا ای صاحب مجھ کو چھوڑ دے دیکھ میں قاز ہوں نہ بگلا میں تو غریب بھولا لقلق ہوں ہم اپنے ماں باپ کی خدمت بجا لاتے ہیں اور بڑھاپے میں اُن کو کھلاتے پلاتے اور آرام سے رکھتے ہیں اور جب ضرور ہی تو اُن کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ اپنی پیٹھ پر لیجاتے ہیں کسان نے کہا ہوگا لیکن میں نے تجھ کو بد ذاتوں کے ساتھ پکڑا اس لئے ضرور ہی کہ تم کو بھی وہی سزا ملے جو اُن کو دی جائیگی

نقل ۱۵۵

ایک چوپان کا بیٹا ہر روز اپنی بکریاں اور بھیڑیں ایک میدان میں چرایا کرتا اور اکثر شوخی اور ٹھٹھے سے پُکار کر کہتا بھیڑیا آیا بھیڑیا آیا زمیندار جو نزدیک کام کیا کرتے تھے کئی دفع اُس کی پُکار پر دوڑے آئے لیکن کچھ نہ دیکھا آخر

یہہ ٹھہرایا کہ اگر یہہ چھوکرا پکارے تو نہ جائے وہ ناداں چھوکرا ہی ایک دو روز میں ایک بھیڑیا وہاں آہی پہنچا تب تو وہ لڑکا پکارنے لگا دوڑو بھیڑیا آیا لیکن کسی نے اُس کی بات باور نکی اور نہ کوئی اُس کے کہنے پر گیا اِس میں وہ بھیڑیا بھیڑوں کو مار کر کھا گیا اور رستہ لیا

نقل ۱۵۶

ایک دن ایک بچّہ کھیت میں کھیلتا تھا اتفاقاً اُس کا پاؤں ایک سانپ پر پڑا اُس نے غُصّے سے اپنے زہری دانتوں سے اُس کو کاٹا تو وہ لڑکا وہیں مر گیا بچے کا باپ اِس بات سے بہت غمگین ہوا اور ہاتھ میں ایک ہتھیار لیکر بدلا لینے کے واسطے سانپ کے پیچھے دوڑا سانپ اپنے بل کی طرف بھاگا جب بل میں گھسنے لگا اُس نے اُس پر ایک ہاتھ مارا اِس سے ذرہ اُس کی دُم کٹ گئی لیکن وہ آپ سلامت بل میں گھس گیا دوسرے دِن اُس آدمی نے چاہا کہ فریب سے اُس کو مارے اور اپنا بدلا لے

یہہ سوچ شہد آتا اور نمک اُس کے بل کے پاس ڈالکر بولا اے سانپ میں چاہتا ہوں کہ ہم تم آپس میں پھر دوستی کریں نفاق اور عداوت جو دل میں ہے سو نکال ڈالیں سانپ نے اندر سے جواب دیا اے یار تم ناحق دوستی کرنے کے واسطے اپنے اوپر تصدیع مت اُٹھاؤ اِس لئے کہ جب تک تجھے اپنے موئے بیٹے کی یاد اور درد مَن میں ہے اور مجھے اپنی زخمی دُم کا دُکھ دل میں ہے تب تک ممکن نہیں کہ ہم آپس میں مِل جاویں اور دوستی کریں

نقل ۱۶۷

ایک زمیندار اپنے کھیت میں سَن بوتا تھا ایک ابابیل یہہ دیکھ دوسرے پرندوں سے کہنے لگا چاہئے کہ ہم سب ملکر اکھاڑیں اور برباد کریں اِس لئے کہ اِسی خراب چیز سے دھاگا بانٹکر جال بناتے ہیں اور بہت بے تقصیر پرندوں کو پکڑ لیتے ہیں ہر چند کہا لیکن پرندوں نے اُس کی بات نہ سُنی اتنے میں سن اُگا تب ابابیل نے اُن کو پھر یاد دلایا اور کہا آؤ اِس کو جلدی اُکھاڑیں

تاکہ بڑھنے نہ پاوے اِس پر بھی اُنھوں نے اُس کی بات نہ مانی اِس عرصے میں سن بڑھ گیا تیسری دفع پھر نصیحت کی لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا بلکہ اُس پر ٹھٹھے مارنے لگے اور بولے کہ یہہ کیا نادان جبلی رسول ہے ناحق بیزار کرتا ہے جب ابابیل نے دیکھا کہ میری نصیحت مُفید اِن نادان غافل جانوروں کے دل پر اثر نہیں کرتی لاچار اُن کی صحبت ترک کی اور بستی میں انسانوں کے ساتھ اپنا رہنا اختیار کیا

نقل ١٥٨

ایک تُرھی بجانے والا لڑائی میں دُشمن کے ہاتھ پکڑا گیا وے اُس کی گردن مارنے لگے اِس پر وُہ بہت عاجزی سے بولا اے یارو میں بے تقصیر ہوں خُدا کے واسطے مجھے مت مارو دیکھو تُرھی کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں کہ جس سے کسی کو ماروں پہلے بھی کسی کو نہیں مارا اور آیندہ بھی مارنے کا ارادہ مطلق دل میں نہیں رکھتا فقط مختار کے حکم سے بجاتا ہوں سپاہی ہونے

جواب دیا ای مُنافق بد دل ہم اِسی واسطے فرضًا تجھے مارا چاہتے ہیں بالفرض اگرچہ تو آپ نہیں مارتا لیکن تُو ہی بجاکر لوگوں کے دِل میں دشمنی ڈالتا ہی جس سے بُہت خون خرابہ ہوتا ہی اور ہزاروں کی جان جاتی ہی

نقل ۱۵۹

ایک خرگوش کچھوے سے کہنے لگا تو بڑا آہستہ آہستہ چلتا ہی دیکھو میں کیسا چالاک تیز رو ہوں کچھوے نے کہا ای یار ایسا فخر مت کرو اور گپ مت مارو اگر تمھارا دل چاہتا ہی تو آو پانچ روپئے کی شرط پر پانچ کوس دوڑیں دیکھیں کون زیادہ دوڑ سکتا ہی اِس بات میں لومڑی ثالث بالخیر ہی خرگوش نے یہہ بات قبول کی آخر وے دونوں شرط گاہ میں دوڑے خرگوش کہ نہایت چالاک تھا بہت جلد بھاگا ایسا کہ کچھوا بہت پیچھے رہ گیا اُس پر ٹھٹھے مارنے لگا اور دل میں لایا کہ یہاں ذرہ آرام کر لیجئے اور ذرہ سو جائے اگر وہ کچھوا

مجھ سے آگے بھی چلا جایگا تو اُس کو جا لینا ہم کو کیا مشکل ہے ایک دور میں اُس کے آگے ہو جاؤنگا یہہ سوچ غرور کے مارے سو گیا اور کچھوا لگاتار آہستہ آہستہ جا پہنچا اور خرگوش اپنی چالاکی کے بھروسے وہیں سو رہا

نقل ۱۶۰

ایک بھیڑیا بھیڑ کا چمڑا پہن بھیڑوں میں گیا اور اِس بہانے سے کئی ایک کو مارا پچھاڑا اور کچھ کھا کر رستہ لیا اسی طور سے مارتا اور کھاتا آخر ایک روز چوپاں نے اُس کو پہچانکر پکڑ لیا اور اُس کے گلے میں رسی باندھ کر ایک درخت سے جو نزدیک تھا لٹکا دیا اتفاقاً اسی وقت کئی ایک چوپان وہاں آنکلے اور یہہ احوال دیکھ کر متعجب ہوئے ایک نے اُن میں سے پوچھا ای بھائی کیا تم اپنی بھیڑوں کو پھانسی دیتے ہو اُس نے جواب دیا نہیں لیکن جب بھیڑئے کو بھیڑ کے بھیس میں دیکھتا ہوں تو پکڑ کر پھانسی دیتا ہوں یہہ کہہ کر بھیڑ کا چمڑا اُتارا اور

اُن کو بتلایا یہہ دیکھ کر وے خوش ہوئے اور بولے تم نے خوب کام کیا ایسے خونی کی ایسی ہی سزا ہی

نقل ۱۶۱

بھیڑیے اور بھیڑیں دونوں مُدّت تک آپس میں لڑتے رہے آخر صلح کی بات درمیان آئی ٹھہرا یا کہ دونوں طرف سے کفیل دیا جاوے تب بھیڑیوں نے کہا تم اپنے کُتّے ہمارے حوالے کرو اور ہم اپنے بچے تمھارے سپرد کرتے ہیں یہہ بات اُن کو پسند آئی اور قرار کے موافق عمل میں لاے ذرہ دیر میں بھیڑیوں کے بچّے چلّانے لگے یہہ سُنکر بھیڑیوں نے پُکار کر کہا کہ تم صلح کل کے برخلاف کام کرتے ہو کیوں ہمارے بچّوں کو مارتے ہو یہہ کہہ کر بھیڑوں پر حملہ کیا اُس وقت کُتّے اُنکے پاس نہ تھے اِس سبب سے جلد اُن کو مار لیا اور کھا گئے

نقل ۱۶۲

ایک جوان آدمی ہمیشہ ایک بلّی سے کھیلا کرتا آخر اُس پر عاشق

ہوا یہاں تک کہ رات دن بے آرام رہتا آخر نہایت بے تاب ہو کر اُس نے دیبی سے عرض کی بولا اے دیبی میرے حال پر رحم کر اور اِس درد عشق سے مخلصی دے نیک طینت دیبی نے اُس کی دُعا قبول کی یعنے اُس بلّی کو خوب صورت عورت بنایا وہ جوان بہت خوش ہوا اور اُسی روز اُس سے شادی کی جب رات آئی دونوں مِلکر سوئے اِتنے میں پردے کے پیچھے چوہے کے کھڑ و چنے کی آواز جو اُس بنی نے سُنی وہیں وہ اُس کے پیچھے لگی دیبی یہہ دیکھ کر بہت خفا ہوئی دریافت کیا کہ ہرچند اُس کی شکل ظاہرًا عورت کی سی ہوئی لیکن باطن میں بلّی ہی ہے یہہ سوچ اُس نے اُسکو پھر بلّی بنایا تا کہ سیرت اور صورت میں مطابق رہے

نقل ۱۶۳

ایک شخص کٹائی کے موسم میں کئی ایک مزدور لیکر کھیت کاٹنے گیا اُس کا گدھا کئی ایک قسم کی غذا اپنی پیٹھ پر لئے کھیت کی طرف

جاتا تھا رستے میں ایک بڑا خاردار درخت دیکھا بھوکھ کے مارے کھانے لگا اُس کا مزہ چاکھہ دل میں کہا اِس طعام بے مزہ کے واسطے کئی ایک اوباش شکم پرور آدمی للچاتے ہیں اور بہت رغبت سے کھاتے ہیں لیکن میری دانست میں جیسا مزہ اِس خاردار درخت میں ہے ویسا کسی طعام میں نہیں

نقل ۱۶۴

ایک روز ایک زمیندار اپنے گھوڑے اور گدھے کو کہیں لئے جاتا تھا گدھے کی پیٹھہ پر بھاری بوجھہ لدا ہوا مشکل سے آہستہ آہستہ چلتا تھا گدھا بہت عاجزی سے گھوڑے کو بولا ای یار مہربانی سے تھوڑا اسباب میری پیٹھہ پر سے لو نہایت احسان ہوگا ہرچند وہ گھگیایا لیکن اُس بے رحم سست گھوڑے نے اُس کی بات قبول نہ کی آخر وہ غریب گدھا بوجھہ کے مارے رستے میں گر پڑا اور وہیں مر گیا تب زمیندار نے اُس کا تنگ کھولا اور آرام دیا لیکن کچھہ فایدہ نہ ہوا آخر

سب بوجھ اور گدھے کا چمڑا اور پالان اُٹھا گھوڑے کی
پیٹھ پر رکھا اور مارتا ہوا لیچلا جب گھوڑے نے ذرہ سا
احسان نہ کیا تو اِس بد ذاتی سے آپ اپنے تئیں بلا میں ڈالا

نقل ۱۶۵

ایک دن کئی ایک مجہول مکھیاں شہد کی مکھیوں کے چھاتے میں
جا کر کہنے لگیں یہہ شہد ہمارا ہے تب وے دونوں زنبور
کے پاس گئیں اور اُس کو اِس مُقدمے کے اِنفصال کے واسطے
قاضی بنایا اِس لئے کہ وُہ اِن کی خصلت اور چال خوب جانتا تھا
غرض اُس نے اِن کا سب احوال سُنکر کہا اے دوستو اِس
عدالت میں بہت خرچ لگتا ہے اور مقدمہ بھی جلدی فیصل نہیں
ہوتا تم دونوں ہمارے دوست ہو میں نہیں چاہتا کہ تم کو کچھ
نقصان ہو خوب ہوا کہ تم میرے پاس آئیں تم دونوں شباہت
میں ایک سان ہو اِس سے جھوٹھا سچا معلوم کرنا مشکل ہے
بہتر ہے کہ تم دونوں ایک خالی چھتا لیکر شہد بناؤ میں اُس کا

مزہ اور رنگ دیکھ کر معلوم کر نگا کون اس کی مستحق اور کس کا دعویٰ سچا ہے مُماکھیوں نے سُنتے ہی یہہ بات قبول کی اور دوسری سُنکر گھبرائی اور تکرار کرنے لگی تب برّے فتویٰ دیا کہ تو جھوٹھی ہے اور مُماکھی سچّی ہے

نقل ۱۶۶

ایک لومڑی کوئے میں گر پڑی اور اپنے پنجے دیوار سے لگا کر کھڑی رہی اتفاقاً ایک بھیڑیا وہاں آیا اور کوئے میں جھانکنے لگا لومڑی نے کہا اے یار مہربانی سے ایک رسّی کوے میں ڈال یا اور کوئی چیز جس سے میں کوئے کے باہر آؤں بھیڑیا لومڑی کو اِس آفت میں دیکھ کر افسوس کرنے لگا بولا اے بد بخت لومڑی میں بہت غمگین ہوں کہ تو ایسی آفت میں پڑی خدا تجھ کو اِس مصیبت سے چھڑاوے لومڑی نے کہا اگر تم میری بھلائی چاہتے ہو تو جلدی میرے نکالنے کی تدبیر کرو اے یار جب کوئی ڈوبنے یا مرجانے

پر ہو تو اُس وقت فقط اُس کے حق میں افسوس اور رحم کیا کام آوے

نقل ۱۶۷

ایک بھیڑئے نے بہت سا شکار جمع کیا اور خاطر جمع سے کھو میں بیٹھا لومڑی نے یہہ دیکھ اپنے دل میں کہا وہاں جاکر دیکھئے وہ بھیڑیا وہاں کیوں دبکا بیٹھا ہے یہہ سوچکر وہاں گئی اور جھانکنے لگی بھیڑئے نے کہا اے بوا مجھے معاف کرو میں بہت بیمار ہوں یہہ سُنکر لومڑی کو یقین ہوا کہ البتّہ اِس میں شکار ذخیرہ کیا ہے یہہ سمجھ چوپان کے پاس گئی اور اُس کو بولی ایک سونٹا یا اور کوئی ہتھیار ہاتھ میں لیکر میرے ساتھ چلو بھیڑیا وہاں دبکا بیٹھا ہے سر پر مارتے ہی مرجایگا وہ چوپان سُنکر اُس کے ساتھ چلا اور جاتے ہی بھیڑے کو مار ڈالا اُس کے بعد وُہ بدذات لومڑی بہت خوش ہوئی اور وہاں جاکر اُس کا شکار کھانے لگی چند روز کے بعد اتفاقاً وہی چوپان وہاں آنکلا لومڑی کو وہاں دیکھ کر خیال کیا یہہ بھی بھیڑیا ہے ایک

سونٹا اُس کے سر پر ایسا مارا کہ پانی نہ مانگا

نقل ۱۶۸

ایک چوہے اور مینڈک میں دلدل کی میراث کے واسطے جھگڑا ہوا وہ چالاک چوہا اکثر گھاس میں چھپ کر مینڈک پر حملہ کرنے لگا مینڈک نے اپنی چالاکی اور قوّت کے بھروسے چوہے سے کہا اے چوہے تو چوروں کی طرح چھپ کر کیا لڑتا ہے آؤ میدان میں تاکہ ہر ایک کی قوت اور زور معلوم ہو چوہے نے یہہ بات قبول کی اور ہاتھ میں بھالے کے بدلے ہر ایک نے موٹا تنکا لیا اور لڑنے لگے اِتنے میں دور سے ایک چیل نے اُن کو دیکھا وہیں جو وے دونوں پہلوان چالاکی اور تیزی سے لڑ رہے تھے جھپٹی اور اُٹھا کر لیگئی

نقل ۱۶۹

ایک شخص نے نیولے کو پکڑا اور اُس کو مارنے لگا اِس میں نیولے نے عاجزی سے پُکار کر کہا اے صاحب مجھے مت

مارو میں تمہارے کام کا ہوں تمہارے گھر کے چوہوں کو مارتا ہوں اُس نے جواب دیا اگر تو یہہ کام میرے فایدے کے واسطے کرتا تو میں تجھے نہ مارتا بلکہ ممنون ہوتا تو فقط اِن کو ہی نہیں مارتا بلکہ میرا نقصان بھی کرتا ہے میرا کھانا کھا جاتا ہے پس اِس صورت میں تجھ سے تو زیادہ ضرر ہے یہہ خیر خواہی کسی دوسرے سے کر سگ برادر شغال یہہ مثل مشہور ہے یہہ کہہ کر اُس نے اُس کو مار ڈالا

نقل ۱۷۰

ایک روز یوسف کا مالک بے معمول گھر میں آیا اِتفاقاً اُس وقت یوسف کے سِوا کوئی اور غلام گھر میں نہ تھا اُس کو حُکم دیا کھانا جلدی تیار کرو حکم سُنتے ہی وہ پڑوسیوں کے گھر میں آگ لینے گیا لیکن جلدی آگ نہ ملی آخر بہت تلاش کے بعد بتّی سُلگا کر بازار کے رستے جو گھر کے نزدیک تھا جلدی جلدی پھرا اِتنے میں ایک بے وقوف آدمی نے اُس کی آستین

پکڑ کر ٹھٹھے سے کہا ای یوسف یہہ چراغ کس واسطے لئے جاتا ہے کیا سورج کے سامھنے مشعل جلاتا ہے یوسف نے جواب دیا ای یار مجھے چھوڑ دے میں دانا آدمی کی تلاش کے واسطے پھرتا ہوں یہہ کہکر جلدی گھر کو گیا

نقل ۱۱۱

ایک دن کئی ایک تیر انداز ہرن کے پیچھے لگے وہ ہرن بھاگتے بھاگتے تھک گیا آخر ایک انگور کے بڑے درخت کے تلے جاکر چھپ گیا شکاری سمجھے کہ وہ کہیں بھاگ گیا یہہ سوچ وہاں سے پھرنے لگے اتنے میں وہ ہرن دل میں سوچا کہ اب کچھہ خطرہ نہیں بے فکر انگور کے پتّے کھانے لگا شکاری انگوروں کو ہلتے دیکھکر سمجھے کہ یہاں کوئی جانور چھپا ہے یہہ سمجھہ کئی ایک تیر اُس پر مارے اتفاقاً ہرن کو جا لگے اور وہیں وہ مر گیا اُس کے بعد وے وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ وہی ہرن مُوا پڑا ہے غرض ہرن نے مرنے کے وقت یوں

کہا افسوس میری ناشکری کی سزا یہی ہے ای بدبخت جس نے تجھے مصیبت کے وقت جگہہ دی اور چھپایا تو اُس پر ہی ظلم کرنے لگا

نقل ۲۱۳

کسی عورت کا خصم بڑا شرابی تھا ہرچند اُس کی جورو نے چاہا کہ اُس کو اِس بدخصلت سے باز رکھے لیکن کچھہ فایدہ نہ ہوا آخر اُس نے یہہ تدبیر کی کہ جب ایک روز اُس کو نشے کی حالت میں گھر کو لائے تو اُس عورت نے اُس کو گورستان میں لیجا کر کسی گھار میں رکھوایا ذرہ دیر کے بعد وہ سمجھی کہ میرا خصم اُس حالت سے عبرت گزیں ہوا ہوگا اور نشہ بھی اُتر گیا ہوگا یہہ سوچکر وہاں گئی اور گھار کے دروازے کو کھٹکھٹانے لگی یہہ سُنکر اُس آدمی نے پوچھا تو کون ہے جواب دیا میں مردوں کی خدمت گذار ہوں اُن کے واسطے کھانا لائی ہوں دروازہ کھول کہ میں اندر آؤں اُس نے پڑے

پڑے جواب دیا اے میری جان تو کھانے کی بات مت بول میرے واسطے کچھ شراب لاؤ میں نہایت احسان مند ہونگا عورت یہہ بات سُنکر غم سے اپنے سر کے بال اُکھاڑنے لگی اور چھاتی پیٹنے اور پُکار کر بولی میں بڑی بدنصیب ہوں یہی ایک تدبیر باقی تھی سو بھی کام نہ آئی. اب مجھے خوب معلوم ہوا کہ یہہ شراب کی لت بہت ہی خراب ہے کسی نوع سے علاج پذیر نہیں تا دم مرگ دور نہ ہوگی

نقل ۱۷۳

کسی آدمی نے ایک غلام مول لیا نادانی سے سمجھا کہ اِس کی کھال میل کے سبب سے کالی ہے جس کے پاس یہہ پہلے تھا اُس نے اُس کی کچھہ خبرداری اور فکر نہ کی اِس سبب یہہ بیچارہ کالا ہو رہا ہے دل میں لایا کہ اُس کو صاف کیا چاہیے یہہ سوچکر اُس کو کوٹھرے میں بٹھا یا راکھہ صابون اور کونچی مول لی اور دو تین آدمیوں کو بولا اِس کو خوب ملکر نہلاؤ

اُنھوں نے حکم کے بموجب کیا اور اُس کام میں بہت محنت اُٹھائی لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا غرض سارا دن گھستے رہے آخر تھک گئے اور وہ بدنصیب غلام سردی سے مر گیا

نقل ۱۷۴

دو آدمی مِلکر کہیں چلے جاتے تھے ایک نے کُلہاڑی زمین پر دیکھی جو لکڑی کاٹنے کے وقت کوئی وہاں بھول گیا تھا اُسے اُٹھا کر کہا ای یار دیکھ مجھے کلہاڑی مِلی دوسرے نے کہا ای دوست ایسا مت بول مجھے مِلی لیکن بول یہہ ہم کو مِلی اِس لئے کہ ہم دونوں اِس سفر میں رنج و راحت کے شریک ہیں چاہئے کہ تو مجھے اِس میں شریک کرنے اُس نے کہا جو چیز مجھ کو مِلی اُس میں تمہارا حصّہ نہیں ذرہ دور گئے تھے کہ کلہاڑی کا مالک سرکار کا پروانہ لئے پتے سے اُن کے پیچھے دوڑا اِس میں جس کو وہ کلہاڑی مِلی تھی بہت ڈرا اور پکار کر اپنے ساتھی سے کہا ای یار ہم پر بڑی آفت آئی دوسرا بولا تم

ایسا مت کہو کہ ہم پر آفت آئی لیکن بولو کہ مجھ پر آفت آئی جب تو نے مجھے نفع میں شریک نہ کیا تو میں کس واسطے تمھارے دُکھ میں اور نقصان کا شریک ہوؤں

نقل ۱۷۵

ایک دن ایک مچھوے نے اپنا جال ندّی میں ڈالا اور ایک لمبی لکڑی ہاتھ میں لیکر پانی پر مارنے لگا تاکہ مچھلیاں گھبرا کر جال میں آویں ایک آدمی جو وہاں رہتا تھا اِس بات سے متعجب ہو کر اُس کے پاس گیا اور پوچھا ای یار تم کس واسطے پانی کو ہلاتے ہو اور میلا کرتے ہو لوگ ایسا میلا پانی کیونکر پینگے اگر تم ایسا کروگے تو کوئی خوش نہ ہوگا وہ آدمی اِسی طرح بہت غُصّے سے بولتا تھا کہ مچھوے نے جواب دیا مجھے کیا فکر تم رہو یا نہ رہو لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اِس کے بغیر میری زندگی نہیں

نقل ۱۷۶

مرقوری نے دل میں خیال کیا دیکھوں آدمیوں میں میری کیا قدر منزلت ہے یہہ سوچکر انسان کی صورت بناکر ایک بت فروش کی دوکان میں گیا وہاں جوپیتر جو نو اپنی تصویر اور کئی ایک دوسرے دیوتا اور دیبیوں کے پتلے دیکھے اپنے تئیں خریدار جتاکر بت فروش سے پوچھا جوپیتر کا مول کیا ہے اُس نے کہا چار آنے پھر پوچھا جونو کا مول کیا ہے اُس نے کہا اُس سے کچھہ زیادہ پھر بولا مرقوری کی قیمت کیا ہے اُس نے کہا اگر تم اِن دونوں کو لوگے تو اُس کو مُفت دونگا یہہ سُنکر شرمندہ ہوا اور چلا گیا

نقل ۱۷۷

کئی ایک چور کسی کے گھر میں کچھہ چُرانے گئے لیکن ایک مُرغ کے سوا اُن کو کچھہ نہ مِلا تب اُس کو پکڑ کر لیگئے اور جب اُس کو حلال کرنے لگے اُس مُرغ نے بہت عاجزی سے کہا اے یارو مجھے مت مارو میں بہت کام کا جانور ہوں چار بجے اُٹھکر بانگ دیتا ہوں اور لوگوں کو جگا دیتا ہوں جس کے سبب سے سب

آدمی ہوشیار ہو اپنے کام کے واسطے تیار ہوتے ہیں چوروں نے کہا ای بدذات ہم اِسی واسطے تجھے مارا چاہتے ہیں کہ تم بانگ دیکر لوگوں کو جگاتے ہو جس کے سبب ہم خاطرِ جمع سے چوری نہیں کر سکتے اور اکثر اوقات پکڑے بھی جاتے ہیں یہہ کہکر اُنھوں نے اُس کو ذبح کیا اور کھا گئے

نقل ۱۷۱

ایک گدھے کو کہیں شیر کا چھالا مِلا اُس نے وہ کمر پر ڈالا اور جنگل میں چلا گیا یہہ دیکھ کر جنگل کے جانور ڈرے اور بھاگنے لگے چند روز اُس نے اِسی طرح سے حیوانوں کو ڈرایا اور اپنا دِل بھلایا ایک روز لومڑی بھی اُس کو مِلی وہ اُس کو بھی ڈرانے لگا اور شیر کی طرح غُرّانے لگا لیکن یہہ چال تقلیدی اُس سے ادا نہ ہوسکی اِس پر لومڑی نے کہا ای صاحب اگر تم اپنی زبان نہ کھولتے تو میں بھی جانتی کہ یہہ شیر ہی لیکن آپ کے رینکنے سے حضور کا احوال معلوم ہو گیا

نقل ۱۷۹

ایک دن مُرغی کو کہیں گھوڑے پر سانپ کے انڈے نظر آئے اُس پر بیٹھ کر سینے لگی ایک ابابیل یہہ حالت دیکھ کر اُس کے پاس آیا اور سر گرمی سے بولا اری بوا تو دیوانی ہوئی ہے جو ایسے بدطینت جانوروں پر رحم کرتی ہے یقین جان کہ انڈوں میں سے نکلتے ہی پہلے تجھے ہی کاٹینگے اور ہلاک کرینگے

نقل ۱۸۰

ایک روز کسی مالدار نے ایک امیر کی ضیافت کی اور ہر ایک طرح کے کھانے مزیدار پکوائے اُس کا کُتا یہہ تیاری دیکھ کر دل میں لایا کہ آج یہہ وقت غنیمت ہے اور خوب قابو ہے لازم ہے کہ میں بھی ایک کُتے کو جو میرا دوست ہے بلاؤں اور مزیدار کھانے اُسکو کھلاؤں اور ولایتی شراب پلاؤں یہہ سوچکر اُس نے ایک اپنے جانی دوست کو بُلا بھیجا وہ سُنتے ہی دوڑا آیا تب وہ میزبان بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا خیر عافیت

کے بعد اُس کو باورچی خانے میں لیگیا وہ مہمان یہہ طعام
لذیذ دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا آج میرے
نصیب بہت اچھے ہیں فراغت سے کھاؤنگا کہ ساتھہ دن تک
بھوکھہ نہ لگے یہہ خیال دل میں لاکر اپنی دُم ہلانے لگا اور مُنہہ
میں پانی بھر بھر لانے لگا اتنے میں باورچی آیا اور معلوم کیا کہ
یہہ بیگانہ کُتا کھانے کے لالچ یہاں آیا ہی یہہ سمجھہ وُہ باورچی
اُس کے پیچھے آیا اور اُس کے پچھلے پاؤں پکڑ کر کھڑکی سے
باہر پھینک دیا اتفاقاً وہاں پتّھر کا فرش تھا اُس پر جو گرا
تو نہایت چوٹ لگی ایسی کہ بیہوش ہوگیا ذرہ دیر کے بعد
اپنے تئیں سنبھال کر بھاگا اور چلاّتا رستے میں چلا اِس شور
سے بہت سے کُتّے اُس کے آس پاس جمع ہوے اُنھوں
نے اُس سے پوچھا ای یار تو تو ضیافت میں گیا تھا کہو کیا کیا
کھایا اُس نے کہا واہ بہت اچھا کبھی ایسی ضیافت نہیں کھائی
تھی لیکن شراب بہت پی ایسا مست ہوا کچھہ خبر نہ رہی کہ میں

کیا گھر سے باہر آیا

نقل ۱۸۱

گلے میں سے کسی گوالے کی ایک بچھڑی گم گئی وہ اُس کی تلاش کرنے کے واسطے جنگل میں اِدھر اُدھر پھرنے لگا بہت دیر تک تلاش کی لیکن فایدہ نہ ہوا آخر لاچار ہو کر جوپتر کی خدمت میں عرض کرنے لگا ای حضرت اگر مجھے چور بتا ئینگے تو میں بہ طور نیاز آپ کے نام سے ایک حلوان ذبح کرونگا یہہ کہکر ذرہ آگے بڑھا کہ درخت کے نیچے شیر کو دیکھا کہ اُسی بچھڑی کو دبائے کھا رہا ہی اور غراتا ہی یہہ دیکھہ کر اُس کے حواس جاتے رہے ڈر کے مارے دوزانو بیٹھہ بہت ادب سے پھر جوپتر سے عرض کرنے لگا کہ ای جوپتر میں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر چور بتاؤ گے تو میں ایک حلوان ذبح کرونگا تم نے میری دُعا قبول کی لیکن اب اگر اِس شیر کے ہاتھہ سے بچاؤ گے تو میں تمھارے نام سے ایک بیل ذبح کرونگا

اور نہایت شکر گذار رہونگا

نقل ۱۸۲

ایک دن دو مرغ گھوڑے کی ملکیت کے واسطے لڑے تھے آخر ایک نے فتح پائی دوسرا شکست خوردہ ڈر کے مارے ایک بل میں گھس گیا اور دیر تک چھپا رہا اور دوسرا فتح یاب خوشی سے اونچی جگہہ پر جاکر پر مارنے اور بہت زور سے بانگ دینے لگا اور پکارنے فتح ہوئی فتح ہوئی اتنے میں ایک عقاب جو شکار کے واسطے اُڑتا ہوا اُدھر آنکلا تھا اُس نے دیکھتے ہی اُس کو اُٹھا لیا اور لے چلا یہہ دیکھ کر وہ دوسرا مرغ بل میں سے نکلا اور شکست کی رسوائی بھول بے شرمی سے مرغیوں کے ساتھ جفتی کرنے لگا

نقل ۱۸۳

ایک دن دو جوان آدمی کسی باورچی کی دوکان میں گوشت مول لینے کے بہانے گئے اور کہا کہ ہم کچھہ گوشت مول لیا چاہتے

ہیں اتنے میں باورچی جو دوسری طرف متوجہ ہوا تو ایک نے باورچی کی آنکھ بچا کر گوشت کا ٹکڑا اُٹھا لیا اور اپنے رفیق کے حوالے کیا اور اُس نے اپنے فرغول میں چھپایا جب باورچی نے خیال کیا کہ ٹکڑا نہیں تو اُن سے کہنے لگا تم نے کس واسطے گوشت کا ٹکڑا چرایا اِس پر جس نے چرایا تھا قسم کھا کر کہا میرے پاس نہیں اور دوسرا جس نے فرغول میں چھپایا تھا اُس نے بھی قسم کھا کر کہا میں نے نہیں چرایا باورچی نے جواب دیا اے بد ذات تو مجھے خوب معلوم ہوا کہ تم فریبی ہو اگرچہ معلوم نہیں کہ کس نے چرایا لیکن تم میں سے ایک البتہ چور ہے بلکہ تم دونوں ہی حرام زادے ہو

نقل ۱۸۴

ایک دِن ایک کوا بھیڑ کی پیٹھ پر بیٹھ کر کاں کاں کرنے لگا بھیڑ نے کہا اے کوے چپ رہو سر مت پھراؤ اگر میں کتیا ہوتی تو تم مجھے ایسا نہ ستاتے کوے نے جواب دیا یہہ

بات سچ ہی میں خوب جانتا ہوں کہ تم غریب ہو اِس لئے ستاتا ہوں اور جو کہ وے کینہ ور جانور ہیں اُن سے ڈرتا ہوں اور دور رہتا ہوں لیکن تجھ سے غریب کو دُکھ دیتا ہوں جس سے مجھے کچھ ایذا نہیں

نقل ۱۸۵

ایک روز ایک آدمی ہل جوت رہا تھا اِتفاقاً اُس کے ہل کے پھل سے مال کا ہنڈا نکلا بہت خوش ہوا اور خوشی کے مارے زمین کا شکر کرنے لگا اور کہنے ای زمین تو بڑی کریم اور رحیم ہی نصیب کی دیبی یہہ دیکھ کر وہاں آئی اور غصے ہو کر کہنے لگی اَی بے وقوف تو کس واسطے زمین کا شکر کرتا ہی اور میری طرف متوجہ نہیں ہوتا ای دبنگ اگر تمھارا بہت سا پیسا گم ہو جاتا تو تو مجھ پر تہمت لگاتا اور کہتا ہاے میرے بد نصیب سے ایسا کام ہوا

نقل ۱۸۶

ایک بندریا کے دو بچے تھے اُن میں سے ایک کو بہت پیار کرتی اور دوسرے کی کچھ پروا نہ کر چھوڑ دیتی ایک روز شکاریوں کے ڈر سے بہت گھبرائی اور پیارے بچے کو چھاتی سے لگا کر بے اختیار بھاگی دوسرا اپنی عادت اور خصلت جبلی کے سبب اُس کی پیٹھ پر کود بیٹھا اسی طور سے وہ بدحواسی کے مارے دوڑی چلی جاتی تھی کہ اتنے میں اُس پیارے بچے کا سر پتھر سے لگا اور وہیں سر پھٹکر مر گیا اور دوسرا بچ گیا

نقل ۱۸۷

ایک چوپان اپنی بھیڑیں بکریاں سمندر کے کنارے چرایا کرتا ایک روز اُس کے کنارے پتھر پر بیٹھا بکریاں چرا رہا تھا اُس روز سمندر کا پانی چڑھا ہوا نہ تھا یہہ دیکھ کر چوپان نے دل میں کہا کہ تجارت کیا چاہیئے بہت سا مال جہاز میں بھر کر دور دیس لیجائے البتہ بہت سا نفع ہوگا یہاں سست مجہول

بکریوں کو چراتے بیٹھے رہنا مناسب نہیں یہہ خیال کر کے
بکریوں کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا اور پیسا لیکر ایک جہاز مول لیا
اور اُس میں سوداگری مال اور کھجور بھرے اور سوار
ہو کر کسی مُلک کی طرف جو وہاں سے چھہ سو کوس تھا
لے چلا قضا کار تھوڑی دور گیا تھا کہ ہوا زور سے چلنے لگی اور
لہر پر لہر آنے یہاں تک پانی کا زور ہوا کہ اُس طوفان
کے مارے اُس کا جہاز ڈوبنے لگا اِس خطرے سے سب
مال اور کھجور دریا میں ڈال دیئے تا کہ جہاز ہلکا ہوا اور جان
سلامت لیجاوے اِتنے میں جہاز ایک چٹان پر لگا اور ٹکڑے
ٹکڑے ہو گیا مگر وہ آپ بہت محنت سے کنارے لگا وہ غریب
آخر لاچاری سے جس کے پاس بکریاں بیچی تھیں جا کر نوکر
ہوا ایک روز پھر اُسی جگہہ بیٹھا بکریاں چراتا تھا کہ اِتنے
میں سمندر کا پانی اُتر گیا یہہ دیکھ کر بولا اے فریبی تو چاہتا
ہے کہ مجھ کو دوبارہ ٹھگے لیکن ایک دفع کی مُصیبت نے مُجھ کو

خبردار اور ہوشیار کر دیا اور اِس تجربہ کاری کے سبب میں پکا ہوگیا ایسا کہ پھر کبھی تجھ پر بھروسا نہ کروں

نقل ۱۸۸

ایک مالدار کا ایک بیٹا تھا وہ اُس پر بہت پیار کرتا ناز و نعمت سے پالتا وہ بوڑھا خواب اور شگون کو بہت مانتا اُس کے بیٹے کو بہت شکار کا شوق ہوا ہر روز فجر کے وقت اُٹھ شکار کو چلا جاتا ایک روز رات کے وقت اُس کے باپ نے خواب دیکھا کہ بیٹے کو ایک شیر مار کر کھا گیا دل میں لایا کہ اِس کو جنگل میں جانے نہ دیجئے شاید خواب سچ ہو اِس لئے اُس نے ایک نیا مکان بنوایا اور اُس میں اُس کو رکھا اِس ڈر سے کہ مبادا شکار کو نہ جاوے اُس کی دل لگی اور آرام کے واسطے ہر ایک سامان نفیس مُہیّا کیا اور ہر ایک جانور کی تصویر جس کو شکار کیا کرتا تھا اُس محل میں کھچوائی اُن میں ایک شیر کی تصویر بھی بنائی ایک روز وہ شیر کی

تصویر کی طرف دیکھ کر بہت غُصّے ہوا اور جانا کہ اِسی کے
سبب سے میرے باپ نے مجھے قید کیا یہہ سوچکر بولا ای بد
ذات حیوان تیرے سبب سے میں اِس بند میں پھنسا نہیں
تو خوشی سے باہر پھِرتا اور سیر کرتا اگر میرے ہاتھ میں تلوار
ہوتی تو میں تیری چھاتی پر مارتا یہہ کہتے ہی غُصّے کے مارے
اُس پر مُکی ماری قضا کار ایک میخ آہنی دیوار میں تھی اُس کے
ہاتھ میں لگی وہ زخمی ہو گیا پر وہ زخم بڑھتا چلا اور سڑ گیا آخر وہ
جوان تپ کے مارے مرگیا اگرچہ اُس کے باپ نے بہت خبر
داری کی لیکن جو ہونی تھی سو پیش آئی

نقل ۱۸۹

ایک لومڑی ایک گھر میں گئی اور کھانے کی تلاش میں اِدھر
اُدھر دیکھنے اور پھرنے لگی ایک مرغی کو اونچی جگہہ پر بیٹھے دیکھا جب دیکھا
کہ یہہ مُرغی ہاتھ نہ آئیگی تب اپنی حکمت اور دغابازی موروثہ کے
رو سے کہنے لگی ای بُوا تیرا مِزاج کیسا ہے میں نے سُنا تھا

کہ تو بیمار ہے گھر سے باہر نہیں جاتی ہیں یہہ سنکر بہت غمگین ہوئی بے اختیار میرے دیکھنے کو آئی اب تو نیچے آتا کہ میں تیری نبض دیکھوں اور دوا دوں سچ تو بیمار نظر آتی ہے یہہ سنکر مرغی نے جواب دیا ای لومڑی تو سچ بولتی ہے میں کبھی ایسی بیمار نہیں ہوئی تھی امید ہے کہ چنگی ہو جاؤں لیکن مجھے معاف کیجئے میں خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتی اس لئے کہ طبیب نے فرمایا ہے کہ تو کسی کے پاس مت جائیو اور نہ کسی کو آنے دیجو اگر میں باہر آوں تو یقین ہے کہ مار ہی جاؤنگی

نقل ۱۹۰

ایک دن ایک بے وقوف زمین پر بیٹھا تھا اتفاقاً ایک مچھر نے اُس کے پاؤں پر کاٹا اُس نے زور سے اُسے طمانچہ مارا لیکن وہ چھوٹا چالاک جانور اُس کی انگلیوں میں سے نکل گیا اسی طرح پھر آیا اور کاٹا اُس نے غصّے ہو کر پھر مارا لیکن وہ نہ مرا تب تو وہ بہت چڑ گیا اور بہت آزردہ ہو کر جوپیٹر سے عرض

کرنے لگا اے جوپیٹر تو سب سے زور آور غریبوں کا دادرس ہے مہربانی سے میری مدد کر کہ یہہ مچھر میرے ہاتھ آوے اُس نے مجھے بہت ستایا اور دُکھ دیا ہر چند گھگیایا لیکن جوپیٹر نے اُس کی بات نہ سُنی

نقل ۱۹۱

ایک دن شکاری کتے ایک ہرن کے پیچھے لگے وہ اپنے بچاؤ کے واسطے ایک غار میں گھسا وہاں ایک شیر لیٹا تھا اُس نے دیکھتے ہی پکڑ لیا اور کھانے لگا ہرن مرنے کے وقت یوں بولا میں کیسا بدنصیب جانور ہوں اپنی جان بچانے کے واسطے اِس گھر میں آیا تھا سو یہاں بھی شیر کا لقمہ ہوا جو سب حیوانوں سے سخت گیر اور ظالم ہے

نقل ۱۹۲

ایک دن کسی مالی کا کتا باغ میں کھیلتا تھا اتفاقاً کوئے میں گر پڑا مالی یہہ سُنکر دوڑا آیا اور نکالنے لگا اتنے میں کتے نے

اُس کا ہاتھ کاٹ کھایا تب اُس مالی نے غصّے ہو کر اُس کو پھر کوئے میں ڈال دیا اور بولا اے بد ذات تو بڑا بے وفا نمک حرام ہے جس نے تجھے پالا کھلایا تو نے اُس کو کاٹا اے بد ذات مرجا تجھ ایسے بے وفا کا مرنا ہی بہتر ہے

نقل ۱۹۳

ایک دن گرمی کے موسم میں بڑی فجر کے وقت ایک لومڑی زمیندار کے گھر کی طرف جاتی تھی اتفاقاً دام میں پھنس گئی ایک مُرغ نے یہہ احوال دیکھا اور آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے اُس کی طرف آیا اور جب نزدیک پہنچا بہت وحشت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا لومڑی فریب سے بولی اے بھائی میں تیرے واسطے اِس آفت میں گرفتار ہوئی میں چلی جاتی تھی کہ اِتنے میں تیری آواز سُنی دل میں لائی کہ تجھ سے ملاقات کرکے جاؤں بدنصیبی سے اِس دام میں پھنس گئی مہربانی سے ایک چُھری لا دو کہ میں اِس رسّی کو کاٹ کر چھوٹ

جاؤں اور شکر بجا لاؤں اور اگر یہہ بات تیرے نزدیک غیر ممکن ہے تو شفقت سے یہہ احوال کسی کو مت بول میں اِس عرصے میں اپنے دانتوں سے رسّی کاٹ کر مخلصی پاؤنگی یہہ سُنکر مُرغ نے کُچھ جواب نہ دیا لیکن جلدی زمیندار کے پاس گیا اور یہہ احوال اُس سے ظاہر کیا وہ بڑی لکڑی ہاتھہ میں لیکر وہاں گیا اور لومڑی کو مار ڈالا

نقل ۱۹۴

ایک دِن ایک بھوکھا کوّا غذا کی تلاش میں اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا تھا ایک سانپ کو زمین پر لیٹے دیکھہ کر اُس کو پکڑ لیا اور کھانے لگا سانپ نے دُکھہ کے مارے اپنے زہری دانتوں سے اُس کو کاٹا ایسا کہ وہ وہیں مر گیا کہتے ہیں کہ مرنے کے وقت کوّا یوں بولا یہہ سزا میری تقصیر کے لایق ہے تو جو دوسروں کو مار کر آپ آسودہ ہوا چاہتا تھا سو اِس میں اگر تیری جان گئی تو بے انصافی نہیں

نقل ۱۹۵

ایک دن ایک لومڑی ندی پار جاتی تھی دوسرا کنارہ بہت چکنا اور ڈھالو تھا اوپر چڑھ نہ سکی لاچار وہیں تیرتی پھرنے لگی اور سوچنے کہ کس طرح ندی پار جاؤں یہی سوچتی تھی کہ اتنے میں بہت مکھیوں کا جھنڈ اُس کی آنکھ اور مُنھ پر آبیٹھا اور کاٹنے لگیں ایک خارپشت جو کنارے کھڑا تھا اُس کی حالت پر رحم کھاکر بولا اگر تُمھاری خوشی ہو تو میں اُن مکھیوں کو اُڑا دوں اُس نے جواب دیا اے بھائی میں شکرگذار ہوں کہ تو نے مجھ پر رحم کیا لیکن میں نہیں چاہتی کہ اِن خون خواروں کو اُڑا دو اِس لئے کہ اِن کا پیٹ بھر چکا ہے آیندہ اِن سے بہت ایذا نہ ہوگی اور اگر دوسریاں آئینگیں تو آتے ہی وے بھوکھیاں میرا لہو پینا شروع کرینگیں اور یقین ہے کہ ایک بوند لہو میرے بدن میں نہ رہیگا

نقل ۱۹۶

ایک طفلِ مکتب کدّو کے آسرے سے ندّی میں اکثر پیرا کرتا
چند روز کے بعد دل میں لایا کہ میں اِس کام میں پورا ہوا یہہ سوچ
کدّو پھینک دیا اور بے لگاؤ پیرنے لگا قضا کار گہرے پانی میں
چلا گیا اور غوطے کھانے لگا لیکن خوش نصیبی سے بہتے ہوئے
ایک درخت کی ڈالی پکڑ کر لٹک گیا اور پکارنے لگا اِتنے میں اُس
کا اُستاد جو بہ طریق سیر آنکلا تھا اُس کی دردناک آواز
سُنکر آگے آیا کیا دیکھتا ہے کہ اُس کا شاگرد ایک درخت کی
شاخ پکڑے پانی میں لٹکا ہے یہہ دیکھ کر اُس نے وہ کدّو اُس
کی طرف پھینکا وہ اُس کے آسرے سے کنارے لگا تب اُس
اُستاد شفیق نے اُس کو یہہ نصیحت کی اے نادان لڑکے
آیندہ عبرت گزیں ہو جب تک تجھے پیرنے کی طاقت نہ ہو
اور اُس کام میں تجربہ کار پورا نہ ہووے تب تک اِس
کدّو کو مت ڈال دے نہیں تو ایک نہ ایک دِن ڈوب کر
مر جائیگا

الحمد للہ والمنّت کہ یہہ کتاب مفید وآسان کہ ہر ایک اسکو پڑھکر فایدہ پاوے تمام ہوئی مترجم منشی نظام الدّین ہندوستانی

تاریخ گیارہویں ماہ جمادی الاوّل سنہ ۱۲۶۶ ہجریہ مُقدسہ مطابق چھبیسویں مارچ سنہ ۱۸۵۰ عیسوی

چھاپ خانے میں فضل الدّین صاحب

کھکر کے چھاپی گئی

۴۴

AESOP'S FABLES

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna

AESOP'S FABLES

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
P a t n a

Distributor: Maktaba Jamia Limited, Jamia Nagar, New Delhi-110025.

Head Office: Maktaba Jamia Limited, Jamia Nagar, New Delhi-110025.

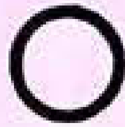
Branches:

* Maktaba Jamia Limited, Urdu Bazar, Delhi-110006.
* Maktaba Jamia Limited, Princes Building, Bombay-400003.
* Maktaba Jamia Limited, University Market, Aligarh-202001.

Edition : 1992

Price : Rs.45/-

Printed at Liberty Art Press (Proprietors, Maktaba Jamia Limited)
Pataudi House, New Delhi.



THIS WISDOM OF THE ANCIENTS

From Aesop to Sa'di, to La Rochefoucauld, to the wise of our own times, the intellectuals of every age have been giving the sum total of the accumulated wisdom sometimes in the form of Fables, and at other times in Maxims.

Khuda Bakhsh Library, in this age of explosion of information, is bent upon reviving the wisdom of the ancients. The Fables/Maxims are being offered afresh, to the reader of the age of information, with a hope that such efforts may help strike a balance in the minds of men breathing in the air of 1991 and onward, and thereby bringing them closer to the wisdom that is no more.

A.R.B.

ENGLISH AND HINDOOSTANEE
ÆSOP'S FABLES

TRANSLATED FROM THE ENGLISH INTO HINDOOSTANEE

BY

MOONSHEE NIZAM-UD-DEEN

TRANSLATOR OF THE

HINDOOSTANEE ÆSOP'S FABLES, THE NEW ARTICLES OF WAR,

AND THE INSHA-I-HINDEE.

THIS WORK WAS REVISED AND APPROVED

BY THE LATE

MAJOR GENERAL VANS KENNEDY

ORIENTAL TRANSLATOR TO GOVERNMENT.

BOMBAY

PRINTED AT THE DUFTUR ASHKARA PRESS

FOR

IBRAHIM FUTTA MAHOMED

AND SOLD BY HIM

AT MEADOW STREET BELOW MR. CANONN'S LIBRARY

AND BY MOONSHEE NIZAM-UD-DEEN AT POONA.

A. D. 1850.

Hijira 1266.



CERTIFICATE.

Bombay 4th November 1846.

I do hereby certify that I have examined this translation from English into Hindustanee of Esops Fables made by Munshi Nizam ud Din, and that it appears to me that it has been executed correctly and in such an easy style as will facilitate the learning of that Language.

(Signed) VANS KENNEDY

RIENTAL TRANSLATOR TO GOVERNMENT.

PREFACE.

The Author has, as is well known, been employed for many years as an instructor in the Hindoostanee and Persian languages; and it has also been his lot to translate English into Hindoostanee, and it has always been his ambition to translate, Works in the English and Persian languages into Hindoostanee and to reap such benefits as might accrue from his labours thus directed. In the first instance he applied himself to the production of a revised Edition of the Bago Bohar, in which he studiously omitted the mention of divers dishes, vessels &c. which are of so frequent occurrence in that work, and which are infinitely more calculated to weary or burden the mind of the reader than to afford him instructions, or at all adequate compensation for the time which he must necessarily expend in discovering their meaning and committing them to memory. This, however, is, but a trifling defect, when compared with that which chiefly induced him to undertake the above named revision, namely; the absurdly incongruous arrangement of the words in sentences even of the most simple construction and most common occurrence. Although the author of the work was a clever man, still he erred in this respect; this error cannot, however, be a matter of surprise, when we consider the circumstances under which it was written namely.

When Europeans first settled in this country, and became employed in the affairs of its administration, and consequently, an intimate knowledge of its prevailing language became indispensable to them, it was found most difficult to acquire that knowledge on account of the nonexistence of any books in that tongue, and to supply this deficiency, certain intelligent Moonshees were appointed by the Government under the superintendence of Dr. Gilchrist, by whose exertions a Grammar was produced, and large rewards having been held out by Government to such Moon-

shees as should compile works in the Hindoos tanee language several, such, as the Bago Bahar, Akḷaki Hindee, &c. were written and published : these, however, being the first books printed in the language, they were naturally not entirely devoid of inaccuracies, the chief feature of which, was the before mentioned misplacing of the several words composing a sentence, it was the especial study of the author to correct in his new adition.

At the commencement of any science, inaccuracies and errors must inevitably occur, perfection cannot at first be expected, and in this instance the inexperience of the Authors of the first works, shewed itself in the peculiarity already mentioned.

Good Grammar, and proper construction are necessary in every language; such Books as were printed in Calcutta were written in the Original language of the City of Delhi called the Oordoo (Camp) language, their grammar, idiom, style &c. being correct in every respect with the above-named exception, for an instance of which, the very first line the Bago Bahar furnishes an example, as, the author has—Hakikat zuban urdúkī —should be—Urdù zubán kí Hakíkat—again in the beginning of the narrative part of the work the passage occurs—Harek sube se arzï bad amlikî—which should be—Bad amlikī arzï—or—Arzî bad amlì—and again in the same page—Ser men chár darvesh kï—instead of—Chár darveshkī ser men—In the Aklaki Hindee the passage occurs—Orat ko apni jagakar—instead of—Apni orat ko jagákar—and—Aváz se demame kî—for—Damäme kî avaz se & Pãs uskë—for—Uskê pãs—&c. &c. &c. these errors are of constant occurrence in every page of the original works, it is said by some that both ways are correct, but this is not the case, the former is a mode of expression consequent on an idle and careless habit of speech, adopted from the similarity. The Oordoo language bears to the order in which the words of the same sentences would appear in the Persian, of which language together with Arabic and Sanskrit, it was formed at the City of Delhi; the centre of commercial intercourse between all the Eastern Natives, at the time when Akbar Badsah, Shah Jhan &c. invaded it. On this account thousands of

Persian, Arabic and Sanskrit words are still in the language; especially the former owing to the greater number of the people of that nation who settled in the City, where it originated the descendants of many Persian families of the highest distinction still residing there. Government ordered these Books to be printed in Calcutta, (A. D. 1801 year of Higree 1205 Lord Wellesley being Governor General of India) they were translated from the Persian, well written, but generally in the Persian style, and full of exaggerations, flatteries, absurd comparis ons, unnecessary repetitions and childish attempts at poetical expression, and lengthy descriptions of subjects of the least importance; all of which constitute the chief difficulties in reading Persian works, as well as the reputed beauty of the language; a book written in the Persian without these peculiarities would be very simple and easy, but would not suit the Persian taste In describing the simplest things the Persians make use of the wildest comparisons, colorings, and exaggerations; for example—Mehle kekhashru chunàn buland bood ke mìnáresh bà kurre falak ul aflùk làfê bari mízad—Píre falak ba in hamen kohane salgè va ba hazar chasm mànanddash nadídeh

The Cupola of Kykhisroo's Palace was so lofty that, it boasted a quality with the arch of Heaven, and it was so high that the sky itself, notwithstanding its antiquity and its thousands of eyes, (the stars) had never beheld its like.

In this respect the Persian surpasses every other language; on every occasion, they both speak and write with long sentences and repetition. In the same manner, such like needless effusions, are intermingled with Hindoostanee, and even looked upon as embellishments. All Hindoostanee Moonshees being first well versed in Persian are naturally impelled imperceptibly, and by the very nature of the latter language, into the habit of imitating its style when writing in the former. A book written in pure Hindoostanee, would not be appreciated by them, but condemned. A book written in proper order would be very easy, for instance, the author's Hindoostanee translation of the Fables of the Persian Moonshee, and his translation of the English edition of Æsops Fables.

Of course the use of Persian and Arabic words renders the Ordoo Language more eloquent and sonorous, so long as they are properly inserted, and arranged, and vice versa, but as the Oordoo does not afford those materials for the highly coloured, lengthy descriptions and would be poetical ideas abounding in the Persian. He who would write a Hindoostanee work in the Persian style, must, of necessity,\depart from the pure Oordoo, and the order of his language will be ill arranged, as is the case for instance in the—Notarze morasae—and in some other works undoubtedly it is perfectly possible to write pure Hindoostanee in this style but the effect produced would excite ridicule and even disgust.

This remark is also applicable to many Moonshees, who in translating English, adhere too strictly to the letter of the language, and thus take much trouble to translate certain passages word for word, thus rendering them, with difficulty intelligible, when the actual meaning might be fully and clearly explained in a few words.

Many English words, and corruptions of English words are made use of in Hindoostanee, for example—Vo parèd par nahin heà—he did not come to parade—Vo galti hae—he is guilty—Usne rakemend kïà—he recommended him—Vo prej hae—he is a Prisoner &c. &c. these and innumerable similar expressions are peculiar to the Army and, on this account, the Author has in his translations of the Court Martial and Articles of War purposely allowed many English words to remain. Even among the natives many Hindoostanee words have been thrown aside for English ones. On going one day to an extensive shop in the Bazaar I asked—Tumàhre hïàn zuràbín hen—and received answer in the negative, on this I repeated my demand at several othèr shops with similar ill success; and being surprized at not being able to procure an Article of so common use as apair of stockings, I thought that I could not have been properly understood, so returning to the first shop I asked :——Tumâhre hïán istakîn hen—and was most respectfully answered that they had plenty, and the shopkeeper immediately placed a parcel of them bofore me, I asked him, is—" Istaken"—then an English or a Hindoostanee word, he unhesitatingly answered it is Hindee.

Thus the natives shew in their language the same carelessness as in other things, caring not for the expressions they make use of so long as they are understood, who, the peculiar arrangements of words, I have mentioned in the Bago-Bahar &c. is contrary to all grammatical rules, still they do not consider it otherwise than correct nevertheless it is wrong, and it would be considered such by every European reader who has carefully made the Language his study, for, not only, by this means, is, a simple sentence rendered confused, lengthy and of difficult comprehension, but an error, as ridiculous, as it is reprehensible, is constantly committed, namely to use, a familiar phrase that of " putting the Cart before the Horse."

Were a sentence translated into Hindoostanee, word for word, according to the English, the effect would become absurd and unintelligible, as is the case for instance in No. 116 of the New Articles of War.

Koí hodhdedàr ïá sepáhï par janaral kort márshal ke hazur khun hathiar ka gunah sabet ho to uspar hokam dia javega ke galese latkiea jae jabtak marjave

Any Officer or Soldier who shall be convicted by a General Court Martial of The Crime of Murder, shall be sentenced to suffer death by being hanged by the neck until he be dead,

The full and true meaning of this Article may be conveyed in the following words.

Jab janaral kort Marshel men kïsî hodedàr èü sîpahî par khun säbet ho to vo fänsî päve

It must have been remembered by all who are in the habit of translating, that English sentences are allowed to be always longer than Hindoostanee, the latter being usually short and compact, in fact no comparison can be made between them, for they are as different as Heaven and Earth.

At the desire of an Officer, a friend of mine, I translated about ten years ago into the Ordoo language, an English Book, called " The Lady and her Ayah" this work occupied all my attention for three or four months, at the end of which time I had the satisfaction of completing it,

and sending it to my employer.—He had it published (through the medium of a Clergyman in a friend of his) at the Mission Press, Bombay, but about this time I unfortunately became so ill, that my life was despaired of, and for two years the fate of my book was unknown to me.—Unexpectedly one day a friend of mine brought me a printed book and said, "look here is your Translation" this proved to be the case, and I confess that I was not a little astonished at this Gentleman, who has the reputation of being a good, and a straight forward man, having published my work without ever making me aware of his intentions. I should not have regretted the loss of all remuneration for my labours, had I even received the thanks of those who profited by them, but this satisfaction was not vouchsafed to me. I took my friend's book and compared it from beginning to end with the original M. S. which I had kept by me, and found it to be my own work unaltered. My liberal friends had not, however, thought fit to publish either my name, or preface, though they had altered a few words, and insinuated grammatical faults of which the original was free.—When the translation was in the first instance sent to Bombay, a letter accompanied it entreating that should any faults appear, they might be submitted to me for correction, as I alone was responsible for the correctness of my own work.—Notwithstanding this, my book was published with (the so called) improvements by another hand; some time after I wrote a letter to the person at whose desire I had translated the book, the contents of which were as follows.

"That I had undertaken this work and given it great attention in the hope of profiting by it, but that putting aside the fact of my having received no remuneration, I had not even got a Copy of what had cost me so much hard work." After three months I received a reply, stating that the writer was not aware that I had ever wished for any reward, but on the contrary was under the impression that I had undertaken it solely, for my own amusement, and that the Clergyman who published it had taken great pains in correcting & revising it : he then went on to ask me what remuneration I thought myself entitled to.—On getting this letter I was more astonished than ever and felt the truth of the Persian proverb, Nekî barbâd gunàh làzem.

How can this Gentleman state that the publication cost him any labour, I translated the work, not he, and as to the identity, even if I did not recollect my own language I have the original M. S. still by me to refer to, I confess that in my anger at the affair, I gave up all hope or wish for reward and sent the following answer.

" That this Gentleman could have taken no great trouble about the " book for the only perceptible difference was, that in fifteen or twenty " places he had changed good into bad grammar, and altered a few " unimportant words, that these and the suppression of the Preface, and " author's name, constituted the difference of my book and his, and that if " he doubted me, I would send him the original letters for his perusal, so " that the veracity of my statements might be proved."

It is now upwards of ten years since I wrote this letter, but neither to it, nor the many subsequent ones that I sent to his address have I received any reply.

During most of the time of which I have been speaking, I was occupied from time to time in translating a large collection of letters, and petitions from the Persian language into Hindoostanee, which have been neglected till now, but I am preparing to publish them (with the translation of the Insha Herkarun) or under the title of " Insha-i-Ordoo." In the year 1838, I translated for an officer the little book called " Henry and his bearer" into Hindoostanee, I understand that this also has been published, but without my name.

The Marattah version of "Æsops Fables" next attracted my attention, and in 1840 I undertook the task of translating them into my native language, I accomplished my purpose, but for want of funds, they lay in my house upwards of two years. The thought at last struck me, that by going to Bombay, I might perhaps succeed in publishing them, and with this intention, I paid my first visit to the Presidency. Whilst there I shewed my work to my kind patron, Major General Vans Kennedy, Oriental Translator to Government, who gave me a Certificate to the effect, " that the publication of the book was very desirable," with the aid of this recommendation, added to the kind assistance of my very

obliging friend, Meer Moonshee Mahomed Abraham Muckba, I succeeded in bringing it before the public in the year 1844. Almost unexceptionably, all the books that have been published in the Ordoo language, have the serious defect of being written in such a loose style as to render the perusal of them any thing but improving, but I flatter myself that the work in question will have escaped this fault at least, and can be put into the hands even of children with safety, I have particularly endeavoured throughout to keep the style easy, being aware of the dislike European readers have to the exaggeration of the Native style yet notwithstanding this, some are so hard to please, that they complain of its being difficult, and say, that it contains too many hard words ; to me however it appears, that it could not be made more easy, for it is necessary for an author to use expressive words, even though they are not simple, owing to Ordoo being a language composed of many others, it is constantly necessary to use Persian, and sometimes even Arabic & Sanscrit words ; for in the same way that Arabic words are used to beautify the Persian language, so Persian and Arabic are necessary to all who wish to write good Hindoostanee. After publishing the Fables translated from Marattah, I became aware that the stories had in some places become much longer than in the Original English ; and for this reason I have undertaken a direct translation, which will, I hope, be found to coincide more with the English version.

Major General Kennedy having approved of this work, I intend bringing it also before the public without delay. It would be both amusing and instructive to investigate the principal differences in the language of the inhabitants of the various Provinces of India, but, as it would be a task far greater than the limits of these pages will admit, I shall confine myself to a few remarks on the principal instances in which the Moonshees or teachers of the Ordoo language differ in the Various Provinces of British India. As to Calcutta, Madras, and Bombay they have under the British Government, become places of such importance, that besides the usual inhabitants of the Country, there are hundreds who, for trade and other purposes flock to them from all quarters of the Earth, the result

is, that in one Bazaar, several languages are at the same time spoken. But to return to Hindoostanee, they only may be called Hindoostanee Moonshees, who inhabit the Cities of Delhi, Luck-now, Acberabad &c. &c. and are to be found throughout Hindoostan Proper, and all the stations under the Bengal Government; the few who, inhabiting other parts of India, have been educated in the above mentioned districts, may be added to the number, and include almost all who may be said to speak pure Hindee. To this class we owe all the books that have been written (or translated from other languages) in unadulterated Ordoo, but it may be imagined that even to the most able master of their native language, the greatest practice is necessary in translating English, as the idiom of that language is so different from Hindee. One of the most common mistakes is attempting to translate one language into another literally; for example, once when I was in Bombay three Officers were living together in a tent studying for the Hindoostanee examination, one day whilst paying them a visit, a well known Bombay Moonshee entered, after a short time, one of them asked him to translate the following sentence. "what time elapsed between your first and second visit to the Guard" which he did thus,

Tumhàreh pehle dafé jáne ke bìch dusrī dafe gàrd ku dekhnemen ketnì der huï

and immediately left the tent, saying he had an engagement elsewhere, this sentence appeared to all present to be a literal translation, and not according to the Hindoostanee idiom; one of the Gentlemen asked a strange Moonshee who just then entered the tent to translate it, which he did in the following manner,

Tumne kìtnè der ke bád dusrī dafe gàrd ku dekhà

he was much pleased with this way of reading it, but the other two argued, that it was most unlikely such a famous teacher could have made any mistake, the former replied, "it is to him you must recollect a foreign language, and nothing can be more difficult than to acquire a perfect knowledge of any but ones native language."

All agreed in this, but one of them said, " the first translation is per-

fectly comprehensible, and one sentence can, we know be twined in many different ways ;" another rejoined that it might as long as the grammar & idiom remained correct, but not otherwise, for instance Englishmen constantly say.

Meh mālùm nahî—ham jáegà—esse muje bechoge—men abhï átíhoun all natives understand these expressions, but they are nevertheless perfectly incorrect, and turning to the Moonshee he asked, if our teachers do not understand the idiom of the languages they profess, how can we be expected to do so. The Moonshee replied, that all foreigners have the same difficulty to contend with, and if a Persian or an Englishman were to attempt to translate books into Hindoostanee, they would be found wanting ; as a Potter was, who in time of peace managed to rise himself to a high rank in the army of a certain King ; but when an enemy appeared and his master ordered him to take command of the army, he was forced to confess that, being by trade a Potter, he was unfit for such an appointment. All present were amazed at the truth of this explanation, and asked the Moonshee to give them some more examples, he replied that, he had not then time to do so, but although he was a poor and unknown man, who was employed constantly in searching for scholars, and going from place to place to attend on the few pupils whom he had the honor of teaching, he still hoped some day to be enabled to do as they desired. Another time a Moonshee of note in Bombay was translating to an Officer the following sentence, " He came on Parade, without his Jacket on &c. &c." which he did in this manner,

Vo benà jàget Pared par àeà íslíe meine usko keid kíà,

this was certainly not good Hindee ; a Moonshee who had come from an out Station on being asked his idea of it said,

Wo Jaket phenkar Pared par nahín àeä ìs líe meine usko keid kīa

Many Europeans acquire a very good knowledge of the Ordoo grammar, and can talk fluently enough for all purposes, but very few ever arrive at any correctness of idiom, and this is not at all astonishing when we see those who are considered the best instructors, fall into similar errors. Some who call themselves Moonshees, are so ignorant and careless

that they cannot even arrange, little stories of the Persian Moonshee in proper Ordoo, for instance, one who is supposed to be a perfect Master of Hindoostanee, made the following translation of a sentence that occurs in one of them.

Tumàhrà sharik aeathà bolá ke tum mur gae

"Your partner came and set forth that you were dead" this is surely not what it should be, I should say.

Tumāhra sharïk aea tha, bolà ke merá sherik mur gaeä

As to the Madras Moonshees, they have a language of their own quite different from Ordoo, amongst their peculiarities is that of never applying the genders properly, either in reading or writing, and from their books and general manner of conversing, it appears that they make all verbs agree with the nominative case thus,

She saw the tiger,	Us ne shïr dekhï
He saw the tiger,	Us ne shïr dekhá
We saw the tiger,	Hum ne shir dekhe
And for feminine plural	Hum shîr dekhen

they are also most careless about putting—ne—as a sign of the past tenses of active verbs, leaving it out as often as not;—

The conjugate Masculine Nouns thus

Murd——Murdán——Gher——Gherán——& for Feminine in this manner

Ràt——Rátán——Bāt——Bàtàn

And I have never seen one book of theirs free from these faults. They may be called Dhuccanee, and Kokannee Moonshees, who inhabit the central districts of the Bombay Presidency. They speak and write grammar literally, but their mode of expression & their pronounciation is peculiar to themselves, for instance in the Copy of Æsops Fables made by one of this class, many mistakes occur, owing to his writing words so as to make them agree with his manner of pronounciation.

Solgánā——was changed into——Selgânā

Ghorà——into——Gora

&c. &c. They also constantly transpose the genders in this manner.

Meĩne bohot safar kí—Us ne bāt na kia—Us nc sabak yād ki

The language of the Dhecun Kokan is Marattah, so that it is not astonishing that the whole of the Musulman population speak this incorrect, and unpure style of Hindee. It appears to me that if a person even for the greater part of his life, learns any foreign language he cannot succeed in acquiring an idiomatic knowledge of it, though he may become Master of the Grammar, unless indeed he has been brought up amongst those who are in the habit of constantly speaking it, and whose native language it is.

The Ordoo spoken at Surat, and the Country about it is really good, which I suppose must be owing to the first of the rulers of that part of the Country having come from Hindoostan, and brought with them thousands of followers from the Country. Owing to the indulgent rule of the British Government, such numbers of foreigners crowd to Bombay, as to render the language spoken there a sort of mixture, in which Ordoo certainly holds a prominent place, but that is all that can be said, a large proportion of the pupulation are Parsees, & Guzrattees, the former as well as the latter carrying on all their communications in the Guzrattee language.

In the year 1845 I translated the stories of the "Persian Moonshees," two Court Martials and the New "Articles of War" into Ordoo from English. The "Articles of War" issued by Government were it appears, translated in Calcutta by some European, unaided by any Moonshee, or at least by any who was capable of rendering him effectual assistance, I shall not attempt to give my reasons for undertaking what had already been accomplished in Calcutta ; but beg my readers to compare the two translations, and judge for themselves. It is usual in English in recording the procceedings of Courts Martial, to use the present tense throughout but in translating them the past tense must be substituted or the effect would be nonsensical. The two alluded to are given as examples. In the Calcutta Version of the "Articles of War" the future tense has been universally used, as,

Mārà jaègà—Gule se latkàcā jaègà

but I have employed the Aorist tense, as

Mārā jawe—Fánsī dīä jawe

which may be rendered in English, shall, will, may, might, should, would, let him, but is usually meant for the latter, as being more explicit, and the reader must take it as meaning whichever of these appears to him most appropriate.

In my opinion the difference between the future and Aorist Tenses is this, that the former is positive, that is to say expressive of something that will take place, and that the latter is not positive that is to say expressive of something that may only happen. For instance take the following as examples of the positive expression of the future.

Vo marä jawega—He will be killed

Vo awegä—He will come.

Agar wo Hind men äwe to albutte mur jäega—

If he should come to India he will not live.

And take the following as examples of the uncertain or conditional expression of the Aorist.

Men chatä hun ke wo awe——I wish that he would come.

Hokam hie ke wo maràjawe—It is an order that he will be killed.

Darwaza kholo tà ke men under oun—Open the door that I may come in.

Mumken nehín ke wo wahán jawe—It is not possible for him to go there.

But I perhaps be more easily understood by explaining my meaning in the following words, viz. that what I call the positive future, which is the second future, met with in the grammars of the Hindoostanee tongue is the future of the Indicative mood of English Grammarians, and what I call the uncertain future or Aorist, which is the first future in the grammars of the Hindoostanee tongue, is the future of the potential, and of the Subjunctive moods, of English Grammarians.

There appears to be some uncertainty, as to when the postposition should be expressed, and when omitted after nouns in the objective case. Shakespear, Forbes, & other grammarians state that it is immaterial

whether you express it or allow it to be understood, saying that the following sentences are identical in point of meaning viz.

Usne apni beti ko márä—and—Usne apnï betî marî

In this they are in error for the first means that he beat his daughter, whereas the second does not mean this, but that he killed his daughter, although with this the only construction that can be put upon it is an awkward sentence, and one that would never be heard out of the mouth of a native at all mindful of the euphony of his language, as such a one would for certainty say

Usne apnï betï ko mar dâ la

I confess that I myself am at a loss to point out any definite rule by which a student may know when this pastposition—ko—is to be expressed, and when understood, and I think that such knowledge can only be appreciated and imported not as a rule, but as a custom by a native or European long accustomed to hear spoken the best dialect of the Hindoostanee tongue.

Some Grammarians call—ne—a particle, others a postposition. If a postposition and particle be the same, then it is a matter of no moment, whether we sometimes include it under the one, and sometimes under the other denomination, but I consider there is a difference, and a vast one too between these two parts of speech. I have always looked on a particle as a part of speech susceptible neither of concord, nor of government, as in fact only an expletive which may be inserted in or left out of a sentence, at the will of the speaker, without the grammatical construction of such sentence being at all effected thereby ; a Postposition on the other hand is a part of speech that always governs, and in some cases agrees. If these definitions of these two parts of speech be accepted as true explanations of what they are, I think we might obtain more accuracy in our terms and so avoid some trouble and some perplexities in gaining the rudiments of Grammatical knowledge. Now let me adduce some examples in proof of what I here lay down. To begin with the particle.

Wo gher hie ya wohi gher hie—This is the house,

ye wo admī hie—ya ye wohí admī hae——This is the man,

Us admí ko bolou—ya usī admī ko bolou——Call that man,

In these sentences—hī—is an expletive, an emphatic affix, which it is optional on the part of the speaker to omit or insert, which in its isolated position does not and never can agree, with any word and does not and never can govern any word, and so cannot either in omission or insertion affect in the slightest degree the grammatical construction of any sentence. Now for example of postpositions divisible as I have above hinted into two classes, the first Class comprehending those that both agree, and govern, and the second those that govern, but do not agree, —ka—is an example of a postposition of the first Class, as,

Us ká ghorá—	His horse,
Us kī ghorī—	His Mare,
Us ke ghore—	His horses,

In these examples—ka—governs—wo—requiring it to be put into the inflected case,—us—and agrees with its governing noun,—ghora—ghorî—ghore ne—is a postposition of the second class, as it always governs, but never agrees as

Us ke ghore ne lát marí—His horse kicked,

Us kī ghori ne làt mari—His mare kicked,

In these two classes, may be enumerated all the postpositions—ka—being the constituent of the first Class,—nazdik—men—pas—ko—ne—being those of the second.——

As no grammar has yet been published, giving full and complete explanation of the grammatical construction of the Hindoostanee Language, the Author would like much, did time and space permit, to enter more fully into the subject but that pleasure being at present denied to him, he hopes at some future period again to appear before those kind friends, who have so generously granted him assistance in this occasion.

Munshi Nizam-ud Deen.

ÆSOP'S FABLES.



FAB. I. The COCK and the JEWEL.

A BRISK young Cock, in company with two or three Pullets, his mistresses, raking upon a dunghill for something to entertain them with, happened to scratch up a jewel; he knew what it was well enough, for it sparkled with an exceeding bright lustre; but, not knowing what to do with it, endeavoured to cover his ignorance under a gay contempt. So, shrugging up his wings, shaking his head, and putting on a grimace, he expressed himself to this purpose: Indeed, you are a very fine thing; but I know not any business you have here. I make no scruple of declaring that may taste lies quite another way; and I had rather have one grain of dear delicious barley, than all the jewels under the sun.

FAB. II. The WOLF and the LAMB.

ONE hot, sultry day, a Wolf and a Lamb happened to come, just at the same time, to quench their thirst in the stream of a clear silver brook, that ran tumbling down the side of a rocky mountain. The Wolf stood upon the higher ground; and the Lamb at some distance from him down the current. However, the Wolf, having a mind to pick a quarrel with him, asked him, What he meant by disturbing the water, and making it so muddy that he could not drink; and, at the same time, demanded satisfaction. The Lamb, frightened at this threatening charge, told him, in a tone as mild as possible, That, with humble submission, he could not conceive how that could be; since the water which he drank ran down from the Wolf to him, and therefore it could not be disturbed so far up the stream. Be that as it will, replies the Wolf, you are a rascal, and I have been told that you treated me with ill language behind my back, about half a year ago. Upon my word, says the Lamb, the time you mention was before I was born. The Wolf, finding it to no purpose to argue any longer against truth, fell into a great passion, snarl-

ing and foaming at the mouth, as if he had been mad; and drawing nearer to the Lamb, Sirrah, says he, if it was not you, it was your father, and that's all one.—So he seized the poor, innocent, helpless thing, tore it to pieces, and made a meal of it.

FAB. III. The FROGS desiring a KING.

THE Frogs, living an easy free life, every where among the lakes and ponds, assembled together, one day, in a very tumultuous manner, and petitioned Jupiter to let them have a king, who might inspect their morals, and make them live a little honester. Jupiter, being at that time in pretty good humour, was pleased to laugh heartily at their ridiculous request; and throwing a little log down into the pool, cried, There is a king for you! The sudden splash which this made by its fall into the water, at first terrified them so exceedingly, that they were afraid to come near it. But in a little time, seeing it lay still without moving, they ventured by degrees to approach it; and at last, finding there was no danger, they leaped upon it; and, in short, treated it as familiarly as they pleased. But not contented with so insipid a king as this was, they sent their deputies to petition again for another sort of one; for this they neither did nor could like. Upon that, he sent them a Stork; who, without any ceremony, fell devouring and eating them up, one after another, as fast as he could. Then they applied themselves privately to Mercury, and got him to speak to Jupiter in their behalf, That he would be so good as to bless them again with another king, or restore them to their former state:—No, says he, since it was their own choice, let the obstinate wretches suffer the punishment due to their folly.

FAB. IV. The vain JACK-DAW.

A CERTAIN Jack-Daw was so proud and ambitious, that not contented to live within his own sphere, he picked up the feathers which fell from the Peacocks, stuck them among his own, and very confidently introduced himself into an assembly of those beautiful birds. They soon found him out, stripped him of his borrowed plumes, and falling upon him with their sharp bills, punished him as his presumption deserved.

Upon this, full of grief and affliction, he returned to his old companions; and would have flocked with them again; but they, knowing his late life and conversation, industriously avoided him, and refused to admit him into their company; and one of them, at the same time, gave him this serious reproof. If, friend, you could have been contented with your station, and had not disdained the rank in which nature had placed you, you had not been used so scurvily by those upon whom you introduced yourself, nor suffered the notorious slight which we now thing ourselves obliged to put upon you.

FAB. V. The Dog and the Shadow.

A DOG, crossing a little rivulet, with a piece of flesh in his mouth, saw his own shadow represented in the clear mirror of the limpid stream; and believing it to be another Dog, who was carrying another piece of flesh, he could not forbear catching at it; but was so far from getting any thing by his greedy design, that he dropt the piece he had in his mouth, which immediately sunk to the bottom, and was irrecoverably lost.

FAB. VI. The Lion and other Beasts.

THE Lion, and several other beasts, entered into an alliance, offensive and defensive, and were to lie very sociably together in the forest; one day having made a sort of an excursion, by way of hunting, they took a very fine, large, fat Deer, which was divided into four parts; there happening to be then present his Majesty the Lion, and only three others. After the division was made, and the parts were set out, his Majesty, advancing forward some steps, and pointing to one of the shares, was pleased to declare himself after the following manner: This I seize, and take possession of as my right, which devolves to me, as I am descended by a true, lineal, hereditary succession, from the royal family of Lion: that (pointing to the second) I claim by, I think, no unreasonable demand; considering that all the engagements you have with the enemy turn chiefly upon my courage and conduct; and you very well know, that wars are too expensive to be carried on without proper

supplies. Then (nodding his head towards the third) that I shall take by virtue of my prerogative; to which, I make no question but so dutiful and loyal a people will pay all the deference and regard that I can desire. Now, as for the remaining part, the necessity of our present affairs is so very urgent, our stock so low and our credit so impaired and weakened, that I must insist upon your granting that without any hesitation or demur; and hereof fail not at your peril.

FAB. VII. The WOLF and the CRANE.

A WOLF, after devouring his prey, happened to have a bone stick in his throat, which gave him so much pain, that he went howling up and down, and importuning every creature he met, to lend him a kind hand in order to his relief; nay, he promised a reasonable reward to any one that should undertake the operation with success. At last the Crane, tempted with the lucre of the reward, and having first procured him to confirm his promise with an oath, undertook the business, and ventured his long neck into the rapacious felon's throat. In short, he plucked out the bone, and expected the promised gratuity. When the Wolf, turning his eyes disdainfully towards him, said, I did not think you had been so unconscionable; I had your head in my mouth, and could have bit it off whenever I pleased, but suffered you to take it away without any damage, and yet you are not contented!

FAB. VIII. The STAG looking into the WATER.

A STAG, that had been drinking at a clear spring, saw himself in the water; and, pleased with the prospect, stood afterwards for some time contemplating and surveying his shape and features, from head to foot. Ah! says he, what a glorious pair of branching horns are there! how gracefully do those antlers hang over my forehead, and give an agreeable turn to my whole face! If some other parts of my body were but proportionable to them, I would turn my back to nobody; but I have a set of such legs as really makes me ashamed to see them. People may talk what they please of their conveniences, and what great need we stand in of them, upon several occasions; but, for my part, I find them

so very slender and unsightly, that I had as lief have none at all. While he was giving himself these airs, he was alarmed with the noise of some huntsmen and a pack of hounds, that had been just laid on upon the scent, and were making towards him. Away he flies in some consternation, and, bounding nimbly over the plain, threw dogs and men at a vast distance behind him. After, which, taking a very thick copse, he had the ill-fortune to be entangled by his horns in a thicket; where he was held fast, till the hounds came in and pulled him down. Finding now how it was like to go with him, in the pangs of death, he is said to have uttered these words: Unhappy creature that I am! I am too late convinced, that what I prided myself in, has been the cause of my undoing; and what I so much disliked, was the only thing that could have saved me.

Fab. IX. The Fox and the Crow.

A Crow having taken a piece of cheese out of a cottage window, flew up into a high tree with it, in order to eat it; which the Fox observing, came and sat underneath, and began to compliment the Crow upon the subject of her beauty. I protest, says he, I never observed it before, but your feathers are of a more delicate white than any that ever I saw in my life! Ah! what a fine shape and graceful turn of body is there! And I make no question but you have a tolerable voice. If it is but as fine as your complexion, I do not know a bird that can pretend to stand in competition with you. The Crow, tickled with this very civil language, nestled and riggled about, and hardly knew where she was; but, thinking the Fox a little dubious as to the particular of her voice, and having a mind to set him right in that matter, began to sing, and, in the same instant let the cheese drop out of her mouth. This being what the Fox wanted, he chopped it up in a moment; and trotted away, laughing to himself at the easy credulity of the Crow.

Fab. X. The two *Bitches*.

A Bitch, who was just ready to whelp, entreated another Bitch to lend her her kennel, only till her month was up, and assured her that

then she should have it again. The other very readily consented, and with a great deal of civility, resigned it to her immediately. However, when the time was elapsed, she came and made her a visit, and very modestly intimated, that now she was up and well, she hoped she should see her abroad again; for that really it would be inconvenient for her to be without her kennel any longer, and therefore she told her she must be so free as to desire her to provide herself with other lodgings as soon as she could. The lying-in Bitch replied, That truly she was ashamed of having kept her so long out of her own house; but it was not upon her own account, (for indeed she was well enough to go any where) so much as that of her Puppies, who were yet so weak, that she was afraid they would not be able to follow her; and, if she would but be so good as to let her stay a fortnight longer, she would take it for the greatest obligation in the world. The other Bitch was so good-natured and compassionate as to comply with this request too; but at the expiration of the term, came and told her positively that she must turn out, for she could not possibly let her be there a day longer. Must turn out—says the other; we will see that; for I promise you, unless you can beat me and my whole litter of Whelps, you are never like to have any thing more to do here.

Fab: XI. The proud Frog.

An Ox, grazing in a meadow, chanced to set his foot among a parcel of young frogs, and trod one of them to death. The rest informed their mother when she came home, what had happened; telling her, that the beast which did it was the hugest creature that they ever saw in their lives. What, was it so big? says the old Frog, swelling and blowing up her speckled belly to a great degree. Oh! bigger by a vast deal, say they. And so big? says she, straining herself yet more. Indeed, Mamma, say they, if you were to burst yourself, you would never be so big. She strove yet again, and burst herself indeed.

Fab. XII. The Fox and the Stork.

The Fox invited the Stork to dinner; and, being disposed to divert himself at the expence of his guest, provided nothing for the

entertainment, but a soup, in a wide shallow dish. This himself could lap up with a great deal of ease, but the Stork, who could but just dip in the point of his bill, was not a bit the better all the while : however, in a few days after, he returned the compliment, and invited the Fox ; but suffered nothing to be brought to table but some minced meat in a glass jar ; the neck of which was so deep and so narrow, that, though the Stork with his long bill made a shift to fill his belly, all that the Fox, who was very hungry, could do, was to lick the brims, as the Stork slabbered them with his eating. Reynard was heartily vexed at first : but when he came to take his leave, owned ingenuously, that he had been used as he deserved ; and that he had no reason to take any treatment ill, of which himself had set the example.

FAB. XIII. The EAGLE and the FOX.

AN Eagle that had young ones, looking out for something to feed them with, happened to spy a Fox's Cub, that lay basking itself abroad in the sun. She made a stoop, and trussed it immediately ; but before she had carried it quite off, the old Fox coming home, implored her, with tears in her eyes, to spare her cub, and pity the distress of a poor fond mother, who should think no affliction so great as that of losing her child. The Eagle, whose nest was up in a very high tree, thought herself secure enough from all projects of revenge, and so bore away the cub to her young ones, without showing any regard to the supplication of the Fox. But that subtle creature, highly incensed at this outrageous barbarity, ran to an altar, where some country people had been sacrificing a kid in the open fields, and, catching up a firebrand in her mouth, made towards the tree where the Eagle's nest was, with a resolution of revenge. She had scarce ascended the first branches, when the Eagle, terrified with the approaching ruin of herself and family, begged of the Fox to desist, and, with much submission, returned her the cub again safe and sound.

FAB. XIV. The BOAR and the Ass.

A LITTLE scroundrel of an Ass, happening to meet with a Boar, had a mind to be arch upon him: And so, brother, says he, your humble servant. The Boar, somewhat nettled at his familiarity, bristled up to him, and told him, he was surprised to hear him utter so impudent an untruth, and was just going to show his noble resentment, by giving him a rip in the flank; but, wisely stifling his passion, he contented himself, with only saying, Go, you sorry beast! I could be amply and easily revenged of you, but I don't care to foul my tusks with the blood of so base a creature.

FAB. XV. The FROGS and the fighting BULLS.

A FROG, one day, peeping out of the lake, and looking about him, saw two Bulls fighting at some distance off in the meadow, and, calling to one of his acquaintance, Look, says he, what dreadful work is yonder! Dear Sirs, what will become of us? Why, pray thee, says the other, do not frighten yourself so about nothing; how can their quarrels affect us! They are of a different kind and way of living, and are at present only contending which shall be master of the herd. That is true, replies the first, their quality and station in life is, to all appearance, different enough from ours: but, as one of them will certainly get the better, he that is worsted, being beat out of the meadow, will take refuge here in the marshes, and may possibly tread out the guts of some of us: so you see, we are more nearly concerned in this dispute of theirs than at first you were aware of.

FAB. XVI. The KITE and PIGEONS.

A KITE, who had kept sailing in the air for many days near a dove-house, and made a stoop at several Pigeons, but all to no purpose, (for they were too nimble for him) at last had recourse to stratagem, and took his opportunity one day to make a declaration to them, in which he set forth his own just and good intentions, who had nothing more at heart than the defence and protection of the Pigeons in their ancient rights and liberties; and how concerned he was at their fears

and jealousies of a foreign invasion, especially their unjust and unreasonable suspicions of himself, as if he intended, by force of arms, to break in upon their constitution, and erect a tyrannical government over them. To prevent all which, and thoroughly to quiet their minds, he thought proper to propose to them such terms of alliance and articles of peace, as might for ever cement a good understanding betwixt them : the principal of which was, that they should accept of him for their king, and invest him with all kingly privilege and prerogative over them. The poor simple Pigeons consented : the Kite took the coronation oath after a very solemn manner, on his part, and the Doves, the oaths of allegiance and fidelity, on theirs. But much time had not passed over their heads, before the good Kite pretended that it was part of his prerogative to devour a Pigeon whenever he pleased. And this he was not contented to do himself only, but instructed the rest of the royal family in the same kingly arts of government. The Pigeons, reduced to this miserable condition, said, one to the other, Ah ! we deserve no better ! Why did we let him come ?

FAB. XVII. The MAN and his two WIVES.

A MAN, in times when polygamy was allowed, had two wives : one of which, like himself, had seen her best days, and was just as it were entering upon the declivity of life ; but this, being an artful woman, she entirely concealed by her dress ; by which, and some other elegant qualities, she made a shift sometimes to engage her husband's heart. The other was a beautiful young creature of seventeen, whose charms, as yet in the height of bloom, and secure of their own power, had no occasion to call in any artifice to their assistance. She made the good man as happy as he was capable of being, but was not, it seems, completely so herself : the grey hairs, mixed among the black, upon her husband's head, gave her some uneasiness, by proclaiming the great disparity of their years ; wherefore, under colour of adjusting and combing his head, she would every now and then be twiching the silver hairs with her nippers ; that, however matters were, he might still have as few visible signs of an advanced age as possible : the dame, whose years were

nearer to an equality with his own, esteemed those grey locks as the honours of his head, and could have wished they had all been such; she thought it gave him a venerable look; at least, that it made her appear something younger than he: so that every time the honest man's head fell into her hands, she took as much pains to extirpate the black hairs, as the other had done to demolish the grey. They neither of them knew of the other's design; but each continuing her project with repeated industry, the poor man, who thought their desire to oblige put them upon this extraordinary officiousness in dessing his head, found himself, in a short time, without any hair at all.

FAB. XVIII. The STAG in the OX-STALL.

A STAG, roused out of his thick covert in the midst of the forest, and driven hard by the hounds, made towards a farm-house, and seeing the door of an ox-stall open, entered therein, and hid himself under a heap of straw. One of the oxen, turning his head about, asked him what he meant by venturing himself in such a place as that was, where he was sure to meet with his doom! Ah! says the Stag, if you will but be so good as to favour me with your concealment, I hope I shall do well enough; I intend to make off again the first opportunity. Well, he staid there till towards night; in came the ox-man with a bundle of fodder, and never saw him. In short, all the servants of the farm came and went, and not a soul of them smelt any thing of the matter. Nay, the bailiff himself came, according to form, and looked in, but walked away, no wiser than the rest. Upon this, the Stag, ready to jump out of his skin for joy, began to return thanks to the good-natured Oxen, protesting that they were the most obliging people he had ever met with in his life. After he had done his compliments, one of them answered him gravely: Indeed we desire nothing more than to have it in our power to contribute to your escape; but there is a certain person, you little think of, who has a hundred eyes: if he should happen to come, I would not give this straw for your life. In the interim, home comes the master himself, from a neighbour's where he had been invited to dinner: and, because he had observed the cattle to look but scurvily of late, he went

up to the rack, and asked why they did not give them more fodder; then, casting his eyes downward, Hey-dey! says he, why so sparing of your litter? pray scatter a little more here. And these cobwebs—But I have spoken so often, that unless I do it myself—Thus, as he went on prying into every thing, he chanced to look where the Stag's horns lay sticking out of the straw; upon which he raised a hue-and cry, called all his people about him, killed the poor Stag, and made a prize of him.

FAB. XIX. The Dog and the Wolf.

A LEAN, hungry, half-starved Wolf happened, one moon-shiny night, to meet with a jolly, plump, well-fed Mastiff; and, after the first compliments were passed, says the Wolf, You look extremely well; I protest, I think I never saw a more graceful, comely person; but how comes it about, I beseech you, that you should live so much better than I? I may say, without vanity, that I venture fifty times more than you do; and yet I am almost ready to perish with hunger. The Dog answered very bluntly, Why, you may live as well, if you will do the same for it that I do. Indeed! What is that? says he: Why, says the Dog, only to guard the house a-nights, and keep it from thieves. With all my heart, replies the Wolf; for at present I have but a sorry time of it; and I think to change my hard lodging in the woods, where I endure rain, frost, and snow, for a warm roof over my head; and a belly full of good victuals will be no bad bargain. True, says the Dog, therefore you have nothing more to do than to follow me. Now, as they were jogging on together, the Wolf spied a crease in the Dog's neck, and, having a strange curiosity, could not forbear asking him what it meant! Pugh! nothing, says the dog. Nay, but, pray, says the Wolf. Why, says the Dog, if you must know, I am tied up in the day-time, because I am a little fierce, for fear I should bite people, and am only let loose a-nights. But this is done with design to make me sleep a-days, more than any thing else, and that I may watch the better in the night-time; for as soon as ever the twilight appears, out I am turned, and may go where I please. Then my master brings me plates of bones from the table with his own hands; and, whatever scraps are left by any of the family, all fall to my share;

for you must know I am a favourite with every body. So you see how you are to live.—Come, come along ; what is the matter with you? No, replied the Wolf, I beg your pardon ; keep your happiness all to yourself. Liberty is the word with me ; and I would not be a king upon the terms you mention.

FAB. XX. The LAMB brought up by a GOAT.

A WOLF meeting a Lamb one day, in company with a Goat ; Child, says he, you are mistaken, this is none of your mother; she is yonder, (pointing to a flock of sheep at a distance.) It may be so, says the Lamb ; the person that happened to conceive me, and afterwards bore me a few months in her belly, because she could net help it, and then dropt me, she did not care where, and left me to the wide world, is, I suppose, what you call my mother ; but I look upon this charitable Goat as such, that took compassion on me in my poor, helpless, destitute condition, and gave me suck ; sparing it out of the mouths of her own Kids, rather than I should want it. But sure, says he, you have a greater regard for her that gave you life, than for any body else, She gave me life ! I deny that. She, that could not so much as tell whether I should be black or white, had a great hand in giving me life to be sure ; but supposing it were so, I am mightily obliged to her truly for contriving to let me be of the male kind, so that I go every day in danger of the butcher. What reason then have I to have a greater regard for one to whom I am so little indebted for any part of my being, than for those from whom I have received all the benevolence and kindness which have hitherto supported me in life.

FAB. XXI. The PEACOCK's Complaint.

THE Peacock presented a memorial to Juno, importing, how hardly he thought he was used, in not having so good a voice as the Nightingale ; how that pretty animal was agreeable to every ear that heard it, while he was laughed at for his ugly screaming noise, if he did but open his mouth. The Goddess, concerned at the uneasiness of her favourite bird, answered him very kindly to this purpose : If the Nightin-

gale is blest with a fine voice, you have the advantage in point of beauty and largeness of person. Ah! says he, but what avails my silent unmeaning beauty, when I am so far excelled in voice! The Goddess dismissed him, bidding him consider, that the properties of every creature were appointed by the decree of fate; to him beauty; strength to the Eagle; to the Nightingale a voice of melody; the faculty of speech to the Parrot; and to the Dove innocence. That each of these was contented with his own peculiar quality: and, unless he had a mind to be miserable, he must learn to be so too.

Fab. XXII. The Fox and the Grapes.

A Fox, very hungry, chanced to come into a vineyard, where there hung branches of charming ripe Grapes; but nailed up to a trellis so high, that he leaped till he quite tired himself, without being able to reach one of them. At last, Let who will take them! says he; they are but green and sour; so I'll even let them alone.

Fab. XXIII. The Viper and the File.

A Viper entering a smith's shop, looked up and down for something to eat; and, seeing a File, fell to gnawing it as greedily as could be. The File told him, very gruffly, That he had best be quiet and let him alone; for he would get very little by nibbling at one, who, upon occasion, could bite iron and steel.

Fab. XXIV. The Fox and the Goat.

A Fox having tumbled, by chance, into a well, had been casting about a long while, to no purpose, how he should get out again; when, at last, a Goat came to the place, and wanting to drink, asked Reynard, Whether the water was good. Good! says he; ay, so sweet, that I am afraid I have surfeited myself, I have drank so abundantly. The Goat, upon this, without any more ado, leapt in; and the Fox, taking the advantage of his horns, by the assistance of them, as nimbly leapt out, leaving the poor Goat at the bottom of the well, to shift for himself.

FAB. XXV The COUNTRYMAN and the SNAKE.

A VILLAGER, in a frosty, snowy winter, found a Snake under a hedge, almost dead with cold. He could not help having compassion for the poor creature, so brought it home, and laid it upon the hearth near the fire; but it had not lain there long, before (being revived with the heat) it began to erect itself, and fly at his wife and children, filling the whole cottage with dreadful hissings. The Countryman hearing an outcry, and perceiving what the matter was, catched up a mattock, and soon dispatched him, upbraiding him at the same time in these words: Is this, vile wretch, the reward you make to him that saved your life? Die, as you deserve, but a single death is too good for you.

FAB. XXVI. The MOUNTAINS in LABOUR.

THE Mountains were said to be in labour, and uttered most dreadful groans. People came together, far and near, to see what birth would be produced: and, after they had waited a considerable time in expectation out crept a Mouse.

FAB. XXVII. The ANT and the FLY.

ONE day there happened some words between the Ant and the Fly about precedency, and the point was argued with great warmth and eagerness on both sides. Says the Fly, It is well known what my pretentions are, and how justly they are grounded; there is never a sacrifice that is offered, but I always taste of the entrails, even before the Gods themselves. I have one of the uppermost seats at church, and frequent the alter as often as any body: I have a free admission at court; and can never want the king's ear, for I sometimes sit upon his shoulders. There is not a maid of honour, or handsome young creature comes in my way, but if I like her, I settle betwixt her balmy lips. And then I eat and drink the best of every thing, without having any occasion to work of my living. What is there that such country pusses as you enjoy, to be compared with a life like this? The Ant, who by this time had composed herself, replied with a great deal of temper, and no less severity: Indeed, to be a guest at an entertainment of the Gods, is a very great honour, if

one is invited ; but I should not care to be a disagreeable intruder any-where. You talk of the king and the court, and the fine ladies there, with great familiarity ; but as I have been getting in my harvest in summer, I have seen a certain person, under the town-walls, making a hearty meal upon something that is not so proper to be mentioned. As to your frequenting the altars, you are in the right to take sanctuary where you are like to meet with the least disturbance ; but I have known people before now run to altars, and call it devotion, when they have been shut out of all good company, and had no where else to go. You don't work for your living, you say ; true ; therefore when you have played away the summer, and winter comes, you have nothing to live upon ; and, while you are starving with cold and hunger, I have a good warm house over my head, and plenty of provisions about me.

FAB. XXVIII. The OLD HOUND.

AN old Hound, who had been an excellent good one in his time, and given his master great sport and satisfaction in many a chase, at last, by the effect of years, became feeble and unserviceable. However, being in the field one day, when the Stag was almost run down, he happened to be the first that came in with him, and seized him by one of his haunches ; but his decayed and broken teeth not being able to keep their hold, the Deer escaped, and threw him quite out. Upon which, his master, being in a great passion, and going to strike him, the honest old creature is said to have barked out this apology : Ah ! do not strike your poor old servant ; it is not my heart and inclination but my strength and speed that fail me. If what I now am displeases, pray don't forget what I have been.

FAB. XXIX. The SICK KITE.

A KITE had been sick a long time ; and finding there were no hopes of recovery, begged of his mother to go to all the churches and religious houses in the country, to try what prayers and promises would effect in his behalf. The old Kite replied, Indeed, dear son, I would willingly undertake any thing to save your life, but I have great reason to

despair of doing you any service in the way you propose: for, with what face can I ask any thing of the Gods in favour of one, whose whole life has been a continual scene of rapine and injustice, and who had not scrupled, upon occasion, to rob the very altars themselves?

Fab. XXX. The Hares and the Frogs.

UPON a great storm of wind that blew among the trees and bushes, and made a rustling among the leaves, the Hares (in a certain park where there happened to be plenty of them) were so terribly frighted that they run like mad all over the place, resolving to seek out some retreat of more security, or to end their unhappy days by doing violence to themselves. With this resolution they found an outlet where a pale had been broken down; and, bolting forth upon an adjoining common, had not run far before their course was stopt by that of a gentle brook, which glided across the way they intended to take. This was so grievous a disappointment that they were not able to bear it; and they determined rather to throw themselves headlong into the water, let what would become of it, than lead a life so full of dangers and crosses. But upon their coming to the brink of the river, a parcel of Frogs, which were sitting there, frighted at their approach, leapt into the stream in great confusion, and dived to the very bottom for fear. Which a cunning old puss observing, called to the rest and said, Hold; have a care what ye do: here are other creatures, I perceive, which have their fears as well as us; don't then let us fancy ourselves the most miserable of any upon earth; but rather, by their example, learn to bear patiently those inconveniences which our nature has thrown upon us.

Fab. XXXI. The Lion and the Mouse.

A LION, faint with heat, and weary with hunting, was laid down to take his repose under the spreading boughs of a thick shady oak. It happened that, while he slept, a company of scrambling Mice ran over his back, and waked him. Upon which, starting up, he clapped his paw upon one of them, and was just going to put it to death, when the little suppliant implored his mercy in a very moving manner, begging

him not to stain his noble character with the blood of so despicable and small a beast. The Lion considering the matter thought proper to do as he was desired, and immediately released his little trembling prisoner. Not long after, traversing the forest in pursuit of his prey, he chanced to run into the toils of the hunters; from whence, not able to disengage himself, he set up a most hideous and loud roar. The Mouse, hearing the voice, and knowing it to be the Lion's, immediately repaired to the place, and bid him fear nothing, for that he was his friend. Then straight he fell to work, and, with his sharp little teeth, gnawing asunder the knots and fastenings of the toils, set the royal brute at liberty.

Fab. XXXII. The Fatal Marriage.

THE Lion aforesaid, touched with the grateful procedure of the Mouse, and, resolving not to be outdone in generosity by any wild beast whatsoever, desired his little deliverer to name his own terms, for that he might depend upon his complying with any proposal he should make. The Mouse fired with ambition at this gracious offer; did not so much consider what was proper for him to ask, as what was in the power of his prince to grant; and so, presumptuously demanded his princely daughter, the young Lioness, in marriage. The Lion consented: but, when he would have given the royal virgin into his possession, she, like a giddy thing as she was, not minding how she walked, by chance set her paw upon her spouse, who was coming to meet her, and crushed her little dear to pieces.

Fab. XXXIII. The Wood and the Clown.

A Country fellow came one day into a wood, and looked about him with some concern; upon which the Trees, with a curiosity natural to some other creatures, asked him what he wanted. He replied, that he only wanted a piece of wood to make a handle to his hatchet. Since that was all, it was voted unanimously that he should have a piece of good, sound, tough ash. But he had no sooner received and fitted it for his purpose, than he begun to lay about him unmercifully, and to hack and hew without distinction, felling the noblest trees in all the

forest. The Oak is said to have spoken thus to the Beech, in a low whisper, Brother, we must take it for our pains.

FAB. XXXIV. The HORSE and the STAG.

THE Stag, with his sharp horns, got the better of the Horse, and drove him clear out of the pasture where they used to feed together. So the latter craved the assistance of man; and, in order to receive the benefit of it, suffered him to put a bridle into his mouth and a saddle upon his back. By this way of proceeding, he entirely defeated his enemy: but was mightily disappointed, when, upon returning thanks and desiring to be dismissed, he received this answer: No; I never knew before how useful a drudge you were; now I have found what you are good for, you may depend upon it I will keep you to it.

FAB. XXXV. The COUNTRY MOUSE, and the CITY MOUSE.

AN honest, plain, sensible country Mouse, is said to have entertained at his hole one day a fine Mouse of the town. Having formerly been playfellows together, they were old acquaintances, which served as an apology for the visit. However, as master of the house, he thought himself obliged to do the honours of it, in all respects, and to make as great a stranger of his guest as he possibly could. In order to this, he set before him a reserve of delicate grey 'pease and bacon, a dish of fine oatmeal, some parings of new cheese; and, to crown all with a dessert, a remnant of a charming mellow apple. In good manners, he forbore to eat any himself, lest the stranger should not have enough; but, that he might seem to bear the other company, sat and nibbled a piece of wheaten straw, very busily. At last, says the spark of the town, Old croney, give me leave to be a little free with you; how can you bear to live in this nasty, dirty, melancholy hole here, with nothing but woods, and meadows, and mountains, and rivulets about you? Do not you prefer the conversation of the world to the chirping of birds, and the splendor of a court to the rude aspect of an uncultivated desert? Come, take my word for it, you will find it a change for the better. Never stand considering, but away this moment. Remember we are not

immortal, and therefore have no time to lose. Make sure of to-day, and spend it as agreeably as you can, you know not what may happen to-morrow. In short, these, and such like arguments prevailed, and his country acquaintane was resolved to go to town that night. So they both set out upon their journey together, proposing to sneak in after the close of the evening. They did so: and, about midnight, made their entry into a certain great house, where there had been an extraordinary entertainment the day before, and several tit-bits, which some of the servants had purloined, were hid under the seat of a window: the country-guest was immediately placed in the midst of a rich Persian carpet; and now it was the courtier's turn to entertain, who indeed acquitted himself in that capacity with the utmost readiness and address, changing the courses as elegantly, and tasting every thing first as judiciously as any clerk of a kitchen. The other sat and enjoyed himself like a delighted epicure, tickled to the last degree with this new turn of his affairs; when, on a sudden, a noise of somebody opening the door, made them start from their seats, and scuttle in confusion about the dining-room. Our country-friend, in particular, was ready to die with fear at the barking of a huge Mastiff or two, which opened their throats just about the same time, and made the whole house echo. At last, recovering himself, Well, says he, if this be your town-life, much good may you do with it: give me my poor quiet hole again, with my homely, but comfortable grey pease.

FAB. XXXVI. The MOUSE and the WEASEL.

A LITTLE, starveling, thin-gutted rogue of a Mouse, had, with much pushing and application, made his way through a smalll hole in a corn-basket, where he stuffed and crammed so plentiful, that when he would have retired the way he came, he found himself too plump, with all his endeavours, to accomplish it. A Weasel, who stood at some distance, and had been diverting himself with beholding the vain efforts of the little fat thing, called to him, and said: Harkee! honest friend, if you have a mind to make your escape, there is but one way for it; contrive to grow as poor and as lean as you were when you entered, and then perhaps you may get off.

FAB. XXXVII. The BELLY and the MEMBERS.

IN former days, when the Belly and the other parts of the body enjoyed the faculty of speech, and had separate views and designs of their own; each part, it seems, in particular, for himself, and in the name of the whole, took exception at the conduct of the Belly, and were resolved to grant him supplies no longer. They said they thought it very hard, that he should lead an idle good-for-nothing life, spending and squandering away, upon his own ungodly guts, all the fruits of their labour; and that, in short, they were resolved for the future to strike off his allowance, and let him shift for himself as well as he could. The hands protested they would not lift up a finger to keep him from starving; and the mouth wished he might never speak again, if he took in the least bit of nourishment for him so long as he lived; and, say the teeth, may we be rotten if ever we chew a morsel for him for the future. This solemn league and covenant was kept as long as any thing of that kind can be kept, which was, until each of the rebel members pined away to the skin and bone, and could hold out no longer. Then they found there was no doing without the Belly, and that, as idle and insignificant as he seemed, he contributed as much to the maintenance and welfare of all the other parts, as they did to his.

FAB. XXXVIII. The LARK and her YOUNG ONES.

A LARK, who had young ones in a field of corn which was almost ripe, was under some fear lest the reapers should come to reap it before her young brood was fledged, and able to remove from the place. Wherefore, upon flying abroad to look for food, she left this charge with them: That they should take notice what they heard talked of in her absence, and tell her of it when she came back again. When she was gone, they heard the owner of the corn call to his son: Well, says he, I think this corn is ripe enough; I would have you go early to-morrow, and desire our friends and neighbours to come and help us to reap it. When the old Lark came home, the young ones fell a quivering and chirping round her, and told her what had happened,

begging her to remove them as fast as she could. The mother bid them be easy; for, says she, if the owner depends upon his friends and neighbours, I am pretty sure the corn will not be reaped to-morrow. Next day she went out again, upon the same occasion, and left the same orders with them as before. The owner came, and staid, expecting those he had sent to: but the sun grew hot, and nothing was done, for not a soul came to help him. Then, says he, to his son, I perceive these friends of ours are not to be depended upon, so that you must even go to your uncles and cousins, and tell them I desire they would be here betimes to-morrow morning to help us to reap. Well, this the young ones, in a great fright, reported also to their mother. If that be all, says she, do not be frightened, children, for kindred and relations do not use to be so very forward to serve one another: but take particular notice what you hear said the next time, and be sure you let me know it. She went abroad the next day, as usual; and the owner, finding his relations as slack as the rest of his neighbours, said to his son, Harkee, George, do you get a couple of good sickles ready against to-morrow morning, and we will even reap the corn ourselves. When the young ones told their mother this, Then, says she, we must be gone indeed; for when a man undertakes to do his business himself, it is not so likely that he will be disappointed. So she removed her young ones immediately, and the corn was reaped the next day by the good man and his son.

FAB. XXXI. The NURSE and the WOLF.

A NURSE, who was endeavouring to quiet a froward bawling child, among other attempts, threatened to throw it out of doors to the Wolf, if it did not leave off crying. A Wolf, who chanced to be prowling near the door just at that time, heard the expression, and believing the woman to be in earnest, waited a long while about the house in expectation of seeing her words made good. But at last, the child, wearied with its own importunities, fell asleep, and the poor Wolf was forced to return back to the woods empty and supperless. The Fox meeting him, and surprised to see him going home so thin and disconsolate, asked him what the matter was, and how he came to speed no better that night?

Ah ! do not ask me, says he, I was so silly as to believe what the nurse said, and have been disappointed.

FAB. XL. The TORTOISE and the EAGLE.

THE Tortoise, weary of his condition, by which he was confined to creep upon the ground, and being ambitious to have a prospect, and look about him, gave out, that if any Bird would take him up into the air, and show him the world, he would reward him with a discovery of many precious stones, which he knew were hidden in a certain place of the earth : the Eagle undertook to do as he desired ; and when he had performed his commission, demanded the reward. But finding the Tortoise could not make good his words, he stuck his talons into the softer parts of his body, and made him a sacrifice to his revenge.

FAB. XLI. The Wind and the SUN.

A DISPUTE once arose betwixt the North-wind and the Sun, about the superiority of their power ; and they agreed to try their strength upon a traveller, which should be able to get his cloak off first. The North-wind began, and blew a very cold blast, accompanied with a sharp driving shower. But this, and whatever else he could do, instead of making the man quit his cloak, obliged him to gird it about his body as close as possible. Next came the Sun ; who, breaking out from a thick watery cloud, drove away the cold vapours from the sky, and darted his warm sultry beams upon the head of the poor weather-beaten traveller. The man, growing faint with the heat, and unable to endure it any longer, first throws off his heavy cloak, and then flies for protection to the shade of a neighbouring grove.

FAB. XLII. The Ass in the LION'S SKIN.

AN Ass, finding the skin of a Lion, put it on ; and going into the woods and pastures, threw all the flocks and herds into a terrible consternation. At last, meeting his owner, he would have frightened him also ; but the good man, seeing his long ears stood out, presently knew him, and with a good cudgel made him sensible, that, notwithstanding his being drest in a Lion's skin, he was really no more than Ass.

FAB. XLIII. The FROG and the FOX.

A FROG, leaping out of the lake, and taking the advantage of a rising ground, made proclamation to all beasts of the forest, that he was an able physician, and, for curing all manner of distempers, would turn his back to no person living. This discourse, uttered in a parcel of hard cramp words, which nobody understood, made the beasts admire his learning, and give credit to every thing he said. At last, the Fox, who was present, with indignation asked him, how he could have the impudence, with those thin lantern jaws, that meagre pale phiz, and blotched spotted body, to set up for one who was able to cure the infirmities of others.

FAB. XLIV. The MISCHIEVOUS DOG.

A CERTAIN man had a Dog which was so curst and mischievous, that he was forced to fasten a heavy clog about his neck, to keep him from running at, and worrying people. This the vain cur took for a badge of honourable distinction; and grew so insolent upon it, that he looked down with an air of scorn upon the neighbouring Dogs, and refused to keep them company. But a sly old poacher, who was one of the gang, assured him, that he had no reason to value himself upon the favour he wore, since it was fixed upon him rather as a mark of disgrace than of honour.

FAB. XLV. JUPITER and the CAMEL.

THE Camel presented a petition to Jupiter, complaining of the hardship of his case, in not having, like bulls and other creatures, horns, or any weapons of defence to protect himself from the attacks of his enemies; and praying that relief might be given him in such manner as might be thought most expedient. Jupiter could not help smiling at the impertinent address of the great silly beast; but however rejected the petition; and told him, that, so far from granting his unreasonable request, henceforward he would take care his ears should be shortened, as a punishment for his presumptuous importunity.

FAB. XLVI. The TRAVELLERS and the BEAR.

TWO men being to travel through a forest together, mutually promised to stand by each other, in any danger they should meet upon the way. They had not gone far, before a Bear came rushing towards them out of a thicket; upon which, one being a light nimble fellow, got up into a tree; the other falling flat upon his face, and holding his breath, lay still, while the Bear came up and smelled at him; but that creature, supposing him to be a dead carcase, went back again into the wood, without doing him the least harm. When all was over, the spark who had climbed the tree came down to his companion, and with a pleasant smile asked him what the Bear said to him; for, says he, I took notice that he clapt his mouth very close to your ear. Why, replies the other, he charged me to take care for the future, not to put any confidence in such cowardly rascals as you are.

FAB. XLVII. The BALD KNIGHT.

A CERTAIN Knight growing old, his hairs fell off, and he became bald; to hide which imperfection, he wore a periwig. But as he was riding out with some others a hunting, a sudden gust of wind blew off the periwig, and exposed his bald pate. The company could not forbear laughing at the accident; and he himself laughed as loud as any body, saying, How was it to be expected that I should keep strange hair upon my head, when my own would not stay there?

FAB. XLVIII. The TWO POTS.

AN Earthen Pot, and one of Brass, standing together upon the river's brink were both carried away by the flowing in of the tide. The Earthen Pot showed some uneasiness, as fearing he should be broken; but his companion of Brass bid him be under no apprehension, for that he would take care of him. O, replies the other, keep as far off as ever you can, I entreat you; it is you I am most afraid of: for, whether the stream dashes you against me, or me against you, I am sure to be the sufferer; and therefore, I beg of you, do not let us come near one another.

FAB. XLIX. The PEACOCK and the CRANE.

THE Peacock and the Crane by chance met together in the same place. The Peacock, erecting his tail, displayed his gaudy plumes, and looked with contempt upon the Crane, as some mean ordinary person. The Crane, resolving to mortify his insolence, took occasion to say, that Peacocks were very [illegible] birds indeed, if fine feathers could make them so, but that he thought it a much nobler thing to be able to rise above the clouds, than to strut about upon the ground, and be gazed at by children.

FAB. L. The OAK and the REED.

AN Oak, which hung over the bank of a river, was blown down by a violent storm of wind; and as it was carried along by the stream, some of its boughs brushed against a Reed, which grew near the shore. This struck the Oak with a thought of admiration; and he could not forbear asking the Reed, how he came to stand so secure and unhurt in a tempest which had been furious enough to tear an Oak up by the roots? Why, says the Reed, I secure myself by putting on a behaviour quite contrary to what you do, instead of being stubborn and stiff, and confiding in my strength, I yield and bend to the blast, and let it go over me, knowing how vain and fruitless it would be to resist.

FAB. LI. The FOX and the TIGER.

A SKILFUL archer, coming into the woods, directed his arrows so successfully, that he slew many wild beasts, and pursued several others. This put the whole savage kind into a fearful consternation, and made them fly to the most retired thickets for refuge. At last, the Tiger resumed a courage, and bidding them not to be afraid, said, that he alone would engage the enemy; telling them, they might depend upon his valour and strength to revenge their wrongs. In the midst of these threats, while he was lashing himself with his tail, and tearing up the ground for anger, an arrow pierced his ribs, and hung by its barbed point in his side. He set up a hideous and loud roar, occasioned by the anguish which he felt, and endeavoured to draw out the painful dart with his

teeth; when the Fox approaching him, enquired with an air of surprise, who it was that could have strength and courage enough to wound so mighty and valorous a beast! Ah! says the Tiger I was mistaken in my reckoning: It was that invincible man yonder.

FAB. LII. The Lion and the FOUR BULLS.

FOUR Bulls, which had entered into a very strict friendship, kept always near one another, and fed together. The Lion often saw them, and as often had a mind to make one of them his prey; but though he could easily have subdued any of them singly, yet he was afraid to attack the whole aliance, as knowing they would have been too hard for him, and therefore contented himself for the present with keeping at a distance. At last, perceiving no attempt was to be made upon them as long as this combination held, he took occasion, by whispers and hints to foment jealousies and raise divisions among them. This stratagem succeeded so well, that the Bulls grew cold and reserved towards one another, which soon after ripened into a downright hatred and aversion, and, at last, ended in a total separation. The Lion had now obtained his ends; and, as impossible as it was for him to hurt them while they were united, he found no difficulty, now they were parted, to seize and devour every Bull of them, one after another-

FAB. LIII. The CROW and the PITCHER.

A CROW, ready to die with thirst, flew with joy to a Pitcher, which he beheld at some distance. When he came, he found water in it indeed, but so near the bottom, that with all his stooping and straining he was not able to reach it. Then he endeavoured to overturn the Pitcher, that so at least he might be able to get a little of it. But his strength was not sufficient for this. At last seeing some pebbles lie near the place, he cast them one by one into the Pitcher; and thus, by degrees, raised the water up to the very brim, and satisfied his thirst.

FAB. LIV. The FORESTER and the LION.

THE Forester meeting with a Lion, one day, they discoursed together for a while without differing much in opinion. At last, a dispute happening to arise about the point of superiority between a man and Lion; the man, wanting better argument, showed the Lion a marble monument, on which was placed the statue of a man striding over a vanquished Lion. If this, says the Lion, is all you have to say for it, let us be the carvers, and we will make the Lion striding over the Man.

FAB. LV. The SATYR and the TRAVELLER.

A SATYR, as he was ranging the forest in an exceeding cold snowy season, met with a Traveller half-starved with the extremity of the weather. He took compassion on him, and kindly invited him home to a warm comfortable cave he had in the hollow of a rock. As soon as they had entered and sat down, notwithstanding there was a good fire in the place, the chill Traveller could not forbear blowing his fingers' ends. Upon the Satyr's asking him, why he did so; he answered, that he did to warm his hands. The honest Sylvan having seen little of the world, admired a man who was master of so valuable a quality as that of blowing heat, and therefore was resolved to entertain him in the best manner he could. He spread the table before him with dried fruits of several sorts; and produced a remnant of cold cordial wine, which, as the rigour of the season made very proper, he mulled with some warm spices, infused over the fire, and presented to his shivering guest. But this the Traveller thought fit to blow likewise; and upon the Satyr's demanding a reason why he blowed again, he replied, to cool his dish. This second answer provoked the Satyr's indignation, as much as the first had kindled surprise: so, taking the Man by the shoulder, he thrust him out of doors, saying, he would have nothing to do with a wretch who had so vile a quality as to blow hot and cold with the same mouth.

FAB. LVI. HERCULES and the CARTER.

AS a clownish fellow was driving his cart along a deep miry lane, the wheels stuck so fast in the clay, that the horses could not draw

them out. Upon this he fell a bawling and praying to Hercules to come and help him. Hercules looking down from a cloud, bid him not lie there, like an idle rascal as he was, but get up and whip his horses stoutly, and clap his shoulder to the wheel; adding, that this was the only way for him to obtain his assistance.

FAB. LVII. The MAN and his GOOSE.

A CERTAIN man had a goose, which laid him a golden egg every day. But, not contented with this, which rather increased than abated his avarice, he was resolved to kill the goose, and cut up her belly, that so he might come to the inexhaustible treasure, which he fancied she had within her. He did so, and, to his great sorrow and disappointment, found nothing.

FAB. LVIII. The WANTON CALF.

A CALF, full of play and wantonness, seeing the Ox at plough, could not forbear insulting him. What a sorry, poor drudge art thou, says he, to bear that heavy yoke upon your neck, and go all day drawing a plow at your tail, to turn up the ground for your master! But you are a wretched dull slave, and know no better, or else you would not do it. See what a happy life I lead; I go just where I please; sometimes I lie down under a cool shade sometimes frisk about in the open sunshine; and, when I please, slake my thirst in the clear sweet brook; but you, if you were to perish, have not so much as a little dirty water to refresh you. The Ox, not at all moved with what was said, went quietly and calmly on with his work; and, in the evening, was unyoked and turned loose. Soon after which he saw the Calf taken out of the field, and delivered into the hands of a priest, who immediately led him to the altar, and prepared to sacrifice him. His head was hung round with fillets of flowers, and the fatal knife was just going to be applied to his throat, when the Ox drew near and whispered him to this purpose: Behold the end of your insolence and arrogance; it was for this only you were suffered to live at all; and pray, now, friend, whose condition is best, yours or mine?

FAB. LIX. The LEOPARD and the FOX.

THE Leopard, one day, took it into his head to value himself upon the great variety and beauty of his spots, and truly he saw no reason why even the Lion should take place of him, since he could not show so beautiful a skin. As for the rest of the wild beasts of the forest, he treated them all, without distinction, in the most haughty, disdainful manner. But the Fox, being among them, went up to him with a great deal of spirit and resolution, and told him, that he was mistaken in the value he was pleased to set upon himself; since people of judgment were not used to form their opinion of merit from an outside appearance, but by considering the good qualities and endowments with which the mind was stored within.

FAB. LX. The CAT and the FOX.

AS the Cat and the Fox were talking politics together, on a time, in the middle of a forest, Reynard said, let things turn out ever so bad, he did not care, for he had a thousand tricks for them yet, before they should hurt him: But pray, says he, Mrs. Puss, suppose there should be an invasion, what course do you design to take? Nay, says the Cat, I have but one shift for it, and if that won't do, I am undone. I am sorry for you, replies Reynard, with all my heart, and would gladly furnish you with one or two of mine; but, indeed, neighbour, as times go it is not good to trust; we must even be every one for himself, as the saying is, and so your humble servant. These words were scarce out of his mouth when they were alarmed with a pack of hounds, that came upon them full cry. The Cat, by the help of her single shift, ran up a tree, and sat securely among the top branches; from whence she beheld Reynard, who had not been able to get out of sight, overtaken with his thousand tricks, and torn in as many pieces by the Dogs which had surrounded him.

FAB. LXI. The PARTRIDGE and the COCKS.

A CERTAIN man, having taken a Partridge, plucked some of the feathers out of its wings, and turned it into a little yard, where he

kept game-Cocks. The Cocks, for a while, made the poor bird lead a sad life, continually pecking and driving it away from the meat. This treatment was taken the more unkindly, because offered to a stranger; and the Partridge could not but conclude them the most inhospitable, uncivil people, he had ever met with. But, at last, observing how frequently they quarreled and fought with each other, he comforted himself with this reflection, That it was no wonder they were so cruel to him, since there was so much bickering and animosity among themselves.

Fab. LXII. The Hunted Beaver.

IT is said that a Beaver (a creature that lives chiefly in the water) has a certain part about him, which is good in physic, and that, upon this account, he is often hunted down and killed. Once upon a time, as one of these creatures was hard pursued by the Dogs, and knew not how to escape, recollecting with himself the reason of his being thus persecuted, with a great resolution and presence of mind, he bit off the part which his hunters wanted, and throwing it towards them, by these means escaped with his life.

Fab. LXIII. The Thunny and the Dolphin.

A Fish called a Thunny, being pursued by a Dolphin, and driven with great violence, not minding which way he went, was thrown by the force of the waves upon a rock, and left there. His death was now inevitable: but, casting his eyes on one side, and seeing the Dolphin in the same condition, lie gasping by him, Well, says he, I must die, it is true; but I do with pleasure, when I behold him who is the cause of it involved in the same fate.

Fab. LXIV. The Hawk and the Nightingale.

A Nightingale, sitting all alone among the shady branches of an oak, sung with so melodious and shrill a pipe, that she made the woods echo again, and alarmed a hungry Hawk, who was at some distance off, watching for his prey; he had no sooner discovered the little musician, but, making a stoop at the place, he seized her with his crook-

ed talons, and bid her prepare for death. Ah! says she, for mercy's sake, don't do so barbarous a thing, and so unbecoming yourself; consider, I never did you any wrong, and am but a poor small morsel for such a stomach as yours; rather attack some larger fowl, which may bring you more credit, and a better meal, and let me go. Ay! says the Hawk, persuade me to it if you can; I have been upon the watch all the day long, and have not met with one bit of any thing, till I caught you; and now you would have me let you go, in hopes of something better, would you? Pray who would be the fool then?

FAB. LXV. The Fox withou a TAIL.

A Fox being caught in a steel trap, by his tail, was glad to compound for his escape with the loss of it; but upon coming abroad into the world, began to be so sensible of the disgrace such a defect would bring upon him, that he almost wished he had died, rather than left it behind him. However, to make the best of a bad matter, he formed a project in his head, to call an assembly of the rest of the Foxes, and propose it for their imitation, as a fashion which would be very agreeable and becoming. He did so; and made a long harangue upon the unprofitableness of tails in general, and endeavoured chiefly to show the awkwardness and inconvenience of a Fox's tail in particular; adding, that it would be both more graceful, and more expeditious, to be altogether without them; and that for his part, what he had only imagined and conjectured before, he now found by experience; for that he never enjoyed himself so well, nor found himself so easy as he had done since he cut off his tail. He said no more, but looked about with a brisk air, to see what proselytes he had gained; when a sly old thief in the company, who understood trap, answered him with a leer, I believe you may have found a conveniency in parting with your tail, and when we are in the same circumstances, perhaps we may do so too.

FAB. LXVI. The OLD MAN and DEATH.

A Poor feeble old Man, who had crawled out into a neighbouring wood to gather a few sticks, had made up his bundle, and laying

it over his shoulders, was trudging homeward with it; but, what with age, and the length of the way, and the weight of his burden, he grew so faint and weak, that he sunk under it; and, as he sat on the ground, called upon Death to come, once for all, and ease him of his troubles. Death no sooner heard him, but he came and demanded of him what he wanted. The poor old creature, who little thought Death had been so near, and frighted almost out of his senses with his terrible aspect, answered him trembling, That having by chance let his bundle of sticks fall, and being too infirm to get it up himself, he had made bold to call upon him to help him; that indeed this was all he wanted at present; and that he hoped his worship was not offended with him for the liberty he had taken in so doing.

FAB. LXVII. The LION in LOVE.

THE Lion by chance saw a fair maid, the forester's daughter, as she was tripping over a lawn, and fell in love with her. Nay, so violent was his passion, that he could not live unless he made her his own; so that without any more delay, he broke his mind to the father, and demanded the damsel for his wife. The man, as odd as the proposal seemed at first, yet soon recollected, that by complying, he might get the Lion into his power; but, by refusing him, should only exasperate and provoke his rage. Therefore he consented; but told him it must be upon these conditions: that, considering the girl was young and tender, he must agree to let his teeth be plucked out, and his claws cut off, lest he should hurt her, or at least frighten her with the apprehension of them. The Lion was too much in love to hesitate; but was no sooner deprived of his teeth and claws, than the treacherous Forester attacked him with a huge club, and knocked his brains out.

FAB. LXVIII. The LIONESS and the FOX.

THE Lioness and the Fox meeting together, fell into discourse, and the conversation turning upon the breeding and the fruitfulness of some living creatures above others, the Fox could not forbear taking the opportunity of observing to the Lioness, That, for her part, she thought

Foxes were as happy in that respect as almost any other creatures; for that they bred constantly once a year, if not oftener, and always had a good litter of cubs at every birth: and yet, says she, there are those who are never delivered of more than one for a time; and that perhaps not above once or twice through their whole life, who hold up their noses, and value themselves so much upon it, that they think all other creatures beneath them, and scarce worthy to be spoken to. The Lioness, who all the while perceived at whom this reflection pointed, was fired with resentment, and with a good deal of vehemence replied: What you have observed may be true, and that not without reason. You produce a great many at a litter, and often; but what are they? Foxes. I indeed have but one at a time, but you should remember that this one is a Lion.

Fab. LXIX. The Stag and the Fawn.

A Stag, grown old and mischievous, was, according to custom, stamping with his foot, making offers with his head, and bellowing so terribly, that the whole herd quaked for fear of him: when one of the little Fawns coming up, addressed him to this purpose: Pray, what is the reason that you, who are so stout and formidable at all other times, if you do but hear the cry of the hounds, are ready to fly out of your skin for fear? What you observe is true, replied the Stag, though I know not how to account for it: I am indeed vigorous and able enough, I think, to make my party good any where, and often resolve with myself, that nothing shall ever dismay my courage for the future: but alas! I no sooner hear the voice of a hound, but, all my spirits fail me, and I cannot help making off as fast as my legs can carry me.

Fab. LXX. The Young Man and the Swallow.

A Prodigal young spendthrift, who had wasted his whole patrimony in taverns and gaming-houses, among lewd, idle company, was taking a melancholy walk near a brook. It was in the month of January; and happened to be one of those warm sunshiny days which sometimes shine upon us even in that winterly season of the year; and to

make it more flattering, a Swallow, which had made his appearance, by mistake, too soon, flew skimming along upon the surface of the water. The giddy youth observing this, without any farther consideration, concluded that summer was now come, and that he should have little or no occasion for clothes, so went and pawned them at the broker's, and ventured the money for one stake more, among his sharping companions. When this too was gone the same way with the rest, he took another solitary walk in the same place as before. But the weather being severe and frosty, had made every thing look with an aspect very different from what it did before; the brook was quite frozen over, and the poor Swallow lay dead upon the bank of it: the very sight of which cooled the young spark's brains; and coming to a kind of sense of his misery, he reproached the deceased bird, as the author of all his misfortunes: Ah, wretch that thou wert! says he, thou hast undone both thyself and me, who was so credulous as to depend upon thee.

Fab. LXXI. The Angler and the Little Fish.

A Man was angling in a river, and caught a small Perch; which, as he was taking off the hook, and going to put into his basket, opened his mouth, and began to implore his pity, begging that he would throw it into the river again. Upon the Man's demanding what reason he had to expect such a favour; Why, says the Fish, because, at present, I am but young and little, and consequently not so well worth your while, as I shall be, if you take me some time hence, when I am grown larger. That may be, replies the Man; but I am not one of those fools who quit a certainty in expectation of an uncertainty.

Fab. LXXII. The Ass and the Lion Hunting.

The Lion took a fancy to hunt in company with the Ass; and, to make him the more useful, gave him instructions to hide himself in a thicket, and then to bray in the most frightful manner that he could possibly contrive. By this means, says he, you will rouse all the beasts within the hearing of you; while I stand at the outlets, and take them as they are making off. This was done; and the stratagem took

effect accordingly. The Ass brayed most hideously; and the timorous beasts not knowing what to make of it, began to scour off as fast as they could; when the Lion, who was posted at a proper avenue, seized and devoured them, as he pleased. Having got his belly full, he called out to the Ass, and bid him leave off, telling him, he had done enough. Upon this the lop-eared brute came out of his ambush, and approaching the Lion, asked him, with an air of conceit, how he liked his performance Prodigiously! says he: you did it so well, that I protest, had I not known your nature and temper, I might have been frighted myself,

Fab. LXXIII. The Sensible Ass.

AN old fellow was feeding an Ass in a fine green meadow; and being alarmed with the sudden approach of the enemy, was impatient with the Ass to put himself forward, and fly with all the speed that he was able. The Ass asked him, Whether or no he thought the enemy would clap two pair of panniers upon his back? The man said, No, there was no fear of that. Why then, said the Ass, I will not stir an inch; for what is it to me who my master is, since I shall but carry my panniers, as usual.

Fab. LXXIV. The Boasting Traveller.

ONE who had been abroad, at his return home again, was giving an account of his travels; and, among other places, said he had been at Rhodes, where he had so distinguished himself in leaping, an exercise that city was famous for, that no Rhodian could come near him. When those who were present did not seem to credit this relation so readily as he intended they should, he took some pains to convince them of it by oaths and protestations; upon which, one of the company rising up, told him, he need not give himself so much trouble about it, since he would put him in a way to demonstrate it in fact: which was, to suppose the place they were in to be Rhodes, and to perform his extraordinary leap over again.—The Boaster, not liking this proposal, sat down quietly, and had no more to say for himself.

FAB. LXXV. The BROTHER and SISTER.

A CERTAIN Man had two children, a Son and a Daughter. The Boy beautiful and handsome enough; the Girl not quite so well. They were both very young, and happened one day to be playing near the looking-glass, which stood on their mother's toilet: the Boy, pleased with the novelty of the thing, viewed himself for some time, and in a wanton, roguish manner, took notice to the Girl, how handsome he was. She resented it, and could not bear the insolent manner in which he did it; for she understood it (as how could she do otherwise) intended for a direct affront to her. Therefore she ran immediately to her father, and, with a great deal of aggravation, complained of her brother; particularly for having acted so effeminate a part as to look in a glass, and meddle with things which belonged to women only. The father embracing them both, with much tenderness and affection, told them, that he should like to have them both look in the glass every day; to the intent that you, says he to the Boy, if you think that face of yours handsome, may not disgrace and spoil it by an ugly temper, and a foul behaviour. You, says he, speaking to the Girl, that you may make up for the defects of your person, if there be any, by the sweetness of your manners, and the agreeableness of your conversation

FAB. LXXVI. The COLLIER and the FULLER.

THE Collier and the Fuller being old acquaintances, happened upon a time to meet together; and the latter, being ill provided with a habitation, was invited by the former to come and live in the same house with him. I thank you, my dear friend, replied the Fuller, for your kind offer, but it cannot be: for if I were to dwell with you, whatever I should take pains to scour and make clean in the morning, the dust of you and your coals would blacken and defile, as bad as ever before night.

FAB. LXXVII. The Fox and the VIZOR-MASK.

A Fox, being in a shop where Vizor-Masks were sold, laid his foot upon one of them, and considering it awhile attentively, at last broke out into this exclamation: Bless me! says he, what a handsome

goodly figure this makes! what pity is it that it should want brains!

Fab. LXXVIII. The Two Frogs.

ONE hot sultry summer, the lakes and ponds being almost every where dried up, a couple of Frogs agreed to travel together in search of water. At last they came to a deep well, and sitting upon the brink of it, began to consult whether they should leap in or no. One of them was for it; urging, that there was plenty of clear spring water, and no danger of being disturbed. Well, says the other, all this may be true; and yet I cannot come into your opinion for my life; for, if the water should happen to dry up here too, how should we get out again?

Fab. LXXIX. The Covetous Man.

A Poor covetous wretch, who had scraped together a good parcel of money, went and dug a hole in one of his fields, and hid it. The great pleasure of his life was to go and look upon this treasure once a day, at least; which one of his servants observing, and guessing there was something more than ordinary in the place, came at night, found it, and carried it off. The next day, returning as usual to the scene of his delight, and perceiving it had been ravished away from him, he tore his hair for grief, aud uttered the doleful complaints of his despair to the woods and meadows. At last, a neighbour of his, who knew his temper, overhearing him, and being informed of the occasion of his sorrow, Chear up, man! says he, thou hast lost nothing: there is the hole for thee to go and peep at still; and if thou canst but fancy thy money there, it will do just as well.

Fab. LXXX. The Eagle, the Cat, and the Sow.

AN Eagle had built her nest upon the top branches of an old Oak. A wild Cat inhabited a hole in the middle; and in the hollow part at the bottom was a Sow, with a whole litter of Pigs. A happy neighbourhood; and might long have continued so, had it not been for the wicked insinuations of the designing Cat. For, first of all, up she crept to the Eagle; and, Good neighbour, says she, we shall be all undone; that filthy Sow yonder does nothing but lie routing at the foot

of the tree, and, as I suspect, intends to grub it up, that she may the more easily come at our young ones. For my part, I will take care of my own concerns; you may do as you please, but I will watch her motions, though I stay at home this month for it. When she had said this, which could not fail of putting the Eagle into a great fright, down she went, and made a visit to the Sow at the bottom: and, putting on a sorrowful face, I hope, says she, you do not intend to go abroad to-day? Why not? says the Sow. Nay, replies the other, you may do as you please; but I overhead the Eagle tell her young ones, that she would treat them with a Pig, the first time she saw you go out; and I am not sure but she may take up with a Kitten in the mean time; so, good-morrow to you; you will excuse me, I must go and take care of the little folks at home. Away she went accordingly; and by contriving to steal out softly a-nights for her prey, and to stand watching and peeping all day at her hole, as under great concern, she made such an impression upon the Eagle and the Sow, that neither of them dared venture abroad for fear of the other. The consequence of which was, that themselves, and their young ones, in a little time, were all starved, and made prizes of, by the treacherous Cat and her Kittens.

FAB. LXXXI. The GOAT and the LION.

THE Lion seeing a Goat upon a steep craggy rock, where he could not come at him, asked him, What delight he could take to skip from one precipice to another, all day, and venture the breaking of his neck every moment: I wonder, says he, you will not come down, and feed on the plain here where there is such plenty of good grass, and fine sweet herbs. Why, replies the Goat, I cannot but say your opinion is right; but you look so very hungry and designing, that, to tell you the truth, I do not care to venture my person where you are.

FAB. LXXXII. The LION and the FROG.

THE Lion, hearing an odd kind of a hollow voice, and seeing nobody, started up; he listened again, and perceiving the voice to continue, even trembled and quaked for fear. At last, seeing a Frog

crawl out of the lake and finding that the noise he had heard, was nothing but the croaking of that little creature, he went up to it, and partly out of anger, partly contempt, spurned it to pieces with his feet.

FAB. LXXXIII. The FIR-TREE and the BRAMBLE.

A TALL straight Fir-tree, that stood towering up in the midst of a forest, was so proud of his dignity and high station, that he overlooked the little shrubs which grew beneath him. A Bramble, being one of the inferior throng, could by no means brook this haughty carriage, and therefore took him to task, and desired to know what he meant by it. Because, says the Fir-tree, I look upon myself as the first tree for beauty and rank, of any of the forest : my spring top shoots up into the clouds, and my branches display themselves with a perpetual beauty and verdure ; while you lie groveling upon the ground, liable to be crushed by every fool that comes near you, and impoverished by the luxurious droppings which fall from my leaves. All this may be true, replied the Bramble; but when the woodman has marked you out for public use, and the sounding axe comes to be applied to your root, I am mistaken if you will not be glad to change conditions with the very worst of us.

FAB. LXXXIV. The BULL and the GOAT.

THE Bull, being pursued by the Lion, made towards the cave, in which he designed to secure himself ; but was opposed just at the entrance by a Goat. who had got possession before him, threatening a kind of defiance with his horns, seemed resolved to dispute the pass with him. The Bull, who thought he had no time to lose in a contest of this nature, immediately made off again ; but told the Goat, that it was not for fear of him or his defiances : for, says he, if the Lion were not so near, I would soon make you know the difference between a Bull and a Goat.

FAB. LXXXV. The FOWLER and the BLACKBIRD.

A FOWLER was placing his nets, and putting his tackle in order by the side of a copse, when a Blackbird, who saw him, had the curiosity

to enquire what he was doing. Says he, I am building a city for you birds to live in; and providing it with meat, and all manner of conveniencies for you. Having said this, he departed and hid himself; and the Blackbird, believing the words, came into the nets, and was taken. But when the Man came up to take hold of him, If this, says he, be your faith and honesty, and these the cities you build, I am of opinion, you will have but few inhabitants.

FAB. LXXXVI. JUPITER and PALLAS.

ONCE upon a time the Heathen gods had a mind to adopt, each a particular tree, into their patronage and tuition. Jupiter chose the Oak; Venus was pleased to name the Myrtle; Apollo pitched upon the Laurel; Cybele took the Pine, and Hercules the Poplar. Pallas being present, expressed her admiration at their fancy, in making choice of trees that bore nothing. O, says Jupiter, the reason of that is plain enough, for we would not be thought to dispense our favours with any mercenary view. You may do as you please, says she, but let the Olive be my tree; and I declare my reason for choosing it is, because it bears plenty of noble useful fruit. Upon which, the Thunderer, putting on a serious composed gravity, spoke thus to the goddess; indeed, daughter it is not without justice, that you are so celebrated for your wisdom; for unless some benefit attend your actions, to perform them only for the sake of glory, is but a silly business.

FAB. LXXXVII. The Fox and the BRAMBLE.

A Fox, hard pressed by the Hounds, was getting over a hedge, but tore his foot upon a Bramble which grew just in the midst of it; upon which he reproached the Bramble for his inhospitable cruelty, in using a stranger, which had fled to him for protection, after such a barbarous manner. Yes, says the Bramble, you intended to have made me serve your turn, I know; but take this piece of advice with you for the future, never lay hold of a Bramble again, as you tender your sweet person; for laying hold, is a privilege that belongs to us Brambles, and we do not care to let it go out of the family.

FAB. LXXXVIII. The CAT and the MICE.

A CERTAIN house was much infested with Mice; but at last they got a Cat, who catched and ate every day some of them. The Mice, finding their numbers grow thin, consulted what was best to be done for the preservation of the public, from the jaws of the devouring Cat. They debated, and came to this resolution, that no one should go down below the upper shelf. The Cat, observing the Mice no longer came down, as usual, hungry, and disappointed of her prey, had recourse to this stratagem; she hung by her hinder legs on a peg which stuck in the wall, and made as if she had been dead, hoping by this lure to entice the Mice to come down. She had not been in this posture long, before a cunning old Mouse peeped over the edge of the shelf, and spoke thus: Aha, my good friend, are yo there? there you may be! I would not trust myself with you, though your skin were stuffed with straw.

FAB. LXXXIX. The Fox and the COUNTRYMAN.

A Fox being hard hunted, and having run a long chace, was quite tired; at last he spied a Country fellow in a wood, to whom he applied for refuge, entreating that he would give him leave to hide himself in his cottage, till the hounds were gone by. The Man consented, and the Fox went and covered himself up close in a corner of the hovel. Presently the hunters came up, and enquired of the Man, if he had seen the fox. No, says he, I have not seen him indeed: but all the while he pointed, with his finger to the place where the Fox was hid. However, the hunters, did not understand him, but called off their hounds, and went another way. Soon after, the Fox, creeping out of his hole, was going to sneak off; when the Man, calling after him, asked him, if that was his manners, to go away without thanking his benefactor, to whose fidelity he owed his life. Reynard, who had peeped all the while, and seen what passed, answered, I know what obligations I have to you well enough; and I assure you, if your actions had but been agreeable to your words, I should have endeavoured, however incapable of it, to have returned you suitable thanks.

FAB. XC. A MAN bit by a DOG,

A MAN, who had been sadly torn by a Dog, was advised by some old woman, as a cure, to dip a piece of bread in the wound, and give it the cur that bit him. He did so; and Æsop, happening to pass by just at the same time, asked him what he meant by it; the Man informed him: Why then, says Æsop, do it as privately as you can, I beseech you; for if the rest of the Dogs of the town were to see you, we should all be ate up alive by them.

FAB. XCI. FORTUNE and the BOY.

A BOY was sleeping by the side of a well. Fortune saw him, and came and waked him: saying, Prithee, good Child, do not lie sleeping here; for if you should fall in, no body would impute it to you, but lay all the blame upon me, Fortune.

FAB. XCII. The MULE.

A MULE, which was well fed, and worked little, grew fat and wanton, and frisked about very notably. And why should not I run as well as the best of them? says he: it is well known I had a horse to my father, and a very good racer he was. Soon after this, his master took him out, and being upon urgent business, whipped and spurred the Mule, to make him put forward; who beginning to tire upon the road, changed his note, and said to himself, Ah! where is the horse's blood you boasted of but now? I am sorry to say it, friend, but indeed your worthy sire was an Ass, and not a Horse.

FAB. XCIII. The Fox and the APE.

ONCE upon a time, the beasts were so void of reason as to chuse an Ape for their king. He had danced and diverted them with playing antic tricks, and truly nothing must serve, but they must anoint him their sovereign. Accordingly crowned he was, and affected to look very wise and politic. But the Fox, vexed at his heart to see his fellow-brutes act so foolishly, was resolved, the first opportunity, to convince them of their sorry choice, and punish their jackanapes of a king for his pre-

sumption. Soon after, spying a trap in a ditch, which was baited with a piece of flesh, he went and informed the Ape of it, as a treasure, which being found upon the waste, belonged to his majesty only. The Ape, dreaming nothing of the matter, went very briskly to take possession; but had no sooner laid his paws upon the bait, than he was caught in the trap; where, betwixt shame and anger, he began to reproach the Fox, calling him rebel and traitor, and threatened to be revenged of him: at all which Reynard laughed heartily; and going off, added, with a sneer, You a king, and not understand trap!

FAB. XCIV. The MOLE and her DAM.

THE young Mole snuffed up her nose, and told her Dam, he smelt an odd kind of a smell. By and by, O strange! says she, what a noise there is in my ears, as if ten thousand paper-mills were going. A little after she was at it again. Look, look, what is that I see yonder? it is just like the flame of a fiery furnace. To whom the Dam replied, Prithee, child, hold your idle tongue; and if you would have us allow you any sense at all, do not affect to show more than nature has given you.

FAB. XCV. The Fox and the BOAR.

THE Boar stood whetting his tusks against an old tree. The Fox, who happened to come by at the same time, asked him why he made those martial preparations of whetting his teeth, since there was no enemy near, that he could perceive. That may be, Master Reynard, says the Boar; but we should scour up our arms while we have leisure, you know; for, in time of danger, we shall have something else to do.

FAB. XCVI. The OLD WOMAN and the EMPTY CASK.

AN Old Woman saw an empty Cask lying, from which there had been lately drawn a piece of choice racy palm sack; the spirit of which yet hung about the vessel, and the very lee yielded a grateful cordial scent. She applied her nose to the bung-hole, and, snuffing very heartily for some time, at last broke out into this exclamation: Oh! the delicious smell; how good, how charming good must you have been once, when your very dregs are so agreeable and refreshing?

FAB. XCVII. The FOWLER and the LARK.

A FOWLER set snares to catch Larks in the open field. A Lark was caught; and finding herself entangled, could not forbear lamenting her hard fate. Ah! woe is me, says she, what crime have I committed? I have taken neither silver nor gold, nor any thing of value; but must die only for eating a poor grain of wheat.

FAB. XCVIII. The OWL and the GRASSHOPPER.

AN Owl sat sleeping in a tree. But a Grasshopper, who was singing beneath, would not let her be quiet, abusing her with very indecent and uncivil language; telling her she was a scandalous person, who plied a-nights to get her living, and shut herself up all day in a hollow tree. The Owl desired her to hold her tongue and be quiet: notwithstanding which, she was the more impertinent. She begged of her a second time to leave off; but all to no purpose. The Owl, vexed at the heart to find that all she said went for nothing, cast about to inveigle her by stratagem. Well, says she, since one must be kept awake, it is a pleasure, however, to be kept awake by so agreeable a voice; which, I must confess, is no ways inferior to the finest harp. And, now I think of it, I have a bottle of excellent nectar, which my mistress Pallas gave me; if you have a mind, I will give you a dram to wet your whistle. The Grasshopper, ready to die with thirst, and, at the same time, pleased to be so complimented upon account of her voice, skipped up to the place very briskly; when the Owl, advancing to meet her, seized, and without much delay, made her a sacrifice to her revenge; securing to herself, by the death of her enemy, a possession of that quiet, which, during her life-time, she could not enjoy.

FAB. XCIX. The ONE-EYED DOE.

A DOE, that had but one eye, used to graze near the sea, and that she might be the more secure from harm, she kept her blind side towards the water, from whence she had no apprehension of danger, and with the other surveyed the country as she fed, By this vigilance and precaution she thought herself in the utmost security; when a sly fellow,

with two or three of his companions, who had been poaching after her several days to no purpose, at last took a boat and fetching a compass upon the sea, came gently down upon her, and shot her. The Doe, in the agonies of death, breathed out this doleful complaint: O hard fate! that I should receive my death's wound from that side whence I expected no ill; and be safe in that part where I looked for the most danger.

Fab. C. The River-Fish and the Sea Fish.

THE waters of a river being mightily swelled by a great flood, the stream ran down with a violent current, and by its rapid force carried a huge Barbel along with it into the sea. This fresh water spark was no sooner come into a new climate, but he began to give himself airs, to talk big, and look with contempt upon the inhabitants of the place. He boasted that he was of a better country and family than any among them, for which reason they ought to give place to him, and pay him respect accordingly. A fine large Mullet, that happened to swim near him, and heard his insolent language, bid him hold his silly tongue; for, if they should be taken by fishermen, and carried to market, he would soon be convinced who ought to have the preference: We, says he, should be bought up, at any price, for tables of the first quality, and you sold to the poor for little or nothing.

Fab. CI. Æsop at Play

AN Athenian, one day, found Æsop at play with a company of little boys, at their childish diversions, and began to jeer and laugh at him for it. The old fellow, who was too much a wag himself, to suffer others to ridicule him, took a bow, unstrung, and laid it upon the ground. Then calling the censorious Athenian, Now, philosopher, says he, expound the riddle if you can, and tell us what the unstrained bow implies. The Man, after racking his brains, and scratching his pate about it a considerable time, to no purpose, at last gave it up, and declared he knew not what to make of it. Why, says Æsop, laughing, if you keep a bow always bent it will break presently; but, if you let it go slack, it will be the fitter for use when you want it.

FAB. CII. The JACK-DAW and the PIGEONS.

A JACK-DAW, observing that the Pigeons in a certain dove-cote lived well, and wanted for nothing, whitewashed his feathers, and endeavouring to look as much like a dove as he could, went and lived among them. The Pigeons, not distinguishing him as long as he kept silent, forbore to give him any disturbance. But at last he forgot his character, and began to chatter; by which the Pigeons discovering what he was, flew upon him, and beat him away from the meat, so that he was obliged to fly back to the jack-daws again. They not knowing him in his discoloured feathers, drove him away likewise, so that he who had endeavoured to be more than he had a right to, was not permitted to be any thing at all.

FAB. CIII. The SOW and the BITCH.

A SOW and Bitch happening to meet, a debate arose betwixt them, concerning their fruitfulness. The Bitch insisted upon it, that she brought more at a litter, and oftener, than any other four-legged creature. Ay, says the Sow, you do indeed, but you are always in so much haste about it, that you bring your Puppies into the world blind.

FAB. CIV. The SPARROW and the HARE.

A HARE being seized by an Eagle, squeaked out in a most woeful manner. A Sparrow, that sat upon a tree just by, and saw it, could not forbear being unseasonably witty, but called out, and said to the Hare: So ho! what, sit there and be killed! Pr'ythee, up and away; I dare say, if you would but try, so swift a creature as you are, would easily escape from the Eagle. As he was going on with his cruel raillery, down came a Hawk, and snapped him up; and notwithstanding his vain cries and lamentations, fell a devouring of him in an instant. The Hare, who was just expiring, yet received comfort from this accident, even in the agonies of death; and addressing her last words to the Sparrow, said, you who just now insulted my misfortunes with so much security, as you thought, may please to show us how well you can bear the like, now it has befallen you.

FAB. CV. CÆSAR and the SLAVE.

AS Tiberius Cæsar was upon a progress to Naples once, he put in at a house he had upon the mountain Misenus; which was built there by Lucullus, and commanded a near view of the Tuscan Sea, having a distant prospect even of that of Sicily. Here, as he was walking in the gardens and wildernesses, of a most delightful verdure, one of his domestic Slaves, which belonged to that house, putting himself into a most alert posture and dress, appeared in one of the walks where the Emperor happened to be, sprinkling the ground with a watering-pot, in order to lay the dust; and this he did so officiously, that he was taken notice of, and even laughed at; for he ran through private allies and turnings, from one walk to another; so that, wherever the Emperor went, he still found this fellow mighty busy with his watering-pot. But at last, his design being discovered, which was, that he fancied Cæsar would be so touched with this diligence of his, as to make him free; (part of which ceremony consisted in giving the Slave a gentle stroke on one side of his face) his imperial Majesty, being disposed to be merry, called him to him; and when the man came up, full of joyful expectations of his liberty, Hark you, friend, says he, I have observed that you have been very busy a great while; but it was impertinently busy, in officiously meddling where you had nothing to do, while you might have employed your time better elsewhere; and therefore I must be so free as to tell you, that you have mistaken your man; I cannot afford a box of the ear at so low a price as you bid for it.

FAB. CVI. The SHEEP BITER.

A CERTAIN Shepherd had a Dog, upon whose fidelity he relied very much; for whenever he had an occasion to be absent himself, he committed the care and tuition of the flock to the charge of his Dog; and, to encourage him to do his duty cheerfully, he fed him constantly with sweet curds and whey; and sometimes threw him a crust or two extraordinary. Yet, notwithstanding this, no sooner was his back turned, but the treacherous cur fell foul upon the flock, and devoured the sheep instead of guarding and defending them. The Shepherd being informed

of this, was resolved to hang him; and the Dog, when the rope was about his neck, and he was just going to be tied up, began to expostulate with his master, asking him, why he was so unmercifully bent against him, who was his own servant and creature, and had only committed one of two crimes; and why he did not rather execute revenge upon the Wolf, who was a constant and declared enemy? Nay, replies the Shepherd, it is for that very reason that I think you ten times more worthy of death than he; from him I expected nothing but hostilities, and therefore could guard against him: you I depended upon as a just and faithful servant, and fed and encouraged you accordingly; and therefore your treachery is the more notorious, and your ingratitude the more unpardonable.

FAB. CVII. The THIEF and the DOG.

A THIEF coming to rob a certain house in the night, was disturbed in his attempts by a fierce, vigilant Dog, who kept barking at him continually. Upon which the Thief, thinking to stop his mouth, threw him a piece of bread: but the Dog refused it with indignation; telling him, that before, he only suspected him to be a bad man; but now, upon his offering to bribe him, he was confirmed in his opinion; and that, as he was intrusted with the guardianship of his master's house, he should never cease barking while such a rogue as he lay lurking about it.

FAB. CVIII. The HARPER.

A FELLOW that used to play upon his Harp, and sing to it in little alehouses, and made a shift, by the help of those narrow confined walls, to please the dull sots who heard him; from hence entertained an ambition of showing his parts upon the public theatre, where he fancied he could not fail of raising a great reputation and fortune in a very short time. He was accordingly admitted upon trial; but the spaciousness of the place, and the throng of the people, so deadened and weakened both his voice and instrument, that scarce either of them could be heard; and where they could, it sounded so poor, so low, and wretched, in the ear of his refined audience, that he was universally exploded and hissed off the stage.

FAB. CIX. The Two CRABS.

IT is said to be the nature of a Crab-fish to go backward: however, a Mother-Crab, one day, reproved her daughter, and was in a great passion with her for her untoward awkward gait, which she desired her to alter, and not to move in a way so contradictory to the rest of the world. Indeed, mother, says the young Crab, I walk as decently as I can; and to the best of my knowledge; but if you would have me go otherwise, I beg you would be so good as to practise it first, and show me, by your own example, how you would have me behave myself.

FAB. CX. The THIEF and the BOY.

A BOY sat weeping upon the side of a well. A Thief happening to come by just at the same time, asked him why he wept. The Boy, sighing and sobbing, replied, the string was broke, and a silver tankard was fallen to the bottom of the well. Upon this the Thief pulled off his clothes, and went down into the well to look for it; where, having groped about a good while to no purpose, he came up again, but found neither his clothes nor the Boy; that little arch dissembler having run away with them.

FAB. CXI. MERCURY and the WOODMAN.

A MAN was felling a tree on the bank of a river, and by chance let his hatchet slip out of his hand, which dropt into the water, and immediately sunk to the bottom. Being therefore in great distress for the loss of his tool, he sat down and bemoaned himself most lamentably. Upon this, Mercury appeared to him, and being informed of the cause of his complaint, dived to the bottom of the river, and coming up again, showed the man a golden hatchet, demanding if that were his. He denied that it was. Upon which Mercury dived a second time, and brought up a silver one. The man refused it, alleging likewise that this was not his. He dived a third time, and fetched up the individual hatchet the man had lost; upon sight of which the poor wretch was overjoyed, and took it with all humility and thankfulness. Mercury was so pleased with the fellow's honesty, that he gave him the other two into

the bargain, as a reward for his just dealing. The man goes to his companions, and giving them an account of what had happened, one of them went presently to the river's side, and let his hatchet fall designedly into the stream. Then sitting down upon the bank, he fell a weeping and lamenting, as if he had been really and sorely afflicted. Mercury appeared as before, and diving, brought him up a golden hatchet, asking if that was the hatchet he lost. Transported at the precious metal, he answered, yes ; and went to snatch it greedily. But the god detesting his abominable impudence, not only refused to give him that, but would not so much as let him have his own hatchet again.

FAB. CXII. The CREAKING WHEEL.

THE coachman, hearing one of the wheels of his coach creak, was surprised ; but more especially when he perceived that it was the worst wheel of the whole set, and which he thought had but little pretence to take such a liberty. But, upon his demanding the reason why it did so, the wheel replied, that it was natural for people who laboured under any affliction or infirmity to complain.

FAB. CXIII. The MAN and his WOODEN GOD.

A MAN having a Wooden God, worshipped it every day ; and among other things, prayed particularly for wealth, because his circumstances were but low. But when he had continued to do this for many days to no purpose, in a passion at the disappointment, he took the image by the legs, knocked it against the pavement, and broke it in pieces ; upon which a great quantity of money, which had been inclosed within it, flew about the room. The Man no sooner perceived this, but addressing himself to the idol, Thou obstinate, perverse deity, says he, who, while I humbly besought thee, hadst no regard to my prayers, but now thou art used ill, and broken to pieces, dost pour forth good things, in even a greater abundance than I could desire.

FAB. CXIV. The KID and the WOLF.

A KID, being mounted upon the roof of a shed, and seeing a Wolf below, loaded him with all manner of reproaches. Upon which,

the Wolf, looking up, replied, Do not value yourself, vain creature, upon thinking you mortify me; for I look upon this ill language, as not coming from you, but from the place which protects you.

FAB. CXV. The JUDICIOUS LION.

A LION having taken a young Bullock, stood over, and was just going to devour it, when a thief stept in, and cried halves with him. No, friend, says the Lion, you are too apt to take what is not your due, and therefore I shall have nothing to say to you. By chance, a poor honest traveller happened to come that way, and seeing the Lion, modestly and timorously withdrew, intending to go another way: upon which, the generous beast, with a courteous, affable behaviour, desired him to come forward, and partake with him in that, to which his modesty and humility had given him so good a title. Then, dividing the prey into two equal parts, and feasting himself upon one of them, he retired into the woods, and left the place clear for the honest man to come in for his share.

FAB. CXVI. The WOLF and the KID.

THE Goat, going abroad to feed, shut up her young Kid at home, charging him to bolt the door fast, and open it to nobody, till she herself should return. The Wolf, who lay lurking just by, heard this charge given; and soon after came and knocked at the door, counterfeiting the voice of the Goat, and desiring to be admitted. The Kid, looking out at a window, and finding the cheat, bid him go about his business; for, however he might imitate a Goat's voice, yet he appeared too much like a Wolf to be trusted.

FAB. CXVII. The WOLF, the FOX, and the APE.

THE Wolf indicted the Fox of felony, before the Ape, who, upon that occasion, was appointed special judge of the cause. The Fox gave in his answer to the Wolf's accusation, and denied the fact. So, after a fair hearing on both sides, the Ape gave judgment to this purpose. I am of opinion that you, says he to the Wolf, never lost the goods you

sue for : and as for you, turning to the Fox, I make no question, said he, but you have stolen what is laid to your charge, at least. And thus the court was dismissied, with this public censure passed upon each party.

FAB. CXVIII. JUPITER and the ASS.

A CERTAIN Ass, which belonged to a gardener, and was weary of carrying his heavy burthens, prayed to Jupiter, to give him a new master. Jupiter, consenting to his petition, gave him a tile-maker, who loaded him with tiles, and made him carry heavier burthens than before. Again he came and made supplications, beseeching the God to give him one that was more mild ; or, at least, to let him have any other master but this. Jupiter could not chuse but laugh at his folly ; however, he granted his request this time also, and made him over to a tanner. But, as soon as the poor Ass was sensible what a master he had got, he could not forbear upbraiding himself with his great folly and inconstancy, which had brought him to a master, not only more cruel and exacting than any of the former, but one that would not spare his very hide after he was dead.

FAB. CXIX. The BOY and his MOTHER.

A LITTLE Boy, who went to school, stole one of his school fellow's horn books, and brought it home to his mother ; who was so far from correcting and discouraging him upon account of the theft, that she commended and gave him an apple for his pains. In process of time, as the child grew up to be a man, he accustomed himself to greater robberies ; and at last, being apprehended and committed to gaol, he was tried and condemned for felony. On the day of his execution, as the officers were conducting him to the gallows, he was attended by a vast crowd of people, and among the rest by his mother, who came sighing and sobbing along, and taking on extremely for her son's unhappy fate ; which the criminal observing, called to the sheriff, and begged a favour of him, that he would give him leave to speak a word or two to his poor afflicted mother. The sheriff (as who would deny a dying Man so reasonable a request) gave him permission, and the felon, while as every one thought,

he was whispering something of importance to his mother, bit off her ear, to the great offence and surprise of the whole assembly. What, say they, was not this villain contented with the impious facts that he has already committed, but that he must increase the number of them, by doing this violence to his mother? Good people, replied he, I would not have ye be under a mistake; that wicked woman deserves this, and even worse at my hands: for if she had chastised and chid, instead of rewarding and caressing me when in my infancy I stole the hornbook from the school, I had not come to this ignominious, untimely end.

FAB. CXX. The WOLVES and the SICK ASS.

AN Ass being sick, the report of it was spread abroad in the country, and some did not stick to say, that she would die before another night went over her head. Upon this, several Wolves came to the stable where she lay, under pretence of making her a visit; but rapping at the door, and asking how she did, the young Ass came out, and told them that his mother was much better than they desired.

FAB. CXXI. The ANT and the GRASSHOPPER.

IN the winter season a commonwealth of Ants was busily employed in the management and preservation of their corn; which they exposed to the air, in heaps, round about the avenues of their little country habitation. A Grasshopper, who had chanced to outlive the summer, and was ready to starve with cold and hunger, approached them with great humility, and begged that they would relieve his necessity, with one grain of wheat or rye. One of the ants asked him, how he had disposed of his time in summer, that he had not taken pains, and laid in a stock, as they had done. Alas, Gentlemen, says he, I passed away the time merrily and pleasantly, in drinking, singing, and dancing, and never once thought of winter. If that be the case, replied the Ant, laughing, all I have to say is, That they who drink, sing, and dance in the summer, must starve in the winter.

FAB. CXXII. The Ass, the LION, and the COCK.

AN ass and a Cock happened to be feeding together in the same place, when on a sudden they spied a Lion approaching them. This beast is reported, above all things, to have an aversion, or rather antipathy, to the crowing of a Cock; so that he no sooner heard the voice of that bird, but he betook to his heels, and ran away as fast as ever he could. The Ass, fancying he fled for fear of him, in the bravery of his heart pursued him, and followed him so far, that they were quite out of the hearing of the Cock; which the lion no sooner perceived, but he turned about and seized the Ass; and just as he was ready to tear him to pieces, the sluggish creature is said to have expressed himself thus: Alas! fool that I was, knowing the cowardice of my own nature, thus by an affected courage, to throw myself into the jaws of death, when I might have remained secure and unmolested!

FAB. CXXIII. The APE and the FOX.

THE Ape meeting the Fox one day, humbly requested him to give him a piece of his fine long brush tail, to cover his poor naked backside, which was so exposed to all the violence and inclemency of the weather; for, says he, Reynard, you have already more than you have occasion for, and a great part of it even drags along in the dirt. The Fox answered, that as to his having too much, that was more than he knew; but be it as it would, he had rather sweep the ground with his tail as long as he lived, than deprive himself of the least bit to cover the Ape's nasty stinking posteriors.

FAB. CXXIV. The Ass and the LITTLE DOG.

THE Ass observing how great a favorite the little Dog was with his master, how much caressed and fondled, and fed with good bits at every meal; and for no other reason, as he could perceive, but skipping and frisking about, wagging his tail, and leaping up in his master's lap; he was resolved to imitate the same, and see whether such a behaviour would not procure him the same favours. Accordingly, the master was no sooner come home from walking about his fields and gar-

dens, and was seated in his easy-chair, but the Ass, who observed him, came gamboling and braying towards him, in a very awkward manner. The master could not help laughing aloud at the odd sight. But his jest was soon turned into earnest, when he felt the rough salute of the Ass's forefeet, who, raising himself upon his hinder legs, pawed against his breast with a most loving air, and would fain have jumped into his lap. The good man, terrified at this outrageous behaviour, and unable to endure the weight of so heavy a beast, cried out; upon which, one of his servants running in with a good stick, and laying heartily upon the bones of the poor Ass, soon convinced him, that every one who desire it, is not qualified to be a favorite.

FAB. CXXV. The BIRDS, the BEASTS, and the BAT.

ONCE upon a time, there commenced a fierce war between the Birds and the Beasts; when the Bat, taking advantage of his ambiguous make, hoped, by that means, to live secure in a state of neutrality, and save his bacon. It was not long before the forces on each side met, and gave a battle; and, their animosities running very high, a bloody slaughter ensued. The bat, at the beginning of the day, thinking the birds most likely to carry it, listed himself among them; but kept fluttering at a little distance, that he might the better observe, and take his measures accordingly. However, after some time spent in the action, the army of the beasts seeming to prevail, he went entirely over to them, and endeavoured to convince them, by the affinity which he had to a Mouse, that he was by nature a Beast and would always continue firm and true to their interest. His plea was admitted, but, in the end, the advantage turning completely on the side of the Birds, under the admirable conduct and courage of their general, the Eagle; the Bat, to save his life, and escape the disgrace of falling into the hands of his deserted friends, betook himself to flight: and ever since, skulking in caves and hollow trees all day, as if ashamed to show himself, he never appears till the dusk of the evening, when all the feathered inhabitants of the air are gone to roost.

FAB. CXXVI. The BEAR and the HIVES.

A BEAR, climbing over the fence into a place where Bees were kept, began to plunder the Hives, and rob them of their honey. But the Bees, to revenge the injury, attacked him in a whole swarm together; and though they were not able to piere his rugged hide, yet, with their little stings, they so annoyed his eyes and nostrils, that, unable to endure the smarting pain, with impatience he tore the skin over his ears with his own claws, and suffered ample punishment for the injury he did the Bees, in breaking open their waxen cells.

FAB. CXXVII. The COCK and the FOX.

A COCK, being perched among the branches of a lofty tree, crowed aloud, so that the shrillness of his voice echoed through the wood, and invited a Fox to the place, who was prowling in that neighbourhood, in quest of his prey. But Reynard, finding the Cock was inaccessible, by reason of the height of his situation, had recourse to stratagem, in order to decoy him down ; so, approaching the tree, Cousin, says he, I am heartily glad to see you ; but at the same time, I cannot forbear expressing my uneasiness at the inconvenience of the place, which will not let me pay my respects to you in a handsomer manner ; though I suppose you will come down presently, and so that difficulty is easily removed. Indeed, Cousin, says the Cock, to tell you the truth, I do not think it safe to venture upon the ground; for though I am convinced how much you are my friend, yet I may have the misfortune to fall into the clutches of some other beast, and what will become of me then ? O dear, says Reynard, is it possible that you can be so ignorant, as not to know of the peace that has been lately proclaimed between all kind of birds and beasts ; and that we are, for the future, to forbear hostilities on all sides, and to live in the utmost love and harmony, and that, under penalty of suffering the severest punishment that can be afflicted ? All this while, the Cock seemed to give little attention to what was said, but stretched out his neck, as if he saw something at a distance. Cousin, says the Fox, what is it that you look at so earnestly ? Why, says the Cock, I think

I see a pack of hounds yonder, a little way off. O then, says the Fox, your humble servant, I must be gone. Nay, pray Cousin, do not go, says the Cock, I am just coming down ; sure you are not afraid of dogs in these peaceable times. No, no, says he ; but ten to one whether they have heard of the proclamation yet.

FAB. CXXVIII. The CAT and the COCK.

THE Cat, having a mind to make a meal of the Cock, seized him one morning by surprise, and asked him what he could say for himself, why slaughter should not pass upon him ? The Cock replied, that he was serviceable to mankind, by crowing in the morning, and calling them up to their daily labour. That is true, says the Cat, and is the very objection that I have against you ; for you make such a shrill impertinent noise, that people cannot sleep for you. Besides, you are an incestuous rascal, and make no scruple of lying with your mother and sisters. Well, says the Cock, this I do not deny ; but I do it to procure eggs and chickens for my master. Ah ! villain, says the Cat, hold your wicked tongue ; such impieties as these declare that you are no longer fit to live.

FAB. CXXIX. The DOG in the MANGER.

A DOG was lying upon a manger full of hay. An Ox, being hungry, came near, and offered to eat of the hay ; but the envious, ill-natured cur, getting up and snarling at him, would not suffer him to touch it. Upon which the Ox, in the bitterness of his heart, said, A curse light on thee, for a malicious wretch, who wilt neither eat hay thyself, nor suffer others to do it.

FAB. CXXX. The DOG and the SHEEP.

THE Dog sued the Sheep for a debt, of which the Kite and the Wolf were to be judges : they, without debating long upon the matter, or making any scruple for want of evidence, gave sentence for the plaintiff; who immediately tore the poor Sheep in pieces, and divided the spoil with the unjust judges.

FAB. CXXXI. The HAWK and the FARMER

A HAWK, pursuing a Pigeon over a corn-field with great eagerness and force, threw herself into a net, which a husbandman had planted there to take the crows; who being employed not far off, and seeing the Hawk fluttering in the net, came and took him: but, just as he was going to kill him, the Hawk besought him to let him go, assuring him, that he was only following a Pigeon, and neither intended, nor had done any harm to him. To whom the Farmer replied, And what harm had the poor Pigeon done to you? Upon which, he wrung his head off immediately.

FAB CXXXII. DEATH and CUPID.

CUPID, one sultry summer's noon, tired with play, and faint with heat, went into a cool grotto to repose himself, which happened to be the cave of Death. He threw himself carelessly down on the floor, and his quiver turning topsy-turvy, all the arrows fell out, and mingled with those of Death, which lay scattered up and down the place. When he awoke, he gathered them up, as well as he could; but they were so intermingled, that though he knew the certain number, he could not rightly distinguish them; from which it happened, that he took up some of the arrows which belonged to Death, and left several of his own in the room of them. This is the cause that we, now and then, see the hearts of the old and decrepid transfixed with the bolts of love; and with equal grief and surprise, behold the youthful, blooming part of our species smitten with the darth of Deats.

FAB. CXXXIII. The DOVE and the ANT.

THE Ant, compelled by thirst, went to drink in a clear, purling rivulet; but the current, with its circling eddy, snatched her away, and carried her down the stream. A Dove, pitying her distressed condition, cropt a branch from a neighbouring tree, and let it fall into the water, by means of which the Ant saved herself, and got ashore. Not long after, a Fowler having a design against the Dove, planted his nets in due order, without the bird's observing what he was about; which

the Ant perceiving just as he was going to put his design in execution, she bit him by the heel, and made him give so sudden a start, that the Dove took the alarm, and flew away.

Fab. CXXXIV. The Eagle and the Crow.

AN Eagle flew down from the top of a high rock, and settled upon the back of a lamb; and then instantly flying up into the air again, bore his bleating prize aloft in his pounces. A Crow who sat upon an elm, and beheld his exploit, resolved to imitate it; so flying down upon the back of a Ram, and entangling his claws in the wool, he fell a chattering and attempting to fly; by which means he drew the observation of the shephered upon him, who finding his feet hampered in the fleece of the ram, easily took him, and gave him to his boys for their sport and diversion.

Fab. CXXXV. The Envious Man and the Covetous.

AN envious Man happened to be offering up his prayers to Jupiter, just in the time and place with a covetous miserable fellow. Jupiter, not caring to be troubled with their impertinencies himself, sent Apollo to examine the merits of their petitions, and to give them such relief as he should think proper. Apollo therefore opened his commission, and withal told them, that, to make short of the matter, whatever the one asked the other should have it double. Upon this, the covetous Man, though he had a thousand things to request, yet forbore to ask first, hoping to receive a double quantity; for he concluded, that all men's wishes sympathized with his. By this means, the envious man had an opportunity of preferring his petition first, which was the thing he aimed at; so, without much hesitation, he prayed to be relieved, by having one of his eyes put out; knowing that, of consequence, his companion would be deprived of both.

Fab. CXXXVI. The Fox and the Lion.

THE first time the Fox saw the Lion, he fell down at his feet, and was ready to die with fear. The second time, he too courage,

and could even bear to look upon him. The third time he had the impudence to come up to him, to salute him, and to enter into familiar conversation with him.

FAB. CXXXVII. The GEESE and the CRANES.

A FLOCK of Geese and a parcel of Cranes used often to feed together in a corn-field. At last, the owner of the corn, with his servants, coming upon them of a sudden, surprised them in the very fact; and the Geese being heavy, fat, full-bodied creatures, were most of them sufferers; but the Cranes, being thin and light, easily flew away.

FAB. CXXXVIII. The HORSE and the Ass.

THE Horse, adorned with his great war-saddle, and champing his foaming bridle, came thundering along the way, and made the mountains echo with his loud shrill neighing. He had nót gone far, before he overtook an Ass, who was labouring under a heavy burden, and moving slowly on in the same track with himself. Immediately he called out to him, in a haughty, imperious tone, and threatened to trample him in the dirt, if he did not break the way for him. The poor, patient Ass, not daring to dispute the matter, quietly got out of his way, as fast as he could, and let him go by. Not long after this, the same Horse, in an engagement with the enemy, happened to be shot in the eye, which made him unfit for show, or any military business, so he was stript of his fine ornaments, and sold to a carrier. The Ass, meeting him in this forlorn condition, thought that now it was his time to insult; and so, says he, Hey-day, friend, is it you! Well, I always believed that pride of yours would one day have a fall.

FAB. CXXXIX. The HUSBANDMAN and his SONS.

A CERTAIN Husbandman lying at the point of death, and being desirous his Sons should pursue that innocent, entertaining course of agriculture, in which himself had been engaged all his life, made use of this expedient to induce them to it. He called them to his bed-side, and spoke to this effect. All the patrimony I have to bequeath to you, Sons,

is my farm and my vineyard, of which I make you joint-heirs. But I charge you not to let it go out of your own occupation: for, if I have any treasure besides, it lies buried somewhere in the ground, within a foot of the surface. This made the Sons conclude that he talked of money which he had hid there: so, after their father's death, with unwearied diligence and application, they carefully dug up every inch, both of the farm and vineyard. From which it came to pass, that though they missed of the treasure which they expected, the ground, by being so well stirred and loosened, produced so plentiful a crop of all that was sowed in it, as proved a real, and that no inconsiderable treasure.

FAB. CXL. The HORSE and the LION.

A LION, seeing a fine plump Nag, had a great mind to eat a bit of him, but knew not which way to get him into his power. At last he bethought himself of this contrivance; he gave out that he was a physician; who, having gained experience by his travels into foreign countries, had made himself capable of curing any sort of malady or distemper, incident to any kind of beast; hoping by this stratagem, to get an easier admittance among cattle, and find an opportunity to execute his design. The Horse, who smoked the matter, was resolved to be even with him; and so humouring the thing, as if he suspected nothing, he prayed the Lion to give him his advice in relation to a thorn he had got in his foot, which had quite lamed him, and gave him great pain and uneasiness. The Lion readily agreed, and desired he might see the foot. Upon which the Horse lifted up one of his hind legs, and while the Lion pretended to be poring earnestly upon the hoof, gave him such a kick in the face as quite stunned him, and left him sprawling upon the ground. In the mean time the horse trotted away, neighing, and laughing merrily at the success of the trick by which he had defeated the purpose of one who intended to have tricked him out of his life.

FAB. CXLI. The LION, the BEAR, and the FOX.

A LION and a Bear fell together by the ears, over the carcase of a Fawn, which they found in the forest, their title to him being to

be decided by force of arms. The battle was severe and tough on both sides, and they held it out, tearing and worrying one another so long, that, what with wounds and fatigue, they were so faint and weary, they were not able to strike another stroke. Thus, while they lay upon the ground, panting and lolling out their tongues, a Fox chanced to pass by that way, who, perceiving how the case stood, very impudently stept in between them, seized the booty which they had all this while been contending for, and carried it off. The two combatants, who lay and beheld all this, without having strength enough to stir and prevent it, were only wise enough to make this reflection: Behold the fruits of our strife and contention! that villain, the Fox, bears away the prize, and we ourselves have deprived each other of the power to recover it from him.

Fab. CXLII. The Fox and the Sick Lion.

It was reported that the Lion was sick, and the beasts were made to believe that they could not make their court better, than by going to visit him. Upon this, they generally went; but it was particularly taken notice of, that the Fox was not one of the number. The Lion therefore dispatched one of his Jackalls to sound him about it, and ask him why he had so little charity and respect as never to come near him at a time when he lay so dangerously ill, and every body else had been to see him. Why, replies the Fox, pray, present my duty to his majesty and tell him, that I have the same respect for him as ever, and have been coming several times to kiss his royal hand; but I am so terribly frightened at the mouth of his cave, to see the print of my fellow subjects feet, all pointing forwards, and none backwards, that I have not resolution enough to venture in. Now, the truth of the matter was, that the sickness of the Lion was only a sham to draw the beasts into his den, the more easily to devour them

Fab. CXLIII. The Mice in Council.

The Mice called a general council; and having met after the doors were locked, entered into a free consultation about ways and means how to render their fortunes and estates more secure from the

danger of the Cat. Many things were offered, and much was debated, *pro* and *con*, upon the matter. At last a young Mouse, in a fine florid speech, concluded upon an expedient, and that the only one, which was to put them for the future entirely out of the power of the enemy; and this was, that the Cat should wear a bell about her neck, which, upon the least motion, would give the alarm, and be a signal for them to retire into their holes. This speech was received with great applause, and it was even proposed by some, that the Mouse who made it should have the thanks of the assembly. Upon which, an old, grave Mouse, who had sat silent all the while, stood up, and in another speech, owned that the contrivance was admirable, and the author of it, without doubt, an ingenious Mouse; but, he said, he thought it would not be so proper to vote him thanks, till he should farther inform them how this bell was to be fastened about the Cat's neck, and what Mouse would undertake to do it.

FAB. CXLIV. The LION, the ASS, and the FOX.

THE Lion, the Ass, and the Fox, went a hunting together in the forest; and it was agreed, that whatever was taken should be divided amongst them. They happened to have very good sport, and caught a large fat Stag, which the Lion ordered the Ass to divide. The Ass according to the best of his capacity, did so, and made three pretty equal shares. But such levelling doings not suiting at all the craving temper of the greedy Lion, without farther delay, he flew upon the Ass, and tore him in pieces; and then bid the Fox divide it in two parts. Reynard, who seldom wanted a prompter, however, had his cue given him sufficiently upon this occasion; and so, nibbling off one little bit for himself, he laid forth all the rest for the Lion's portion. The royal brute was so delighted at this dutiful and handsome proof of his respect, that he could not forbear expressing the satisfaction it gave him: and asked him withal, where he could possibly have learnt so proper and so courtly a behaviour? Why, replies Reynard, to tell your majesty the truth, I was taught it by the Ass that lies dead there.

FAB. CXLV. The OLD LION.

A LION, worn out with age, lay fetching his last gasp, and agonizing in the convulsive struggles of death. Upon which occasion several of the beasts, who had formerly been sufferers by him, came and revenged themselves upon him. The Boar with his mighty tusks, drove at him a stroke that glanced like lightning. And the Bull gored him with his violent horns. Which when the Ass saw they might do without any danger, he too came up, and threw his heels into the Lion's face. Upon which, the poor old expiring tyrant uttered these words with his last dying groan : Alas ! how grievous is it to suffer insults, even from the brave and the valiant ; but to be spurned by so base a creature as this is, who is the disgrace of nature, is worse than dying ten thousand deaths !

FAB. CXLVI. The OLD MAN and his SONS.

AN old man had many Sons, who were often falling out one with another. When the father had exerted his authority, and used other means in order to reconcile them, and all to no purpose, at last he had recourse to this expedient ; he ordered his Sons to be called before him, and a short bundle of sticks to be brought ; and then commanded them, one by one, to try if, with all their might and strength, they could any of them break it. They all tried, but to no purpose ; for the sticks being closely and compactly bound up together, it was impossible for the force of man to do it. After this the father ordered the bundle to be untied, and gave a single stick to each of his sons, at the same time bidding him try to break it : which, when each did with all imaginable ease, the father addressed himself to them to this effect. O my sons, behold the power of unity ! For, if you, in like manner, would but keep yourselves strictly conjoined in the bounds of friendship, it would not be in the power of any mortal to hurt you ; but when once the ties of brotherly affection are dissolved, how soon do you fall to pieces, and are liable to be violated by every injurious hand that assaults you ?

FAB. CXLVII. The OLD WOMAN and her MAIDS.

A CERTAIN old Woman had several Maids whom she used to call up to their work, every morning at the crowing of the Cock. The wenches, who found it grievous to have their sweet sleep disturbed so early, combined together and killed the Cock, thinking that, when the alarm was gone, they might enjoy themselves in their warm beds a little longer. The old Woman, grieved for the loss of her Cock, and having, by some means or other, discovered the whole plot, was sesolved to be even with them; for, from that time, she obliged them to rise constantly at midnight.

FAB. CXLVIII. The FALCONER and the PARTRIDGE.

A FALCONER having taken a Partridge in his nets, the bird begged hard for a reprieve, and promised the man, if he would let him go, to decoy other Partridges into his net. No, replies the Falconer, I was before determined not to spare you, but now you have condemned yourself by your own words: for he who is such a scoundrel as to offer to betray his friends, to save himself, deserves, if possible, worse than death.

FAB. CXLIX. The PORCUPINE and the SNAKES.

A PORCUPINE, wanting to shelter himself, desired a nest of Snakes to give him admittance into their cave. They were prevailed upon, and let him in accordingly; but were so annoyed with his sharp prickly quills that they soon repented of their easy compliance, and entreated the Porcupine to withdraw and leave them their hole to themselves. No, says he, let them quit the place that don't like it; for my part I am well enough satisfied as I am.

FAB. CL. The PEACOCK and the MAGPYE.

THE Birds met together upon a time, to chuse a king. And the Peacock standing candidate, displayed his gaudy plumes, and catched the eyes of the silly multitude with the richness of his feathers. The majority declared for him, and clapped their wings with great apdlause. But, just as they were going to proclaim him, the Magpye

stept forth in the midst of the assembly, and addressed himself thus to the new king: May it please your majesty elect, to permit one of your unworthy subjects to represent to you his suspicions and apprehensions, in the face of this whole congregation: we have chosen you for our king, we have put our lives and fortunes into your hands, and our whole hope and dependence is upon you: if therefore the Eagle, or the Vulture, or the Kite, should at any time make a descent upon us, as it is highly probable they will, may your majesty be so gracious as to dispel our fears, and clear our doubts, about that matter, by letting us know how you intend to defend us against them? This pithy, unanswerable question drew the whole audience into so just a reflection, that they soon resolved to proceed to a new choice. But, from that time the Peacock has been looked upon as a vain insignificant pretender, and the Magpye esteemed as eminent a speaker as any in the whole community of birds.

FAB. CLI. The PARROT and his CAGE.

A PARROT, which belonged to a person of quality, was fed every day with plenty of choice dainties, and kept in a stately Cage, which was set abroad, upon a marble table, in the garden, that he might enjoy the light of the sky, and the freshness of the air, to the best advantage. His master, and all the family, when they talked to him, used the most tender, fond expressions, and the disorder of his feathers was smoothed with kindly touches, by the fair hand of his lady. Yet, notwithstanding this happy situation, he was uneasy, and envied the condition of those birds who lived free in the wilderness, and hopped up and down, unconfined, from bough to bough. He earnestly longed to lead the same life, and secretly pined with grief because his wishes were denied him. After some time, however, it happened that the door of his cage was left unfastened, and the long wished for opportunity was given him of making an elopement. Accordingly, out he flew, and conveyed himself among the shades of a neighbouring wood, where he thought to spend the remainder of his days in content. But, alas! poor Poll was mistaken: a thousand inconveniences, which he never dreamt of, attended this elopement of his, and he is now really that miserable creature which,

before, his imagination only made him. He is buffeted by the savage inhabitants of the grove ; and his imitation of a human voice, which formerly rendered him so agreeable, does but the more expose him to the fierce resentment of the feathered nation. The delicate food with which he used to be fed, is no more ; he is unskilled in the ways, of providing for himself, and even ready to die with hunger, A storm of rain, thunder, and lightning, fills all the air, and he has no place to screen or protect him ; his feathers are wetted with the heavy shower, and blasted with the flashes of lightning. His tender nature, suited to a milder climate, could not stand the severe shock, he even died under it. But, just before he breathed his last, he is said to have made this reflection : Ah, poor Poll ! were you but in your own Cage again, you would never wander more.

FAB. CLII. The FOWLER and the RINGDOVE.

A FOWLER took his gun, and went into the woods a shooting. He spied a Ringdove among the branches of an oak, and intended to kill it. He clapped the piece to his shoulder, and took his aim accordingly ; but, just as he was going to pull the trigger, an adder, which he had trod upon under the grass, stung him so painfully in the leg, that he was forced to quit his design, and threw his gun down in a passion. The poison immediately infected his blood, and his whole body began to mortify ; which, when he perceived, he could not help owning it to be just. Fate, says he, has brought destruction upon me, while I was contriving the death of another.

FAB. CLIII. The SOW and the WOLF.

A SOW had just farrowed, and lay in the stye with her whole litter of pigs about her. A Wolf, who longed for one of them, but knew not how to come at it, endeavoured to insinuate himself into the Sow's good opinion. And, accordingly, coming up to her, How does the good woman of the straw do ? says he. Can I be of any service to you, Mrs. Sow, in relation to your little family here ? If you have a mind to go abroad, and air yourself a little or so, you may depend upon it I will take

as much care of your Pigs as you could do yourself. Your humble servant, says the Sow, I thoroughly understand your meaning ; and, to let you know I do, I must be so free as to tell you, I had rather have your room than your company ; and therefore, if you would act like a Wolf of honour, and oblige me, I beg I may never see your face again.

FAB. CLIV. The HUSBANDMAN and the STORK.

THE Husbandman pitched a net in his fields to take the Cranes and Geese which came to feed upon the new-sown corn. Accordingly, he took several, both Cranes and Geese ; and among them a Stork, who had pleaded hard for his life, and, among other apologies which he made, alleged, that he was neither Goose nor Crane, but a poor harmless Stork, who performed his duty to his parents to all intents and purposes, feeding them when they were old, and, as occasion required, carrying them from place to place upon his back, All this may be true, replies the Husbandman ; but as I have taken you in bad company, and in the same crime, you must expect to suffer the same punishment.

FAB. CLV. The SHEPHERD'S BOY.

A CERTAIN Shepherd's boy kept his sheep upon a common, and, in sport and wantonness, would often cry out, The Wolf! By this means he several times drew the Husbandmen in an adjoining field from their work ; who, finding themselves deluded, resolved for the future to take no notice of his alarm. Soon after, the Wolf came indeed. The boy cried out in earnest. But no heed being given to his cries, the Sheep are devoured by the Wolf.

FAB. CLVI. The SERPENT and the MAN.

A CHILD was playing in a meadow, and by chance trod upon a Serpent. The Serpent, in the fury of his passion, turned up, and bit the child with his poisonous teeth, so that he died immediately. The father of the child, inspired with grief and revenge, took a weapon in his hand, and pursuing the Serpent, before he could get into his hole, struck at him, and lopped off a piece of his tail. The next day, hoping by this strata-

gem to finish his revenge, he brought to the Serpent's hole honey, meal, and salt, and desired him to come forth, protesting that he only sought a reconciliation, on both sides. However, he was not able to decoy the Serpent forth, who only hissed from within to this purpose : In vain you attempt a reconciliation; for, as long as the memory of the dead child and the mangled tail subsists, it will be impossible for you and I to have any charity for each other.

FAB. CLVII. SWALLOW and other BIRDS.

A FARMER was sowing his field with flax. The Swallow observed it ; and desired the other birds to assist her in picking the seed up, and destroying it ; telling them, that Flax was that pernicious material, of which the thread was composed which made the fowler's nets, and by that means contributed to the ruin of so many innocent birds. But the poor Swallow, not having the good fortune to be regarded, the flax sprung up, and appeared above the ground. She then put them in mind once more of their impending danger, and wished them to pluck it up in the bud, before it went any farther. They still neglected her warnings ; and the flax grew up into the high stalk. She yet again desired them to attack it, for that it was not yet too late. But all that she could get was, to be ridiculed and despised for a silly, pretending prophet. The Swallow, finding all her remonstrances availed nothing, was resolved to leave the society of such unthinking, careless creatures, before it was too late. So, quitting the woods, she repaired to the houses ; and forsaking the conversation of the birds, has ever since made her abode among the dwellings of men.

FAB. CLVIII. The TRUMPETER taken PRISONER.

A TRUMPETER, being taken prisoner in a battle, begged hard for quarter, declaring his innocence, and protesting, that he neither had, nor could kill any man, bearing no arms but only his trumpet, which he was obliged to sound at the word of command. For that reason, replied his enemies, we are determined not to spare you ; for though you yourself never fight, yet, with that wicked instrument of

yours, you blow up animosity between other people, and so become the occasion of much bloodshed.

FAB. CLIX. The HARE and the TORTOISE.

A HARE insulted a Tortoise upon account of his slowness, and vainly boasted of her own great speed in running. Let us make a match, replied the Tortoise; I'll run with you five miles for five pounds, and the Fox yonder shall be the umpire of the race. The Hare agreed; and away they both started together. But the Hare, by reason of her exceeding swiftness, outran the Tortoise to such a degree, that she made a jest of the matter; and finding herself a little tired, squatted in a tuft of fern that grew by the way, and took a nap; thinking, that if the Tortoise went by, she could at any time fetch him up, with all the ease imaginable. In the mean while the Tortoise came jogging on, with a slow but continued motion; and the Hare, out of a too great security and confidence of victory, oversleeping herself, the Tortoise arrived at the end of the race first.

FAB. CLX. The WOLF in SHEEP'S CLOTHING.

A WOLF clothing himself in the skin of a Sheep, and getting in among the flock, by this means took the opportunity to devour many of them. At last the Shepherd discovered him, and cunningly fastened a rope about his neck, tying him up to a tree which stood hard by. Some other shepherds happening to pass that way, and observing what he was about, drew near, and expressed their admiration at it. What, says one of them, Brother, do you make hanging of Sheep? No, replies the other, but I make hanging of a Wolf whenever I catch him, though in the habit and garb of a Sheep. Then he showed them their mistake, and they applauded the justice of the execution.

FAB. CLXI. The WOLVES and the SHEEP.

THE Wolves and the Sheep had been a long time in a state of war together. At last a cessation of arms was proposed, in order to a treaty of peace, and hostages were to be delivered on both sides for se-

curity. The Wolves proposed that the Sheep should give up their Dogs, on the one side, and that they would deliver up their young ones on the other. This proposal was agreed to; but no sooner executed, than the young Wolves began to howl for want of their dams. The old ones took this opportunity to cry out, the treaty was broke; and so falling upon the sheep, who were destitute of their faithful guardians, the dogs, they worried and devoured them without control.

FAB. CLXII. THE YOUNG MAN and his Cat.

A CERTAIN young Man used to play with a Cat; of which he grew so fond, that at last he fell in love with it, and to such a degree, that he could rest neither night nor day for the excess of his passion. At last he prayed to Venus, the goddess of beauty, to pity him, and relieve his pain. The good-natured goddess was propitious, and heard his prayers; before he rose up from kneeling, the Cat, which he held in his arms, was transformed into a beautiful girl. The youth was transported with joy, and married her that very day. At night they went to bed, and as the new bride lay encircled in the embraces of her amorous husband, she unfortunately heard a mouse behind the hangings, and sprung from his arms to pursue it. Venus, offended to see her sacred rites profaned by such an indecent behaviour; and perceiving that her new convert, though a woman in outward appearance, was a Cat in her heart, she made her return to her old form again, that her manners and person might be agreeable to each other.

FAB CLXIII. The Ass eating THISTLES.

AN Ass was loaded with good provisions of several sorts, which, in time of harvest, he was carrying into the field for his master, and the reapers, to dine upon. By the way, he met with a fine large thistle, and being very hungry, began to mumble it; which, while he was doing, he entered into this reflection: How many greedy epicures would think themselves happy, amidst such a variety of delicate viands as I now carry! but to me, this bitter, prickly thistle is more savoury and relishing than the most exquisite and sumptuous banquet.

FAB. CLXIV. The HORSE and the loaded Ass.

AN idle Horse, and an Ass labouring under a heavy burden, were travelling the road together; they both belonged to a country fellow, who trudged it on foot by them. The Ass, ready to faint under his heavy load, entreated the Horse to assist him, and lighten his burden, by taking some of it upon his back. The Horse was ill-natured, and refused to do it: upon which the poor Ass tumbled down in the midst of the highway, and expired in an instant. The countryman ungirted his pack-saddle, and tried several ways to relieve him, but all to no purpose: which, when he perceived, he took the whole burden, and laid it upon the Horse, together with the skin of the dead Ass; so that the Horse, by his moroseness in refusing to do a small kindness, justly brought upon himself a great inconvenience.

FAB. CLXV. The BEES, the DRONES, and the WASP.

A PARCEL of Drones got into a hive among the Bees, and disputed the title with them, swearing that the honey and the combs were their goods. The Bees were obliged to go to law with them, and the Wasp happened to be judge of the cause; one who was well acquainted with the nature of each, and therefore the better qualified to decide the controversy between them. Accordingly, gentlemen, says he, (speaking to both plaintiff and defendant) the usual method of proceeding in these courts is pretty chargeable, and slow withal; therefore, as you are both my friends, and I wish you well, I desire you would refer the matter to me, and I will decide betwixt you instantly. They were both pleased with the offer, and returned him thanks. Why, then, says he, that it may appear who are the just proprietors of these honeycombs (for being both so nearly alike, as you are, in colour, I must needs own the point is some what dubious) do you, addressing himself to the Bees, take one hive; you speaking to the Drones, another; and go to making honey as fast as you can, that we may know, by the taste and colour of it, who has the best title to this in dispute. The Bees readily accepted the proposal, but the Drones would not stand to it. And so Judge Wasp, without any farther ceremony, declared in favour of the former.

FAB. CLXVI: The Fox in the WELL.

A Fox, having fallen into a well, made a shift, by sticking his claws into the sides, to keep his head above water. Soon after, a Wolf came and peeped over the brink; to whom the Fox applied himself very earnestly for assistance; entreating that he would help him to a rope, or something of that kind, which might favour his escape. The Wolf, moved with compassion at his misfortune, could not forbear expressing his concern: Ah! poor Reynard, says he, I am sorry for you with all my heart; how could you possibly come into this melancholy condition? Nay, pr'ythee, friend, replies the Fox, if you wish me well, do not stand pitying of me, but lend me some succour as fast as you can: for pity is but cold comfort when one is up to the chin in water, and within a hair's breadth of starving or drowning.

FAB. CLXVII. The Fox and the WOLF.

THE Wolf having laid in store of provision, kept close at home, and made much of himself. The Fox observed this, and thinking it something particular, went to visit him, the better to inform himself of the truth of the matter. The Wolf excused himself from seeing him, by pretending he was very much indisposed. All this did but confirm the Fox in his suspicions: so away he goes to a Shepherd, and made discovery of the Wolf, telling him he had nothing else to do but come with a good weapon, and knock him on the head as he lay in his cave. The Shepherd followed his directions, and killed the Wolf. The wicked Fox enjoyed the cave and provisions to himself, but enjoyed them not long, for the same Shepherd, passing afterwards by the same hole, and seeing the Fox there, dispatched him also.

FAB. CLXVIII. The FROG and the MOUSE.

THERE was once a great emulation between the Frog and the Mouse, which should be master of the fen, and war ensued upon it. But the crafty Mouse, lurking under the grass in ambuscade, made sudden sallies, and often surprised the enemy at a disadvantage. The Frog, excelling in strength, and being more able to leap abroad, and

take the field, challenged the Mouse to single combat. The Mouse accepts the challenge; and each of them entered the lists, armed with the point of a bulrush, instead of a spear. A Kite, sailing in the air, beheld them afar off; and while they were eagerly bent upon each other, and pressing on to the duel, this fatal enemy descended souse upon them, and with her crooked talons, carried off both the champions.

FAB. CLXIX. The MAN and the WEASEL.

A MAN had caught a Weasel, and was just going to kill it. The poor creature, to escape death, cried out in a pitiful manner, O, pray, do not kill me, for I am useful to you, and keep your house clear from Mice. Why, truly, says the man, if I thought you did it purely out of love to me, I should not only be inclined to pardon you, but think myself mightily obliged to you. But whereas you not only kill them, but yourself do the same mischief they would do, in eating and gnawing my victuals, I desire you would place your insignificant services to some other account, and not to mine. Having said this, he took the wicked vermin and strangled it immediately.

FAB. CLXX. ÆSOP and the IMPERTINENT FELLOW.

ÆSOP'S master came home, one day, somewhat earlier than usual; and, there happening to be no other slave in the house but Æsop, he was ordered to get supper ready as fast as he could. So away he runs to light a candle, in order to kindle his fire; and the weather being warm, and it wanting a pretty deal of night, he went up and down to several houses, before he could speed. At last, however, he found what he wanted; and, being in haste, he made no scruple of returning directly over the market-place, which was his nearest way home. But as he went along, an impertinent fellow among the crowd caught him by the sleeve, and would fain have been arch upon him. O rare Æsop! says he, what occasion for a candle, old boy? what, are you going to light the sun to bed? Let me alone, says Æsop, I am looking for a man. And having said this, away he scuttled home as fast as he could.

FAB. CLXXI. The HART and the VINE.

A HART, being pursued hard by the hunters, hid himself under the broad leaves of a shady spreading Vine. When the hunters were gone by, and had given him over for lost, he, thinking himself very secure, began to crop and eat the leaves of the Vine. By this means the branches, being put into a rustling motion, drew the eyes of the hunters that way; who, seeing the Vine stir, and fancying some wild beast had taken covert there, shot their arrows at a venture and killed the Hart, who, before he expired, uttered his dying words to this purpose: Ah! I suffer justly for my ingratitude, who could not forbear doing an injury to the Vine, that so kindly concealed me in time of danger.

FAB. CLXXII. The DRUNKEN HUSBAND.

A CERTAIN Woman had a druken husband, whom, when she had endeavoured to reclaim several ways, to no purpose, she tried this stratagem. When he was brought home one night, dead drunk, as it seems he frequently used to be, she ordered him to be carried to a burial-place, and there laid in a vault, as if he had been dead indeed. Thus she left him, and went away, till she thought he might be come to himself, and grown sober again. When she returned and knocked at the door of the vault, the man cried out, Who's there? I am the person, says she, in a dismal tone, that waits upon the dead folks, and I am come to bring you some victuals. Ah! good waiter, says he, let the victuals alone, and bring me a little drink, I beseech thee. The Woman hearing this, fell a tearing her hair, and beating her breast in a woeful manner. Unhappy wretch that I am, says she; this was the only way that I could think of to reform the beastly sot; but instead of gaining my point, I am only convinced that this drunkenness is an incurable habit, which he intends to carry with him into the other world.

FAB. CLXXIII. The BLACKAMOOR.

A CERTAIN man having bought a Blackamoor, was so simple as to think, that the colour of his skin was only dirt and filth, which he had contracted for want of due care, under his former master. This

fault he fancied might easily be removed. So he ordered the poor Black to be put into a tub, and was at a considerable charge in providing ashes, soap, and scrubbing-brushes for the operation. To work they went, rubbing and scouring his skin all over, but to no manner of purpose: for when they had repeated their washings several times, and were grown quite weary, all they got by it was, that the wretched Blackamoor caught cold and died.

FAB. CLXXIV. The TRAVELLERS.

TWO men travelling upon the road, one of them saw an axe lying upon the ground, where somebody had been hewing timber: so, taking it up, says he, I have found an axe. Do not say *I*, says the other, but *we* have found; for, as we are companions, we ought to share it betwixt us; but the first would not consent. However, they had not gone far, before the owner of the axe, hearing what was become of it, pursued them with a warrant; which, when the fellow that had it, perceived, Alas! says he to his companion, we are undone. Nay, says the other, do not say *we*, but *I* am undone; for, as you would not let me share the prize, neither will I share the danger with you.

FAB. CLXXV. The FISHERMAN.

A CERTAIN Fisherman having laid his nets in the river, and encompassed the whole stream from one side to the other, took a long pole, and fell a beating the water, to make the fish strike into his nets. One of the neighbours that lived thereabout, seeing him do so, wondered what he meant; and going up to him, Friend, says he, what are you doing here? Do you think it is to be suffered, that you shall stand splashing and dashing the water, and make it so muddy that it is not fit for use? Who do you think can live at this rate!—He was going on in a great fury, when the other interrupted him, and replied, I do not much trouble myself how you are to live with my doing this, but I assure you, that I cannot live without it.

FAB. CLXXVI. MERCURY and the CARVER.

MERCURY having a mind to know how much he was esteemed among men, transformed himself into the shape of one of them; and going into a carver's shop, where little images were to be sold, he saw Jupiter, Juno, himself, and most of the other gods and goddesses. So, pretending that he wanted to buy, says he to the carver, What do you ask for this? and pointed to the figure of Jupiter. A groat says the other. And what for that? meaning Juno. I must have something more for that, says he. Well, and What's the price of this; says Mercury, nodding his head at himself. Why, says the man, if you are in earnest, and will buy the other two, I will throw you that into the bargain.

FAB. CLXXVII. The THIEVES and the COCK.

SOME Thieves, entering a house with a design to rob it, when they were got in, found nothing worth taking, but a Cock! so they took and carried him off. But as they were about to kill him, he begged hard for his life, putting them in mind, how useful he was to mankind, by crowing and calling them up betimes to their work. You villain replied they, it is for that very reason we will wring your neck off; for you alarm and keep people waking, so that we cannot rob in quiet for you.

FAB. CLXXVIII. The FOX and the ASS.

AN Ass finding a Lion's skin, disguised himself with it, and ranged about the forest, putting all the beasts that saw him into a bodily fear. After he had diverted himself thus for some time, he met a Fox: and being desirous to fright him too, as well as the rest, he leapt at him with some fierceness, and endeavoured to imitate the roaring of the Lion. Your humble servant, says the Fox, if you had held your tongue, I might have taken you for a Lion, as others did: but now you bray, I know who you are.

FAB. CLXXIX. The HEN and the SWALLOW.

A HEN finding some Serpents eggs in a dunghill, sat upon them, with a design to hatch them. A Swallow perceiving it, flew towards

her, and with some warmth and passion: Are you mad, says she, to sit hovering over a brood of such pernicious creatures as you do? Be assured, the moment, you bring them to light, you are the first they will attack, and wreak their venomous spite upon.

FAB. CLXXX. The DOG invited to SUPPER.

A GENTLEMAN having invited an extraordinary friend to sup with him, ordered a handsome entertainment to be prepared. His Dog, observing this, thought with himself, that now would be a good opportunity for him to invite another Dog, a friend of his, to partake of the good cheer. Accordingly, he did so; and the strange Dog was conducted into the kitchen, where he saw mighty preparations going forward. Thought he to himself, this is rare! I shall fill my belly charmingly by and by, with some of these dainties! I'll eat enough to last me a week: Oh, how nicely and deliciously shall I feed! While he stood and thought thus with himself, his tail wagged, and his chops watered exceedingly; and this drew the observation of the cook towards him; who, seeing a strange cur with his eyes intent upon the victuals, stole softly behind him, and taking him up by the two hind legs, threw him out of a window into the street. The hard stones gave him a very severe reception, and he was almost stunned with the fall; but recovering himself, he ran yelping and crying half the length of a street; the noise of which brought several other dogs about him; who, knowing of the invitation, began to enquire how he had fared? O, says he, admirably well; I never was better entertained in my life: but in troth, we drank a little too hard; for my part, I was so overtaken, that I scarce know which way I got out of the house.

FAB. CLXXXI. JUPITER and the HERDSMAN.

A HERDSMAN, missing a young heifer that belonged to his herd, went up and down the forest to seek it. And having walked a great deal of ground to no purpose, he fell a praying to Jupiter for relief; promising to sacrifice a kid to him, if he would help him to a discovery of the thief. After this, he went on a little farther, and came near a

grove of oaks, where he found the carcase of his heifer, and a lion grumbling over it, and feeding upon it. The sight almost scared him out of his wits; so down he fell upon his knees once more, and addressing himself to Jupiter; O Jupiter! says he, I promised thee a kid to show me the thief, but now I promise thee a bull, if thou wilt be so merciful as to deliver me out of his clutches

FAB. CLXXXII. The FIGHTING COCKS.

TWO Cocks were fighting for the sovereignty of the dunghill. And one of them having got the better of the other, he that was vanquished crept into a hole, and hid himself for some time; but the victor flew up to an eminent place, clapt his wings, and crowed out Victory. An Eagle who was watching for his prey near the place, saw him, and making a stoop, trussed him in his talons, and carried him off. The cock that had been beaten, perceiving this, soon quitted his hole, and, shaking off all remembrance of his late disgrace, gallanted the hens with all the intrepidity imaginable

FAB. CLXXXIII. The YOUNG MEN and the COOK.

TWO young Men went into a Cook's shop, under pretence of buying meat; and while the Cook's back was turned, one of them snatched up a piece of beef, and gave it to his companion, who presently clapt it under his cloak. The Cook, turning about again, and missing his beef, began to charge them with it; upon which he that first took it swore bitterly he had none of it. He that had it swore as heartily that he had taken up none of his meat. Why, look ye, gentlemen, says the Cook, I see your equivocation; and though I cannot tell which of you has taken my meat, I am sure between you both, there is a thief, and a couple of rascals.

FAB. CLXXXIV. The JACKDAW and the SHEEP.

A JACKDAW sat chattering upon the back of a sheep. Peace, you noisy thing, says the sheep; if I were a dog, you durst not serve me so. That is true enough, replies the Jackdaw, I know very well who

I have to do with; I never meddle with the surly and revengeful: but I love to plague such poor helpless creatures as you are that cannot do me any harm again.

FAB. CLXXXV. The PLOWMAN and FORTUNE.

THE Plowman, as he was plowing the ground, found a treasure. Transported with joy he, immediately began to return thanks to the ground, which had been so liberal and kind to him. Fortune observed what he did, and could not forbear discovering her resentment of it. She instantly appeared to him, and, You fool, says she, what a blockhead are you to lie thanking the ground thus, and take no notice of me! You sot, you; if you had lost such a treasure, instead of finding it, I should have been the first you would have laid the blame upon.

FAB. CLXXXVI. The APE and her two YOUNG ONES.

AN Ape having two young ones, was doatingly fond of one, but disregarded and slighted the other. One day she chanced to be surprised by the hunters, and had much ado to get off. However, she did not forget her favourite young one, which she took up in her arms, that it might be the more secure: the other, which she neglected, by natural instinct, leapt upon her back, and so away they scampered together. But it unluckily fell out, that the dam, in her precipitate flight, blinded with haste, dashed her favourite's head against a stone, and killed it. The hated one, clinging close to her rough back, escaped all the danger of the pursuit.

FAB. CLXXXVII. The SHEPHERD turned MERCHANT.

A SHEPHERD, that kept his sheep near the sea, one clear summer's day, drove them close to the shore, and sat down upon a piece of a rock to enjoy the cool breeze that came from the water. The green element appeared calm and smooth; and Thetis, with her train of smiling beautiful nymphs, seemed to dance upon the floating surface of the deep. The shepherd's heart thrilled with secret pleasure, and he began to wish for the life of a merchant. O how happy, says, he, should I be, to plow this liquid plain, in a pretty tight vessel of my own! and to

visit the remote parts of the world, instead of sitting idly here, to look upon a parcel of senseless sheep, while they are grazing! Then what ample returns should I make in the way of traffick, and what a short and certain path would this be to riches and honour! In short, this thought was improved into a resolution; away he posted with all expedition, sold his flock, and all that he had; then he bought a bark, and fitted it out for a voyage; he loaded it with a cargo of dates, and set sail for a mart that was held upon the coast of Asia, five hundred leagues off. He had not long been at sea, before the wind began to blow tempestuously, and the waves to rage and swell; the violence of the weather increased upon him, his ship was in danger of sinking, and he was obliged to lighten her, by throwing all his dates overboard: after this, his vessel was driven upon a rock near the shore, and split to pieces; he himself hardly escaping with life. Poor, and destitute of subsistence, he applied himself to the man who had bought his flock and was admitted to tend it as a hireling. He sat in the same place as before, and the ocean again looked calm and smooth. Ah! says he, deceitful, tempting element, in vain you try to engage me a second time; my misfortunes have left me too poor to be again deluded the same way; and experience has made me so wise as to resolve, whatever my condition may be, never to trust to thy faithless bosom more.

FAB. CLXXXVIII. The YOUNG MAN and the LION.

THERE was a certain old man, who was lord of a very great estate; and had only one child, a son, of whom he was exceeding tender and fond; he was likewise one very apt to be influenced by omens, dreams, and prognostics. The young Man, his son, was mightily addicted to hunting, and used to be up early every morning to follow the chase. But the father happening to dream, one night, that his son was killed by a Lion, took it so to heart, that he would not suffer him to go into the forest any more. He built a fine castle for his reception, in which he kept him close confined, lest he should step out privately a hunting, and meet his fate. Yet, as this was purely the effect of his love

and fondness for him, he studied to make his confinement as agreeable to him as possible; and, in order to it, furnished the castle with a variety of fine pictures, in which were all sorts of wild beasts, such as the son used to take a delight in hunting; and, among the rest, the portrait of a Lion. This the young Man viewed one day more attentively than ordinary; and, being vexed in his mind at the unreasonable confinement which his father's dream had occasioned, he broke out into a violent passion, and looking sternly at the Lion, Thou cruel savage, says he, it is to thy grim and terrible form that I owe my imprisonment, if I had a sword in my hand, I would thus run it through thy heart. Saying this, he struck his fist at the Lion's breast, and unfortunately tore his hand with a point of a nail which stuck in the wainscot, and was hid under the canvas. The wound festered, and turned to a gangrene; this threw the young Man into a fever, and he died. So that the father's dream was fulfilled by the very caution that he took to prevent it.

FAB. CLXXXIX. The HEN and the Fox.

A Fox, having crept into an out-house, looked up and down, seeking what he might devour: and at last spied a Hen sitting upon the uppermost perch, so high, that he could by no means come at her. He then had recourse to his old stratagem: Dear cousin, says he, addressing himself to the Hen, how do you do? I heard that you were ill, and kept within; at which I was so concerned, that I could not rest till I came to see you. Pray, how is it with you now? let me feel your pulse a little; indeed you do not look well at all. He was running on after this impudent fulsome manner, when the Hen answered him from the roost, Truly, cousin Reynard, you are in the right on't; I never was in more pain in my life: I must beg your pardon for being so free as to tell you, that I see no company; and you must excuse me too for not coming down to you; for, to say the truth, my condition is such, that I fear I should catch my death if I should do it.

FAB. CXC. The MAN and the GNAT.

AS a clownish fellow was sitting on a bank, a Gnat settled upon his leg, and stung it. He clapped his hand with great vehemence upon the place, with intention to kill the Gnat; but the little nimble insect, skipping lightly between his fingers, escaped; and every time he struck, he gave himself a smart blow upon the leg, without being in the least able to touch the Gnat. This provoked him very much, so that in the height of his passion, he fell to invoking Hercules. O mighty Hercules! says he, since nothing can withstand thy power, aid me, I beseech thee, against this pernicious Gnat, and with thy invincible strength, subdue him, in compassion to me, miserable creature, who am tormented with his venomous sting.

FAB. CXCI. The DEER and the LION.

A DEER being hard pursued by the hounds, found a cave, into which he rushed for security. But he was no sooner got in, than he saw himself in the power of a Lion, who lay couched at the farther end of the cave, and sprung upon him in an instant. Being at the point of death, he complained thus: Unhappy creature that I am! I entered this cave to escape the pursuit of men and dogs, and am fallen into the jaws of the most cruel and rapacious of all wild beasts.

FAB. CXCII. The GARDENER and his DOG.

A GARDENER'S Dog, frisking about the brink of a well in the garden, happened, to fall into it. The Gardener very readily ran to his assistance; but as he was endeavouring to help him out, the cur bit him by the hand. The man took this ungrateful treatment so kindly, that he left him to shift for himself, with this expostulation; Wicked wretch, quoth he, are you so unreasonable as to injure the hand that comes to save your life! the hand of me, your master, who have hitherto fed and taken care of you! Die, as you deserve; for so mischievous and ill-natured a creature is not fit to live.

Fab. CXCIII. The Cock and the Fox.

THE Fox, passing early one summer's morning near a farm-yard, was caught in a spring, which the farmer had planted there for that end. The Cock, at a distance, saw what happened; and, hardly yet daring to trust himself too near so dangerous a foe, approached him cautiously, and peeped at him, not without some horror and dread of mind. Reynard no sooner perceived it, but he addressed himself to him, with all the designing artifice imaginable. Dear Cousin, says he, you see what an unfortunate accident has befallen me here, and all upon your account. For, as I was creeping through yonder hedge, in my way homeward, I heard you crow, and was resolved to ask you how you did before I went any further: but by the way I met with this disaster; and therefore now I must become an humble suitor to you for a knife to cut this plaguy string; or at least, that you would conceal my misfortune, till I have gnawed it asunder with my teeth. The Cock, seeing how the case stood, made no reply, but posted away as fast as he could, and gave the farmer an account of the whole matter; who, taking a good weapon along with him, came and did the Fox's business, before he could have time to contrive his escape.

Fab. CXCIV. The Raven and the Serpent.

A Hungry Raven, flying about in quest of his prey, saw a Serpent basking himself upon the side of a sunny bank: down he soused upon him, and seized him with his horny beak, in order to devour him: but the Serpent, writhing to and fro with the pain, bit the Raven again with his venomous teeth, to such a degree, that he could not survive it. The Raven, in the agonies of death, is said to have confessed that this judgment happened to him justly; since he had attempted to satisfy his craving appetite at the expence of another's welfare.

Fab. CXCV. The Fox and the Hedgehog.

A Fox was swimming across a river; and, when he came to the other side, he found the bank so steep and slippery, that he could not

get up it. But this was not all the misfortune ; for, while he stood in the water, deliberating what to do, he was attacked by a swarm of flies, who, settling upon his head and eyes, stung and plagued him grievously. A Hedgehog, who stood upon the shore, beheld and pitied his condition, and withal, offered to drive away the flies which molested and teased him in that manner. Friend, replies the Fox, I thank you for your kind offer, but must desire you by no means to destroy these honest bloodsuckers that are now quartered upon me, and whose bellies are, I fancy, pretty well filled ; for, if they should leave me, a fresh swarm would take their places, and I should not have a drop of blood left in my whole body.

FAB. CXCVI. The MASTER and his SCHOLAR.

AS a Schoolmaster was walking upon the bank of a river, not for from his school, he heard a cry as of one in distress ; advancing a few paces farther, he saw one of his Scholars in the water, hanging by the bough of a willow. The boy had, it seems, been learning to swim with corks: and now, thinking himself sufficiently experienced, had thrown those implements aside, and ventured into the water without them ; but the force of the stream having hurried him out of his depth, he had certainly been drowned, had not the branch of a willow, which grew on the bank, providentially hung in his way. The Master took up the corks, which lay upon the ground, and throwing them to his Scholar, made use of this opportunity to read a lecture to him upon the inconsiderate rashness of youth. Let this be an example to you, says he, in the conduct of your future life, never to throw away your corks till time has given you strength and experience enough to swim without them.

THE END.